حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز

کے شہرہ آفاق مکتوبات شریفہ کی پہلی اردو شرح

البینات

شرح مکتوبات

شارح

ابو البیان محمد سعید احمد مجددی

بندۂ ناچیز کو زیر نظر مسودہ البینات شرح مکتوبات
بھیجا گیا۔ دوران مطالعہ بعض مضامین کے بارے شکوک و
شبہات پیدا ہوئے عین اسی وقت واقعہ میں حضرت
امام ربانی قدس سرہ العزیز کی زیارت ہوئی۔

آپ نے فرمایا

"یہ سب مضامین درست ہیں"

حسبنا اللہ

مولانا علامہ محمد نصرت اللہ مجددی
شیخ الحدیث دار العلوم نقشبندیہ امینیہ
ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

اس بشارت کو تحدیث نعمت کے طور
پر شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔
ادارہ

حاضر ہوا میں شیخِ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
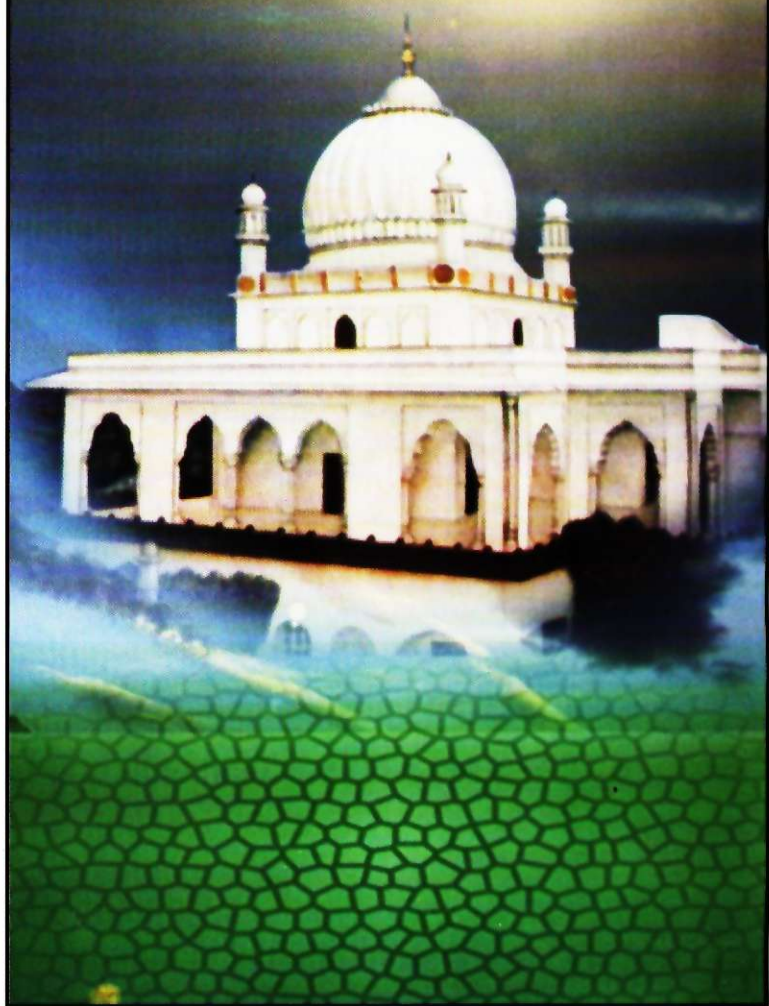
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز

کے کتاب و سنت کی روشنی میں شریعت، طریقت
وحقیقت کے علوم ومعارف پر مشتمل شہرہ آفاق مکتوبات شریفیہ
کی پہلی اردو شرح

مسمّٰی بہ

شارح

ابو البیان محمد سعید احمد مجددی

تنظیم الاسلام پبلیکیشنز
121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
پاکستان ☎:+92-55-3841160

باراول .... ستمبر 2006 .... تعداد 1,100

ھدیہ .... 325 روپے

خطاطی ٹائٹل:

محمد امداد احمد بن صوفی خورشید عالم خورشید رقم

خطاطی:

غلام رسول منظر رقم • حافظ محمد طاہر

کمپوزنگ وٹائٹل .... تنظیم الاسلام گرافکس

ناشر

تنظیم الاسلام پبلی کیشنز

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

Tanzeem-ul-Islam Publications

121-B Model Town Gujranwala, Pakistan
Ph : +92-55-3841160, Fax: 055-3731933
URL: www.tanzeemulislam.org
E-mail: info@tanzeemulislam.org
tanzeemulislam@yahoo.com

ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا ربنا ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولينا فانصرنا على القوم الكفرين

ربنا

تقبل منا انك انت السميع العليم

وتب علينا انك انت التواب الرحيم

اَللّٰهُمَّ

إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ

يَا غَفُوْرُ يَا غَفُوْرُ يَا غَفُوْرُ

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مِنْ جَمِيْعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ

قَوْلًا وَّفِعْلًا وَّخَاطِرًا وَّسَامِعًا وَّنَاظِرًا سُبْحَانَهُ

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

◎

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلَّمَ

وارثِ کمالاتِ محمدیہ | حاملِ نسبتِ صدیقیہ
مہبطِ علومِ حیدریہ | امیرِ عساکرِ اسلامیہ
قیوم الوقتِ والموجود | خلیفۃُ اللہ المعبود

کے حضورِ ناز میں بصد شوق و انکسار ارمغانِ نیاز

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

ابو البیان محمد سعید احمد مجددی

بُرہانِ ولایتِ محمدیّہ ❊ حُجّتِ شریعتِ مصطفویّہ

کاشفِ اسرارِ سبع مثانی ❊ عالمِ علومِ مقطعاتِ قرآنی

امامِ ربّانی ، عارفِ حقّانی ، قیّومِ زمانی

شیخ الاسلام والمسلمین ، آیۃ اللہ فی الارضین

❊

قُدِّسَ سِرُّہُ السُّبحانی

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر
متن: جمعے باشند از طلاب این طریقہ علیہ......	۶۰۱
طریقت میں جلدی حلاوت محسوس نہ ہونے کی وجہ	۶۰۱
مکتوب ۱۴۶	
متن: فرصت راازدست ندہند......	۶۰۵
درجوانی توبہ کردن......	۶۰۵
مکتوب ۱۴۷	
متن: جمعے از مشائخ طریقت قدس اللہ......	۶۰۹
گستن اور پیوستن کے متعلق اختلاف صوفیاء	۶۱۰
پیوستن کی دو اقسام	۶۰۱
متن: بہرحال مظہر گستن و پیوستن......	۶۶۱
مکتوب ۱۴۸	
متن: صاحب ریّ بے حاصل است......	۶۱۵
صاحب ری کم ظرف سالک ہے	۶۱۵
متن: زنہار بتوسط روحانیات مشائخ......	۶۱۶

مضامین	صفحہ نمبر
سالک کا قبلہ توجہ اپنا شیخ ہی ہے	۶۱۷
اہل اللہ کے لطائف کا متشکل ہونا حقیقت ثابتہ ہے	۶۱۸
صوفیاء کے جسم روح اور ان کی روحیں جسم ہیں	۶۱۹
مکتوب ۱۴۹	
متن: عجب است کہ ایں ہمہ خودرا......	۶۲۳
رزق رسانی اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم ہے	۶۴۲
متن: درکسوت فقراء ایں ہمہ تلاش در......	۶۲۴
فقرودرویشی امت مسلمہ کے غم میں رونے کا نام ہے	۶۲۵
متن: ازگفت وشنود مردم آزار......	۶۲۵
سالکین کیلئے لوگوں کی ملامت بلندیٔ درجات کا باعث ہے	۶۲۵
مکتوب ۱۵۰	
متن: ازتشتت اوضاع دنیوی وتفرق احوال......	۶۲۹
سالک کو مصائب کا مقابلہ پامردی سے کرنا چاہئے	۶۳۰
انہاں دکھاں توں سکھ وارے	۶۳۱

پیش لفظ

غوث المحققین، قطب العارفین حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہُ العزیز کے مکتوبات شریفہ شریعت وطریقت کے انوار کا خزینہ اور معرفت وحقیقت کے اسرار کا گنجینہ ہیں جو علمائے راسخین کے علوم سے بالا اور عرفائے کاملین کے معارف سے وراء، مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس اور مجدد الف ثانی کے ساتھ مختص ہیں۔ جن کے مطالعہ سے حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کی شان اجتہاد وامامت کا علم اور مقام قیومیت و مجددیت کا یقین ہوتا ہے۔

ہمارے مرشد ومربی، شہباز طریقت، سعید الاولیاء، سراج العارفین، شارح مکتوبات امام ربانی حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہُ السرمدی نے ان مکتوبات شریفہ کی تشریحات وتوضیحات بصورت درس بیان فرمائیں جنہیں بذریعہ ٹیپ ریکارڈر کیسٹوں میں محفوظ کرلیا گیا اب وہ قیمتی سرمایہ صفحہ قرطاس پر نقل کرکے اور ترتیب وتسوید کے جانگداز مراحل سے گزار کر البینات شرح مکتوبات کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

قبل ازیں البینات شرح مکتوبات کی پہلی دو جلدیں اپنی پوری آب وتاب سے منصۂ شہود پر آکر اصحاب علم وفن اور ارباب معرفت سے داد وتحسین حاصل کرچکی ہیں۔ اس شرح کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جونہی یہ شرح طبع ہوکر سامنے آئی تو ارباب ذوق نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنے روزانہ کے اوراد و وظائف میں اس کے مطالعہ کو شامل فرمایا۔

ارباب ذوق کا بڑا اصرار تھا کہ اس شرح کی تیسری جلد، جلد از جلد منظر عام پر آئے مگر بعض تحقیقی مصروفیات کی بناء پر تاخیر در تاخیر ہوتی رہی۔ بلاشبہ یہ تحقیق و تدقیق اس شرح کا تقاضا تھی کیونکہ علوم و معارف پر مشتمل یہ کتاب مستطاب عصر حاضر میں علوم تصوف وطریقت کا بہترین ماخذ اور انسائیکلوپیڈیا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

اس ضمن میں اگر علامہ محمد بشارت علی مجددی، فاضل دار العلوم نقشبندیہ امینیہ گوجرانوالہ کا ذکر نہ کیا جائے تو سلسلۂ کلام تشنۂ تکمیل ہوگا کیونکہ انہوں نے اس شرح کی بابت انتھک کدوکاوش کی اور اس عظیم سرمایہ کی ترتیب و تدوین میں پوری جانفشانی سے خدمت کی اور اپنے شیخ طریقت حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم علمی و روحانی ورثہ کو عوام وخواص تک پہنچایا۔

میں انتہائی ممنون ہوں استاذ العلماء حضرت علامہ رب نواز خاں اجمیری مدظلہ (فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا) کا جن کی شبانہ روز مصروفیات اس کتاب کی اشاعت میں آڑے نہ آسکیں اور آپ نے پورے مسودے کا دقت نظر سے مطالعہ کیا، نقد و نظر فرمائی اور اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔

نیز میں دعاگو ہوں اپنے جملہ احباب کے لئے بالخصوص علامہ محمد نوید اقبال مجددی، علامہ حافظ تنویر حسین مجددی، علامہ حافظ محمد انور سعید مجددی، علامہ محمد اشفاق احمد مجددی، علامہ حافظ محمد راشد مجددی، سید اظہر علی شاہ مجددی، محمد سعید احمد صدیقی، محمد اکبر شاکر مجددی، شہزادہ محمد عارف مجددی، آفتاب احمد مجددی اور ڈاکٹر انوار احمد اعجاز جنہوں نے اس شرح میں قلم و قرطاس سے لیکر اس کی ترتیب و تسوید، حوالہ جات، پروف ریڈنگ، تحقیق و تدقیق اور طباعت کے جملہ مراحل تک خوب محنت کی۔

علاوہ ازیں محمد ندیم ارشد مجددی اور محمد جاوید احمد مجددی (تنظیم الاسلام گرافکس) جنہوں نے اپنی جملہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کی کمپوزنگ کی اور تحسین و

تزئین کے غازہ سے خوب نکھارا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کی کاوشوں کو قبول فرماتے ہوئے انہیں اجر عظیم اور ثواب عمیم عطا فرمائے اور اپنے شیخ مکرم حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کا امین اور قسیم بنائے۔

حق تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ اس کتاب مستطاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمارے آقائے ولی نعمت حضرت ابوالبیان قدس سرہُ العزیز کے درجات جنت الفردوس میں بلند سے بلند تر فرمائے اور آپ کی مرقد انور کو بقعہ نور بنائے۔
اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمِ

آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ اگر کمپوزنگ، حوالہ جات، پروف ریڈنگ یا طباعت کی کوئی فروگذاشت پائیں تو دامن عفو میں جگہ دیتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا اعادہ نہ ہو۔

صاحبزادہ محمد رفیق احمد مجددی
سجادہ نشین درگاہ حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ

دفترِ اوّل مکتوب ۸۱

مکتوب الیہ

نقابت دستگاہ لالہ بیگ رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

قربانی دینِ اسلام کا ایک عظیم شعار ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت لالہ بیگ رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔ آپ اکبر بادشاہ کے بیٹے سلطان مراد کے بخشی تھے۔ صوبہ بہار کے گورنر بھی رہے۔ آپ نے صوفیاء کرام کا ایک مبسوط تذکرہ ''ثمرات القدس من شجرات الانس'' کے نام سے لکھا ہے (برحاشیہ مآثرالامراء ۲/ ۳۸۶) ۱۰۱۶ھ میں بنگالہ میں وفات پائی۔

(تجلیات ربانی بحوالہ تاریخ محمدی قلمی)

مکتوب - ۸۱

متن غربت اسلام نزدیک بیک قرن است برنہجی قرار یافتہ است..... کہ اگر مسلمانی از شعارِ اسلام اظہار نماید بقتل میرسد ذَبحِ بَقرَہ در ہندوستان از اعظمِ شعارِ اسلام است کفار بجزیہ دادن شاید راضی شوند امّا بذبح بقرہ ہرگز راضی نخواہند شد

ترجمہ: تقریباً ایک صدی سے غربت اسلام اس حد تک پہنچ چکی ہے...... کہ اگر کوئی مسلمان کسی اسلامی شعار کا اظہار کرتا ہے تو قتل کر دیا جاتا ہے۔ ذبیحہء گاؤ جو ہندوستان میں اسلام کے اعظم شعائر میں سے ہے (ختم ہو چکا ہے) اب صورت حال یہ ہے کہ کفار جزیہ ادا کرنے پر تو شاید راضی ہو جائیں مگر ذبح گائے پر کبھی راضی نہیں ہونگے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' غربت اسلام اور غلبہ کفار کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ اکبر بادشاہ کے دور سلطنت میں کفار ناہنجار کی ملی بھگت سے جہاں دیگر اسلامی شعائر اور دینی احکام معدوم قرار دے دیئے گئے وہاں ذبیحہء گاؤ پر بھی پابندی عائد کر دی گئی جس کی بنیادی وجہ اکبر کے ہندو گھرانوں سے

ازدواجی تعلقات کے علاوہ اعیانِ مملکت اور امورِ سلطنت میں ہندوراجاؤں کا عمل دخل بھی تھا چنانچہ آفتاب پرستی، سگ پرستی، قمار بازی، شراب نوشی، ریش تراشی اور بے حجابی جیسی ہندوانہ رسومات اور ملحدانہ نظریات کو دورِ اکبری میں رواج ملا تھا۔

چونکہ گائے کی قربانی برصغیر میں اعظم شعائر اسلام میں سے تھی جس کے مٹ جانے پر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے بڑے دکھ کا اظہار فرمایا ہے کیونکہ قربانی تسلیم ورضا کا جذبہ اور خلوص ووفا کا ہدیہ ہے...... قربانی حصول قرب کا ذریعہ اور محبت الٰہی کا مظاہرہ ہے...... قربانی خلیل اللہ کی سنت اور حبیب اللہ کی ادا ہے...... قربانی وصل رحمٰن اور حصول انعام کا موجب ہے...... قربانی عظمت کی کوہان اور بندگی کا نشان ہے...... قربانی مسلمان کے لئے باعث افتخار اور دین اسلام کا عظیم شعار ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ جل سلطانہ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ [1] میں قربانی کے اونٹ کو شعائر اللہ فرمایا گیا ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم وتکریم باطنی پاکیزگی اور قلبی طہارت کی علامت ہے جیسا کہ ارشاد ربانی وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ [2] سے واضح ہے۔

نیز ادیانِ سابقہ اور امم ماضیہ کے ہر دور میں قربانی کا وجود کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے۔ بنی اسرائیل کو ذبح گائے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا تا کہ گوسالہ پرستی کا تصور اور گائے کا تقدس ہمیشہ کیلئے معدوم ہو جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً [3] سے عیاں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات اور آل اطہار کی طرف سے گائے کی بھی قربانی دی جیسا کہ ایک روایت میں ہے ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ نِسَآئِهٖ بِالْبَقَرَةِ [4] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی دی۔

---

[1] الحج ۳۶ [2] الحج ۳۲ [3] البقرہ ۶۷ [4] صحیح بخاری ۸۳۴/۲

دوسری روایت میں ہے: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ نَحَرَ عَنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ فِیْ حَجَّۃِ الْوِدَاعِ بَقَرَۃً وَّاحِدَۃً[۱] یعنی بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل اطہار کی طرف سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایک گائے کی قربانی دی۔

بلینہ

واضح رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے مجددانہ کارناموں اور مجاہدانہ کاوشوں سے اتباع سنت، ترویج شریعت، تائید ملت اور تخریب بدعت کا اس قدر بھرپور کام ہوا کہ باید وشاید۔ چنانچہ نبیرۂ امام ربانی حضرت العلام شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی قدس سرہٗ رقمطراز ہیں

قلعہ کانگڑہ جو بکرماجیت کے ہاتھوں فتح ہوا جس کی کامیابی کی نوید حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے دی تھی فتح کے بعد جب جہانگیر قلعہ دیکھنے گیا اور حضرت (امام ربانی قدس سرہٗ) سے عرض کیا کہ " اگر شما با ما رفاقت کنید برآن قلعہ ذبح بقرہ دہیم وبنائی مساجد ونشر اسلام کنیم چنانچہ ایشاں ہمراہ بادشاہ برآن قلعہ برآمدند بادشاہ ہمہ آنچہ فرمودہ بودند بجا آوردند"

یعنی اگر آپ ہمیں رفاقت کا شرف بخشیں تو ہم قلعہ پر جا کر گائے ذبح کریں گے، مساجد کی بنیادیں رکھیں گے اور اسلام کی اشاعت کریں گے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ بادشاہ کے ہمراہ قلعہ پر تشریف لے گئے تو جو کچھ بھی آنجناب نے ارشاد فرمایا بادشاہ اسے بجالایا۔

جہانگیر اپنی تزک میں فتح کانگڑہ کے متعلق لکھتا ہے:

بتوفیق ایزدی اذان کہلوا کر نماز اور خطبہ پڑھوایا اور اپنے سامنے گائے ذبح کروائی ان امور میں سے کسی ایک پر بھی آج تک اس قلعہ میں عمل نہیں ہوا تھا میں نے اس توفیق

---

[۱] ابوداؤد ۱/۲۴۴

ایزدی کیلئے جو کسی بھی بادشاہ کو اس سے قبل نصیب نہیں ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکرانہ بجالا کر اس قلعہ کے اندر ایک عالی شان مسجد تعمیر کئے جانے کا حکم دیا"۔

پھر چند سال بعد اکبر کے الحاد گڑھ (آگرہ کے قلعہ) میں شاہ جہان نے سنگ مرمر کی عالی شان مسجد بنوائی اور دہلی کی جامع مسجد بنا کر اذان دلوائی، جس کی صدا اللہ کے فضل سے آج تک مسلمانان ہند کے دلوں میں روح ایمان پھونک رہی ہے اور پھر حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر قدس سرہٗ کے عہد میں فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب وتدوین ہوئی جس کو ممالک عربیہ میں فتاویٰ ہندیہ کہتے ہیں۔

تِلْكَ اٰثَارُنَا تَدُلُّ عَلَيْنَا
فَانْظُرُوْا بَعْدَنَا اِلَى الْاٰثَارِ [1]

---

[1] ماخوذ از حضرت بنوری اور انکے ناقدین ۱۶۵

دفترِ اوّل مکتوب ۸۲

مکتوب الیہ

حضرت شیخ سکندر خان لودی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

نزولی مراتب میں دنیوی تعلقات مضر نہیں ہوتے

نسبتِ نقشبندیہ نایاب ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت سکندر خاں لودھی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ کے نام مکتوبات شریفہ میں صرف دو مکتوب ملتے ہیں یعنی دفتر اول مکتوب ۹۳،۸۲ مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

مکتوب ۔ ۸۲

متن آنچہ بر ما و شما لازم است سلامتی قلب است از ماد ونِ حق سبحانہ و این سلامتی وقتی میسّر گردد کہ غیر حق را سبحانہ بر دل عُبوری نماند و عدم عبور غیر وابستہ بہ نسیانِ ماسوٰی است کہ معبّر بفنا است نزد این طائفہ علیہّ

ترجمہ: جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازم ہے وہ حق تعالیٰ سبحانہ' کے ماسویٰ سے قلب کو سلامت رکھنا ہے۔ یہ سلامتی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ دل پر غیرِ حق کا گزر نہ رہے اور غیر اللہ کا دل پر نہ گزرنا ماسویٰ اللہ کے نسیان سے وابستہ ہے جس کو اس عالی مرتبت گروہ کے نزدیک فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' رقمطراز ہیں کہ قلب کی سلامتی غیر اللہ کے نسیان کے بغیر میسر نہیں ہوتی اور ماسویٰ اللہ کے نسیان کا نام ہی فنا ہے۔

دراصل دورانِ سلوک عرُوجی منازل میں سالک کے قلب سے ماسویٰ اللہ فراموش ہو جاتا ہے جبکہ نزولی مراتب میں ماسویٰ کی خبر تو رکھتا ہے مگر یہ آ گاہی اور خبرداری غیرِ حق سے گرفتاری کا موجب نہیں ہوتی کیونکہ نزول میں اس کا قلبی تعلق ماسویٰ سے

منقطع ہو جاتا ہے اور حجابات مرتفعہ عود نہیں کرتے اسلیئے سالک صفاتِ بشریہ سے متصف نہیں رہتا اور اس کا قلب قفسِ بدن میں محبوس نہیں رہتا بلکہ سالک کا قلب، صاحب پرَ وبال ہو کر لامکانی ہو جاتا ہے۔ کسی عارف نے خوب فرمایا:

جیہدے دل وچہ توں آوسیوں اوہ دنیا وچہ ئیں وسدے نے
اک وار جو پھائیوں اڈ جاون مڑ دوجی وار ئیں پھسدے نے

اس مقام میں سالک، گو عالم میں ہوتا ہے مگر بے عالم ہوتا ہے۔ بظاہر باہمہ ہوتا ہے مگر بباطن بے ہمہ ہوتا ہے۔ بظاہر جلوت میں ہوتا ہے مگر بباطن خلوت میں ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [1] میں اسی کیفیت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دوران نماز، عساکر اسلامیہ کی تجہیز بھی فرمایا کرتے تھے جیسا کہ آپ کے ارشاد گرامی اِنِّیْ لَاُجَهِّزُ جَیْشِیْ وَاَنَا فِی الصَّلٰوةِ [2] سے عیاں ہے۔

مشائخ نقشبندیہ کے ہاں اس مقام کو خلوت درانجمن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ فضل اللہ مجددی قندھاری رحمۃ اللہ علیہ اسی مقام کی ترغیب وتشویق دلاتے ہوئے فرماتے ہیں

بنشیں بہ محملِ دل و ہر دم بعرش تاز
طے می شود زمان و مکاں زیر پائے دل

لہٰذا سالک کو کلیتاً خلوت گزینی اور عزلت نشینی سے احتراز کرنا چاہیئے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات لَا رُهْبَانِيَّةَ فِی الْاِسْلَامِ [3] سے واضح ہے بلکہ اسے اجتماعی زندگی گزارتے ہوئے لوگوں کو اعمالِ صالحہ کی ترغیب وتحریص دلانی چاہیئے تا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پیشِ نظر رشد وہدایت کا سلسلہ

---

[1] النور ۳۷ [2] صحیح بخاری ۱/۱۶۳ [3]

جاری رہے۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّق

بیّنہ

واضح رہے کہ دین اسلام میں ترک کلّی کی اجازت نہیں البتہ اسلامی عبادات میں ترک جزوی کا پہلو موجود ہے جیسا کہ ارشادنبوی علیٰ صاحبہا الصلوات رُھْبَانِیَّۃُ اُمَّتِیْ الْقُعُوْدُ فِی الْمَسَاجِدْ[1] سے عیاں ہے۔

متن بالفرض اگر غیر را بتکلُّف در دل گزرانند ہرگز نہ گزرد و تا کار بایں مرتبہ نہ رسد سلامتی مُحال است امروز ایں نسبت عَنْقاءِ قاف است بلکہ اگر گفتہ شود باور نکنند

ترجمہ: اگر بالفرض غیر حق کو تکلف کے ساتھ بھی دل میں گزاریں تب بھی ہرگز نہ گزرے گا۔ کام جب تک اس مرتبہ تک نہ پہنچے سلامتی (قلب) محال ہے۔ آج یہ نسبت کوہ قاف کے عنقاء کی مانند نایاب ہے بلکہ اگر بیان کی جائے تو لوگوں کو یقین نہ آئے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' تحدیثِ نعمت کے طور پر رقمطراز ہیں کہ گونسیان ماسوی اللہ کی نسبت عنقاء کی طرح نادر اور کمیاب ہے البتہ سرہند شریف میں ہم (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ') اس نسبت کے حامل اور وارث ہیں اور اس کے امین اور قسیم ہیں۔ یہ ایسی نعمت عظمیٰ اور دولت قصویٰ ہے جس سے مشائخِ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم سرفراز ہیں اور جس کے سمجھنے سے بھی اکثر افراد قاصر ہیں۔

---

[1] تذکرۃ الموضوعات ۳۷

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تو نقش نقشبنداں را چہ دانی
تو طفلی کار مرداں را چہ دانی

گیاہ سبز داند قدر باراں
تو خشکی قدر باراں را چہ دانی

ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست
حقائق ہائے ایماں را چہ دانی

دفترِ اوّل مکتوب ۸۳

مکتوب الیہ

حضرت شیخ بہادر خان ابو النبی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

حقیقتِ شریعت ہی طریقت ہے

علومِ طریقت، کتاب و سُنّت سے مؤیّد ہیں

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت بہادر خاں رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔
مکتوبات شریفہ میں آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔ آپ کا نام ابوالنبی تھا۔ توران کے بزرگ زادوں میں سے تھے۔ عبدالمومن خاں کے زمانے میں مشہد کے حکمران رہے اس کے انتقال کے بعد ہندوستان آئے، اکبر نے مناسب عہدہ دیا۔ جہانگیر نے تین ہزار کے منصب اور بہادر خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔

(مآثر الامراء ۱/ ۳۹۸)

مکتوب ۔۸۳

متن ظاہر را بظاہرِ شریعتِ غرّا آراستن و باطن را ہموارہ باحق جَلَّ وَ عَلَا داشتن کارِ عظیم است تاکدام صاحبِ دولت را باین دو نعمتِ عظمیٰ مشرف سازند امروز جمعِ این دو نسبت بلکہ استقامت بر ظاہر شریعت تنہا نیز بسیار عزیز الوجود است اَعَزُّ مِنَ الْكِبْرِيْتِ الْاَحْمَرِ

ترجمہ: اپنے ظاہر کو روشن شریعت کے ظاہر کے ساتھ آراستہ کرنا اور اپنے باطن کو ہمیشہ حق تعالیٰ جلّ وعلاَ کے ساتھ رکھنا بہت بڑا کام ہے۔ دیکھئے کس خوش قسمت کو ان دو عظیم نعمتوں سے مشرف کرتے ہیں۔ آج (اس دور میں) ان دو نسبتوں کا جمع کرنا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت حاصل کرنا بہت کم پایا جاتا ہے بلکہ کبریت احمر سے بھی زیادہ نایاب ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اپنے ظاہر کو ظاہر شریعت کے ساتھ آراستہ کرنے اور باطن کو باطن شریعت کے ساتھ مزین کرنے کی تلقین فرمارہے ہیں۔ شریعت کی دو قسمیں ہیں

صورتِ شریعت اور حقیقتِ شریعت

اہل طریقت کے نزدیک صورت شریعت کو ظاہر شریعت اور حقیقت شریعت کو باطن شریعت کہا جاتا ہے یعنی ظاہری علوم شرعیہ کا نام صورت شریعت ہے جبکہ اسرارِ الٰہیہ اور حقائق شرعیہ کا نام حقیقت شریعت ہے جیسا کہ ارشادات نبویہ علٰی صاحبہا الصلوات اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ ظَهْرًا وَبَطْنًا [1] اور لِكُلِّ اٰيَةٍ مِنها ظَهْرٌ وَبَطْنٌ وَلِكُلِّ حَدٍّ مُطَّلَعٌ [2] سے واضح ہے۔

اس کو علم باطن بھی کہا جاتا ہے، اربابِ طریقت کے ہاں اسی کو تصوف اور طریقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

علوم شریعت اور اسرارِ طریقت ایسا درنایاب ہے جو چہار دانگ عالم میں ہر دور میں نہایت قیمتی اور بیش بہا گوہر گردانا جاتا رہا ہے۔ جس کے حصول کا ذریعہ فضل ربانی اور تعلیم نبوی علٰی صاحبہا الصلوات ہے جیسا کہ ارشاد ربانی جل سلطانہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ [3] سے آشکارا ہے۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِيْكُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ الْبُلْعُوْمُ [4] یعنی میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو گھڑے علم حاصل کیا ہے ان میں سے ایک تو لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے لیکن اگر دوسرا بھی پیش کر دوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت میں ہے عِنْدَهٗ عِلْمُ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ [5] یعنی ان کے پاس ظاہر و باطن کا علم ہے۔

بیّنات

عمدۃ الابدال قدوۃ الاقطاب حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی

---

[1] [2] مشکوٰۃ ۳۵ [3] النور ۳۵ [4] مشکوٰۃ ۳۷ [5] فصل الخطاب ۴۰۷

تصنیف لطیف ''فصل الخطاب'' میں رقمطراز ہیں کہ علم باطن ان معانی کی معرفت کو کہتے ہیں جو مقام اَوْ اَدْنٰی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر واسطۂ جبرئیل (علیہ السلام) غیب الغیب سے عطا ہوئے نیز ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ ......الخ سے بھی واضح ہے۔ ولایتِ نبوت کے ان اسرار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی سرفراز فرمایا گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینۂ اقدس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیوض و برکات سمو دیئے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا وَصَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ (رضی اللہ عنہ) سے واضح ہے۔[1]

✿......جب طالبِ صادق، حق تعالیٰ کے ساتھ خلوص وللّٰہیت کے روابط استوار کر لیتا ہے تو شرح صدر کی دولت سے سرفراز ہوتا ہے، حجابات اٹھ جاتے ہیں، عالم غیب کے دریچے وا ہو جاتے ہیں، علم وعرفان کے چشمے ابلتے ہیں اور اسرار وایقان کے سوتے پھوٹتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَھَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ سے عیاں ہے۔

✿......واضح رہے کہ اسرارِ شریعت اور رموزِ طریقت، علمائے راسخین اور اولیائے کاملین کو بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوات سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے وارث کامل حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ بدرالدین سرہندی قدس سرہٗ سے بیان فرمایا کہ

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پر متشابہات ومقطعات کے اسرار ورموز ظاہر ہوئے ہیں لیکن آپ بتاتے نہیں۔ جب آپ سے دریافت کیا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ شیطان بڑا دشمن ہے اور ہمیشہ اظہارِ اسرار کی جستجو میں رہتا ہے کہ ان معاملات کے مکاشفات کو ظاہر کیا جائے تا کہ وہ استراقِ سمع کر کے فوراً ان کا افشا کر دے۔ اللہ پاک

---

[1] ماخوذ از فصل الخطاب ص ۲۵۷

نے ان علماء کو جو اس مقام تک رسائی حاصل کر چکے ہیں ''راسخین'' فرمایا ہے۔ اس رسوخ کی وجہ سے وہ اس معاملے کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور جب بھی کسی کو آگاہ فرمایا گیا تو اس نے اسے مستور ہی رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ (بفضلہٖ تعالیٰ) آنجناب اس امر پر قدرت رکھتے ہیں کہ اس محل اور موقع سے شیاطین کو دفع کر دیں اور اپنے اطراف سے بھی ان کو دور کر دیں تاکہ استراق سمع نہ کر سکیں۔ جب میں نے حد سے زیادہ اصرار کیا اور التماس کیا تو آنجناب نے حرف ''ق'' کے اسرار کا اظہار فرمایا تو میرے ہوش اڑ گئے''۔[1]

✿...... یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ طریقت اپنی اصلی اور خالص صورت میں اسلام کے مرتبۂ احسان سے عبارت ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ......الخ[2] سے آشکارا ہے۔ یورپی مستشرقین اور اسلام کے مدعی بعض فرق ضالہ، تصوف اور طریقت کے متعلق یہ خیال پھیلا رہے ہیں کہ تصوف و طریقت دین اسلام سے الگ ایک مستقل مذہبی یا خانقاہی نظام ہے حالانکہ جملہ اکابرین طریقت رحمۃ اللہ علیہم اس امر پر متفق ہیں کہ تصوف و طریقت قولاً و فعلاً و حالاً ہر اعتبار سے اتباع سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کا نام ہے وَبِدُونِہٖ خرط القتاد

✿...... واضح رہے کہ علومِ تصوف اور مصطلحاتِ طریقت، کتاب وسُنت سے مشید و مؤید ہیں جیسا کہ مقننِ قوانین طریقت سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی قدس سرہُ العزیز کا فرمان ہے عِلْمُنَا هٰذَا مُشَيَّدٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔ اسی لئے طالب صادق کے لئے حاملِ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ عالم شریعت اور عامل سنت ہونا ازبس لازم ہے تاکہ دورانِ سلوک، کیفیات وواردات و مکاشفات میں غلط اور صحیح کے درمیان امتیاز وادراک کر سکے کیونکہ وہ معارف ورموز جو علوم شریعت سے متصادم ہوں وہ زندقہ ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول اور لائقِ تردید ہیں۔

---

[1] حضرات القدس ۲/۷۰ [2] مشکوٰۃ ۱۱

دفتر اوّل مکتوب ۸۴

مکتوب الیہ

سیادت پناہ حضرت شیخ **سیّد احمد قادری** رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں

وقت، مقام اور حال کی تفصیلات

حجاباتِ قلبیہ کی اقسامِ اربعہ

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔ آپ جہانگیر کے عہد حکومت میں صدارت کل کے منصب پر فائز تھے۔(مآثر الامراء ۲/۴۵۹)

مکتُوب ۔۸۴

متن حق سبحانہ وتعالیٰ بر جادۂ شریعت استقامت ارزانی داشتہ بہ ہمگی ہمت متوجہ جنابِ قدس خود گردانیدہ مارا بتمام از مابستاند وبکلیّت اِعراض ازمادونِ خود میسر گرداند

ترجمہ: حق سبحانہ وتعالیٰ راہ شریعت پر استقامت عطا فرمائے ہماری ساری ہمت اپنی بارگاہ قدس کی طرف متوجہ کر کے ہمیں اپنے آپ سے رہائی عنایت فرمائے اور ماسوا سے کلی طور پر روگردانی نصیب فرمائے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز دعا فرمارہے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ ہمیں ظاہر وباطن کی فنا اور بقا سے مشرف فرمائے اور ہمارا تزکیہ فرما کر اپنی بارگاہ قدس کی طرف متوجہ رکھے۔ دراصل تزکیۂ نفس کے بغیر وصول الی الحق نہایت دشوار ہے کیونکہ نفس، ذاتی طور پر خبیث ہے اور حق تعالیٰ کی مخالفت وعداوت اس کی جبلت میں شامل ہے جیسا کہ حدیث قدسی عَادِ نَفْسَكَ فَاِنَّهَا اِنْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِيْ سے عیاں ہے۔ نفس کی مجاورت کی وجہ سے دیگر لطائف میں بھی کثافت اور ثقالت آجاتی ہے اس لئے جب تک دیگر لطائف کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ نہیں ہوجاتا اور نفس کی شرارت، شرافت میں اور عداوت، سعادت میں تبدیل نہیں ہوجاتی اس وقت تک

روحانی پرواز اور ماسوا سے نجات نصیب نہیں ہوتی۔ایک بزرگ فرماتے ہیں

تو یوسفی افتادہ در چاہ

یعنی اے سالک تیرے اندر حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی مانند روحانی استعداد تو موجود ہے مگر تو نفس کے کنوئیں میں گر گیا ہے اس لئے پہلے نفس سے رہائی حاصل کر، تاکہ حق تعالیٰ تک تیری رسائی ہو جائے۔حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجابِ خودی حافظا از میاں برخیز

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید دہلوی قدس سرہ' اس مفہوم کو یوں بیان فرماتے ہیں

مظہر طلبی گر بجہان منزل راحت
بگذر تو ز خود در پس این پردہ مقام است

بیّنہ

واضح رہے کہ نفس ،دعوئ الوہیت اور ذاتی خباثت کی بنا پر سالک کے لئے اندرونی چور اور شیطان لعین بیرونی چور کی مانند ہیں نیز شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا[1] سے عیاں ہے۔شیطان لعین ،نفس کی وساطت سے سالک کے خانۂ قلب کو تاراج اور حقیقت سے منحرف کر دیتا ہے لہٰذا جب تک سالک کا تزکیۂ نفس نہ ہو جائے اس وقت تک وساوس نفسانی اور تفرقہ باطنی میں مبتلا رہتا ہے اور جب سالک کا تزکیۂ نفس ہو جاتا ہے تو وہ وساوس درونی اور تسلط شیطانی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

[1] بنی اسرائیل ۵۳

متن ہر چند ہر چہ گفتہ می شود از دوست نہ سخنِ اوست لیکن چون آن سخن را نحوی از مناسَبت باجناب او تعالیٰ وتقدس ثابِت است آن معنیٰ مناسِب را مغتنم شمردہ در آن باب جُرأت و زبان درازی می نماید

ترجمہ: ہر چند جو کچھ دوست کے متعلق کہا جائے اگر چہ وہ اس کا سخن نہیں لیکن اس سخن کو حق تعالیٰ وتقدس کی بارگاہ کے ساتھ قدرے مناسبت ثابت ہے۔ اس لئے اس مناسب معنی کو غنیمت جان کر اس بارے میں جرأت و دلیری کرتا ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ السبحانی رقمطراز ہیں کہ حق تعالیٰ کی معرفت کے ساتھ ہمارے کلام کو کوئی مناسبت نہیں کیونکہ وہ ہمارے وہم و تمثیل و قال و قیل اور حروف و اصوات و الفاظ و ادراک سے وراء ہے لہٰذا ہم اس کی ذات کے متعلق کیا بیان کر سکتے ہیں اور اس کے کمالات کو عیاں کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حق تعالیٰ کے حضور عرض گزار ہیں کہ اے خدایا میں تیری حمد و ثناء کا حق ادا نہیں کر سکتا جس طرح کہ تو نے خود اپنی تعریف کی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ [1] سے واضح ہے۔ غالباً مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ اس مفہوم کو اپنے انداز میں یوں بیان فرماتے ہیں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود

اے برون از وہم و قال و قیل من
خاک بر فرق من و تمثیل من
ہر چہ بگویم ای سند نیست جدا ز نیک وبد
ہم تو بگو بلطف خود بی تو بسر نمی شود

لیکن سالک اعتراف عجز وقصور کے ساتھ حق تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تا کہ تعمیل ارشاد کے ساتھ ساتھ اس کے لئے قلبی شکیب واطمینان اور روحانی پرواز کا باعث ہو۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بندہ نشکیبد ز تصویر خوشت
ہر دمت گوید کہ جانم مفرشت
ہمچو آن چوپان کہ می گفت ای خدا
پیش چوپان محب خود بیا

متن شریعت وحقیقت عینِ یک دیگر اند و در حقیقت از یک دیگر جدا نیستند فرق اجمال وتفصیل است استدلال وکشف است غیبت وشہادت است تعمّل و عدم تعمّل است

ترجمہ: شریعت اور حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ فرق صرف اجمال وتفصیل، استدلال وکشف، غیبت وشہادت اور

تکلف وعدم تکلف کا ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ النورانی رقمطراز ہیں کہ شریعت اور حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں، غیر نہیں ۔شریعت ،صورت ظاہری اور حقیقت، صورت باطنی کا نام ہے۔شریعت،جسم ہے اور حقیقت اس کی روح ہے اس لئے انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ وبدونہا خرط القتاد

البتہ شریعت اور حقیقت کے درمیان فرق اجمال وتفصیل کا ہے۔دراصل جب سالک کی علم الیقین سے حق الیقین تک رسائی ہوجاتی ہے تو اس پر حقیقت منکشف ہوجاتی ہے اوراجمال، تفصیلی طور پر عیاں ہوجاتا ہے۔اجمال کی مثال تخم اور تفصیل کی مثال درخت کی ہے۔

یونہی جب سالک کشف القبور کی بنا پر قبر میں عذاب وثواب کا مشاہدہ کرلیتا ہے تو اس کے استدلالی و اجمالی علوم ومعارف، کشفی اور تفصیلی بن جاتے ہیں ۔ایسے ہی عبادات شرعیہ کی بجاآوری میں جب کسب کی مشقت اور عمل کا تکلف درمیان سے اٹھ جائے اور عبادات عادت ثانیہ اور وجہ قرار وسکون بن جائیں تو سالک کو شریعت کی حقیقت نصیب ہوجاتی ہے۔ وَھُوَالْمَقْصُودُ

بلینہ

واضح رہے کہ بعض صاحبان تزکیۂ نفس جو معارف شرعیہ کی تفصیلات سے تو آگاہ ہوتے ہیں مگر وہ ان تفصیلات کے بیان واظہار سے عاجز ہوتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اس کمال کا حصول عیاں نہیں ہوا ہوتا۔

متن

علامتِ وصول بتحقیقت حق الیقین مطابقت علوم و معارفِ آں مقام است بعلوم و معارف شرعیہ وتاسر موئی مخالفت است دلیل است برعدمِ وصول بتحقیقت الحقائق

ترجمہ: حق الیقین کی حقیقت تک وصول کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم و معارف، شرعی علوم ومعارف کے مطابق ہوجاتے ہیں اور جب تک بال برابر بھی مخالفت ہے حقیقت الحقائق تک عدم وصول کی دلیل ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جب سالک علم الیقین سے گزر کر حق الیقین کے مرتبہ پر فائز المرام ہوجاتا ہے تو اس کے تمام مکشوفات، شریعت کے عین مطابق ہوتے ہیں اور وہ سکر آمیز توحیدی معارف جو علوم شرعیہ سے متصادم ہوتے ہیں وہ مرتبہ ٔحق الیقین تک پہنچنے سے پہلے آتے ہیں۔ اہل طریقت نے علم کے تین مراتب بیان فرمائے ہیں

۱......علم الیقین ۲......عین الیقین ۳......حق الیقین

- ...... **علم الیقین**......اثر سے مؤثر کی طرف استدلال سے عبارت ہے
- ...... **عین الیقین**...... مؤثر کے شہود کو کہتے ہیں۔
- ...... **حق الیقین**......شہود مؤثر کے بعد اوصاف مؤثر سے منعکس اور متصف ہونے کو کہتے ہیں۔ اس مرتبے میں سالک کی برہان، بُرھَان لمّی ہوتی ہے اور اس کا

استدلال مؤثر کی طرف سے ہوتا ہے یعنی فنا اور بقا کے بعد عارف کا علم، حق تعالیٰ کے علم وصفات کا پرتو ہوتا ہے اور عارف، اخلاق الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے۔

صوفیائے کرام اور علمائے ظواہر کے علم الیقین کے درمیان فرق

اہل طریقت نے دو نمایاں فرق بیان فرمائے ہیں:

۞......علمائے ظواہر کے نزدیک اثر اور مؤثر کے درمیان ربط استدلالی ہوتا ہے جبکہ صوفیائے کرام کے ہاں وہ ربط کشفی ہوتا ہے۔

۞......علمائے ظواہر محض مرتبۂ علم الیقین میں ہی ہوتے ہیں اور گرفتار اثر ہوتے ہیں، مؤثر تک ان کی رسائی نہیں ہوتی جبکہ صوفیائے کرام گرفتار مؤثر ہوتے ہیں۔ یعنی اس کے شیدا اور اس کے مشاہدے میں محو ہوتے ہیں اور اثر کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اس مرتبے کا حصول کسی شیخ کامل ومکمل کی بیعت وصحبت اور توجہات قدسیہ پر موقوف ہے۔ بقول شاعر

اگر ندہی بکف دامانِ یارم
گرفتاری بکس دیگر ندارم

بیّنات

۞......واضح رہے کہ جو صوفیاء سیر عروجی میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کی ابھی تک مؤثر تک رسائی نہیں ہوئی وہ بھی مرتبہ علم الیقین میں ہی ہوتے ہیں واللہ اعلم بحقیقۃِ الحال

۞......یہ امر ذہن نشین رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ السبحانی کے نزدیک ممکنات میں اسماء وصفات کا پرتو بواسطہ عدم ہوتا ہے یعنی عدمات متقابلہ میں صفات ثمانیہ کا پرتو پڑتا ہے بعد ازاں زید وبکر کے وجود اور زمین وآسمان وغیرہا میں اس کا

انعکاس ہوتا ہے جبکہ عارف کی ولادت ثانیہ (فناوبقا) کے بعد اسے وجود موہوب حقانی عطا ہوتا ہے۔اس مرتبے میں وجود عارف میں تجلیات کا پرتو عدمات کے واسطہ کے بغیر پڑتا ہے جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ابتدائے آفرینش سے ہی عالم وجوب سے فیوضات وتجلیات کا ورود، عدمات متقابلہ کے بغیر ہوتا ہے۔

۞......وجود انبیائے عظام (علیہم السلام) اورو جود اولیائے کرام (رحمۃ اللہ علیہم) کے درمیان فرق یہ ہے کہ

ا...... حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی ابتدائے خلقت میں تجلیات کا پرتو بے واسطہ عدمات ہوتا ہے جبکہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ابتدائے خلقت میں پر تو صفات بواسطہ عدمات ہوتا ہے اور ولادت ثانیہ کے بعد عدمات متقابلہ کے واسطہ کے بغیر وجود موہوب حقانی پر تو صفات کا مورد ہوتا ہے۔

۲...... انبیائے عظام علیہم السلام کا ہیولائے وجود، تجلیات ہے اور عدم ایک صورت ہے جہاں تجلیات جاگزیں ہوتی ہیں جبکہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ہیولائے وجود، عدم ہے جس میں تجلیات جاگزیں ہوتی ہیں۔

مختصر یہ کہ وجود انبیاء (علیہم السلام) میں عدم ضعیف اور تجلیات قوی ہوتی ہیں اسی بنا پر انبیائے عظام علیہم السلام مَعصُوم عَنِ الْخَطَا ہوتے ہیں جبکہ وجود اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم) میں عدم قوی اور تجلیات ضعیف ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام (رحمۃ اللہ علیہم) معصوم نہیں ہوتے البتہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔

۳...... وجود انبیاء (علیہم السلام) میں تجلیات صفات کا پرتو پڑتا ہے جبکہ وجود اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم) میں تجلیات ظلال صفات کا پرتو پڑتا ہے۔تجلیات صفات اور تجلیات ظلال صفات میں فرق ارباب طریقت سے مخفی نہیں۔

۞......عدمات متقابلہ سے اضداد صفات ثمانیہ مراد ہیں یعنی عدمِ حیات، عدمِ علم،

عدمِ قدرت، عدمِ ارادہ، عدمِ سمع، عدمِ بصر، عدمِ کلام اور عدمِ تکوین ہے۔
۞...... یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ تخلیق عالم سے قبل تجلیات اسماء وصفات کا عدمات کے ساتھ امتزاج، حق تعالیٰ سبحانہ کے علم میں تھا خارجی نہ تھا کیونکہ عدم، وجود خارجی نہیں رکھتا اس کے بعد صفت تخلیق نے اس عدم ممزوج علمی کو وجود خارجی عطا کر دیا۔
واللہ اعلم بالصواب
۞...... حضرت امام ربانی قدس سرہٗ السبحانی رقمطراز ہیں کہ عامۃ الناس میں عدم، زیادہ قوی ہوتا ہے، وہاں تجلیات برائے نام ہوتی ہیں اسی لئے ان میں بشریت وکثافت کا غلبہ ہوتا ہے جبکہ وجود عارف میں تجلیات اس قدر قوی ہوتی ہیں کہ عدم، بتدریج ضعیف اور ناچیز ہوتا جاتا ہے اور عدم کی جگہ تجلیات جانشین وجاگزیں ہوتی جاتی ہیں بناء بریں ان میں نورانیت ولطافت کا غلبہ ہوتا ہے۔ بقول شاعر!

مرا دیگر بجائے من نہ بینی
چو جان آئی بجائے من نشینی
توئی از ہر دو عالم آرزویم
ترا چوں یافتم از خود چہ گویم

وجود عارف میں ضعفِ عدم اور کثرتِ تجلیات کی بنا پر بسا اوقات اس کا سایہ بھی گم ہو جاتا ہے جیسا کہ شمس الہند حضرت سیدنا چنن شاہ نوری دائم الحضوری قدس سرہٗ العزیز تاجدار آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ کے متعلق مشہور ہے کہ آخری عمر میں غلبہء نورانیت وتجلیات وفیوضات کی بدولت آپ کا سایہ نہیں رہا تھا۔ حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم قدس سرہٗ نے اس مفہوم کو اپنے انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

؎ چو فنا در فقر پیرایہ شود
او محمد وار بے سایہ شود

۞ ...... حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز فرماتے ہیں کہ عام صوفیاء کے ظاہر کو عالم خلق اور ان کے باطن کو عالم امر سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ عارف کامل کا ظاہر، تجلیات اسماء وصفات کا مورد ہوتا ہے اور اس کا باطن، تجلیٔ ذات حق سبحانہ کا مہبط ہوتا ہے۔ عالم خلق اور عالم امر، عارف کی ذات اور حقیقت سے مرتفع ہو جاتے ہیں اس کا ظاہر محض لبادۂ بشریت میں ملبوس ہوتا ہے۔ ظاہر بین اور حدت بصر سے محروم لوگ انہیں اپنے جیسا خیال کرتے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں کفار کے قول مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِى الْاَسْوَاقِ [1] سے عیاں ہے۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا!

گر بصورت آدمی انساں بُدے
احمد و بوجہل ہم یکساں بُدے

جبکہ بے دانش اور بے معرفت طبقہ ءجہّال نہیں جانتے کہ افادہ اور استفادہ میں مناسبت طرفین بھی ضروری ہے اور قرابت وجنسیت بھی لازمی ہے تاکہ افاضہ و استفاضہ میں سہولت رہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ نے انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ملائکہ کو مبعوث نہیں فرمایا بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کو لباس بشریت میں بھیجا تاکہ عامۃ الناس ان سے مستفید اور مستفیض ہوسکیں۔

متن وہر خلافیکہ بشریعت در علم و عَمَل از ہر کہ واقع شدہ است از مشائخ طریقت مبنی بر سُکر وقت است وسکر وقت نمی باشد الا در اثناءِ راہ منتہیانِ نہایت النہایۃ

[1] الفرقان ٧

راہمہ صحواست وقت مغلوبِ ایشان ست حال ومقام تابعِ کمال شان بیت

صوفی ابن الوقت آمد در مثال
لیک صافی فارغ است از وقت وحال

ترجمہ: اور مشائخ طریقت میں سے جس کسی سے بھی علم وعمل میں جو بات خلاف شریعت واقع ہوئی ہے وہ سکر وقت پر مبنی ہے اور سکر وقت دوران راہ میں ہی واقع ہوتا ہے نہایت النہایت کے منتہیوں کے لئے سب صحو ہے۔ وقت ان کا مغلوب اور حال ومقام ان کے کمال کے تابع ہے۔ صوفی عالمِ مثال میں ابن الوقت ہوتا ہے لیکن صافی وقت وحال سے فارغ ہوتا ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز یہاں اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ دوران سلوک، خلاف شرع اقوال وافعال کا صدور غلبۂ حال اور سکر وقت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ منتہی صوفیاء، مرتبۂ صحو پر فائز المرام ہونے کی وجہ سے ابو الوقت ہوتے ہیں اس لئے وہ سکر آمیز کلمات اور شطحیات سے اجتناب کرتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند اصطلاحات طریقت کی وضاحت کردی جائے تا کہ فہم مکتوب میں آسانی رہے۔

وقت

فاضل اجل حضرت علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ وقت کی تعریف کے

متعلق رقمطراز ہیں

اَلْوَقْتُ عِبَارَۃٌ عَنْ حَالِكَ فِیْ زَمَانِ الْحَالِ لَا تَعَلُّقَ لَهٗ بِالْمَاضِیْ وَلَا بِالْمُسْتَقْبِلِ [1] یعنی وقت، زمانۂ حال میں سالک کے حال سے عبارت ہے جس کا تعلق نہ ماضی سے ہوتا ہے نہ زمانۂ استقبال سے۔

✿...... حجۃ الکاملین سند الواصلین حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں کہ

وقت ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں سالک کے قلب پر فیضان وارد ہوتا ہے اور اس کا باطن اس طرح مجتمع ہو جاتا ہے کہ حالت کشف میں اسوقت اسے نہ گذشتہ کی یاد آتی ہے نہ آئندہ کا خیال بلکہ وہ ماضی اور مستقبل دونوں سے فارغ اور بے نیاز ہو جاتا ہے اور حال کی فکر وقدر میں محو ہو جاتا ہے اور اسے ہی غنیمت جانتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی [2] اس کی طرف مشیر ہے۔

✿...... حضرت خواجہ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وقت عزیز کو صرف عزیز کام میں ہی صرف کرنا چاہئے اور عزیز ترین چیز بین الماضی والمستقبل ہے۔

✿...... ایک صاحب وقت فرماتے ہیں کہ ہمیں حق تعالیٰ سبحانہ کی طرف سے ایسا حظ نصیب ہوتا ہے کہ اگر اس دوران ماضی و مستقبل کی طرف متوجہ ہوں تو اس سے محجوب ہو جائیں چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ (یعنی مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت مشاہدہ نصیب ہوتا ہے جب میرے ساتھ نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی ہے نہ کسی نبی مرسل کی) یعنی اس وقت خاص میں اٹھارہ ہزار عالم کا نہ میرے قلب اطہر پر گزر ہوتا ہے اور نہ اس کی میری نظر میں کوئی وقعت ہوتی ہے۔

---

[1] کتاب التعریفات ۱۱۵ [2] طٰہٰ ۴۰

یہی وجہ ہے کہ شب معراج جب زمین وآسمان کی زیب وزینت آپ کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے دیدار الٰہی میں استغراق کے باعث کسی چیز کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے فرمایا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے عزیز تھے اور آپ نے عزیز چیز کو عزیز چیز کے سوا کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد

مختصر یہ کہ موحّد کے دو وقت ہوتے ہیں ایک حالِ فقد دوسرا حالِ وجد، یعنی ایک محل وصال ہے اور ایک محل فراق ہے مگر موحّد ان دونوں حالتوں میں مقہور ہوتا ہے کیونکہ وصل میں وصل حق ہوتا ہے اور فصل میں فراق بحکم حق ہوتا ہے۔ خود اس کے اپنے اختیار اور اکتساب کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا کہ اسکا وصف بیان کر سکے۔ جب دست اختیار الگ کر دیا جائے تو بندہ جو کچھ کرتا یا دیکھتا ہے وہ وقت کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ [1]

مقام

یہ مصدر بمعنی اقامت ہے جیسے مدخل بمعنی ادخال اور مخرج بمعنی اخراج۔

حضرت سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ مقام کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اَلْمَقَامُ عِبَارَۃٌ عَنْ اِسْتِیفَاءِ حُقُوْقِ الْمَرَاسِمِ عَلَی التَّمَامِ [2] یعنی سالک کا اپنے مطلوب کے ادائے حقوق کیلئے بھرپور کوشش کرنا مقام کہلاتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں کہ طالب کا حقوق مطلوب کو شدت اجتہاد اور صحت نیت کے ساتھ ادا کرنا مقام ہے۔ ہر طالب کے لئے ایک مقام ہوتا ہے جو اس کے ابتدائے طلب کا سبب ہوتا ہے۔ ہر چند کہ طالب ہر مقام

---

[1] کشف المحجوب [2] کتاب التعریفات ۱۱۵

سے بہرہ یاب ہوتا اور ہر مقام سے گزرتا ہے مگر اسکا قرار ایک مقام پر ہی ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ سے واضح ہے۔ چنانچہ مقام آدم (علیہ السلام) توبہ ہے، مقام نوح (علیہ السلام) زہد ہے، مقام ابراہیم (علیہ السلام) تسلیم ہے، مقام موسیٰ (علیہ السلام) انابت ہے، مقام داوٗد (علیہ السلام) حزن ہے، مقام عیسیٰ (علیہ السلام) رجا ہے، مقام یحییٰ (علیہ السلام) خوف ہے اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ذکر ہے۔ اگرچہ ان مقدس حضرات انبیائے کرام (علیہم السلام) کی سیر ہر مقام پر تھی لیکن ہر ایک کا رجوع ان کے اصل مقام کی طرف ہی تھا۔ [1]

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ تصوف وطریقت کے مقامات میں سب سے پہلا مقام، مقام توبہ ہے اور آخری مقام رضا ہے۔ کل دس مقام ہیں جن کو مقامات عشرہ کہا جاتا ہے۔

بینہ نمبر ۲:

سالک بغیر تکمیل کے اگلے مقام تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا یعنی توبہ کے بغیر انابت اور انابت کے بغیر زہد اور زہد کے بغیر توکل......الیٰ آخرہ......دیگر مقامات تک رسائی نصیب نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

حال

فاضل اجل حضرت علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ حال کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

اَلۡحَالُ هُوَ مَا يَرِدُ عَلَى الۡقَلۡبِ مِنۡ غَيۡرِ تَعَمُّدٍ وَلَا اجۡتِلَابٍ [2]

---

[1] کشف المحجوب [2] کتاب التعریفات ۱۱۵

یعنی حال وہ کیفیت ہے جو بغیر ارادہ اور جہد واجتلاب کے قلب پر وارد ہوتی ہے۔

۞......حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز حال کے متعلق رقمطراز ہیں کہ حال وہ کیفیت ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے دل پر وارد ہوتی ہے۔ اسے نہ اپنی کوشش سے روکا جاسکتا ہے اور نہ ہی بتکلف اسے وارد کیا جاسکتا ہے۔

۞......حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ حَتّٰی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً کی تشریح کرتے ہوئے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے احوال میں ہر وقت بلند تر ہوتے رہتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی [1] سے عیاں ہے۔ لہٰذا جب آپ ایک حال سے ترقی فرما کر دوسرے حال میں جاتے تو بسا اوقات آپ کی نگاہ مبارک پہلی حالت پر پڑ جاتی تو آپ کو ایسا معلوم ہوتا کہ بعد کی حالت پہلی حالت کے لئے بادل کا کام کرتی ہے۔[2]

حال کے متعلق صوفیاء کرام کی آراء

مشائخ طریقت کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

۞......حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین دوام حال کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ محبت، شوق، قبض اور بسط یہ سب احوال ہیں۔

۞......سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہمنوا دوام حال کو جائز نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں اَلْاَحْوَالُ کَالْبُرُوْقِ فَاِنْ بَقِیَتْ فَحَدِیْثُ النَّفْسِ یعنی احوال بجلیوں کی مانند ہوتے ہیں جنہیں دوام نہیں ہوتا ان کے دوام کا تصور حدیث نفس ہے۔

---

[1] الضحیٰ ۴ [2] رسالہ قشیریہ

✿......بعض مشائخ فرماتے ہیں اَلْحَالُ سُکُوْتُ اللِّسَانِ فِیْ فُنُوْنِ الْبَیَانِ یعنی صاحب حال کی زبان بیان حال سے ساکت اور عاجز ہے البتہ اس کا معاملہ اس کی حقیقت حال سے عیاں ہوتا ہے اسی لئے کہاجاتا ہے اَلسُّوَالِ عَنِ الْحَالِ مُحَالٌ یعنی حال کا بیان کرنا محال ہے کیونکہ حال فنائے مقال ہے۔

وقت، حال اور مقام کے درمیان فرق

وقت حال کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ صفائی وقت حال سے میسر آتی ہے اور اسی سے اسکا قیام ہوتا ہے۔

◉ ......جب صاحب وقت، صاحب حال ہو جاتا ہے تو تغیر اس سے منقطع ہو جاتا ہے اور وہ اپنے وقت میں مستقیم ہو جاتا ہے۔

◉ ......صاحب وقت، غافل ہوسکتا ہے لیکن صاحب حال غافل نہیں ہوتا۔

◉ ......وقت بے حال زوال پذیر ہوتا ہے۔

◉ ......صاحب وقت کبھی مشاہدۂ حق سے محروم ہوتا ہے اور کبھی مشاہدۂ حق میں محو ہوتا ہے۔

◉ ......صاحب حال کیلئے حجاب اور مشاہدے کا عالم برابر ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ محل مشاہدہ پر فائز ہوتا ہے۔

◉ ......جب حال مداومت سے ملکہ بن جاتا ہے تو اس کو مقام کہتے ہیں۔

◉ ......مقام، سالک کیلئے مجاہدہ وریاضت کا ثمرہ ہوتا ہے کیونکہ مقام جملہ اعمال سے ہے۔

◉ ......حال بغیر مجاہدہ وریاضت کے محض فضل حق کا مظاہرہ ہوتا ہے کیونکہ حال جملہ افضال سے ہے۔

◉ ......مقام جملہ مکاسب سے ہے

◉ ......حال محض مواھب سے ہے

◉ ......صاحب مقام اپنے مجاہدہ سے برقرار ہوتا ہے۔

◉ ......صاحب حال اپنی ذات سے بے خبر اس کیفیت سے سرشار ہوتا ہے جو حق تعالیٰ اس کے قلب میں پیدا فرماتا ہے۔

◉ ......صاحب مقام اپنے مکان پر متمکن ہوتا ہے

◉ ......صاحب حال اپنے مقام سے ترقی کرتا رہتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام صاحب وقت تھے کہ ایک وقت میں ان کی آنکھیں غم فراق سے سفید ہوگئیں اور دوسرے وقت میں مسرت وصال سے بینا ہوگئے۔ کبھی تو گریہ سے بابل کی طرح ہوجاتے اور کبھی نالہ سے ریشۂ قلم کی مانند ہوجاتے۔ کبھی تیغ الم سے جرح ناک تھے اور کبھی عیش ولذت سے فرح ناک۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحب حال تھے۔ نہ فراق پر نظر تھی کہ جرحناک ہوتے نہ وصال پر کہ فرحناک ہوتے۔ ستارے، ماہتاب اور آفتاب سب مددگار حال تھے مگر آپ رؤیت میں سب سے فارغ البال تھے۔ ہر چیز میں مشاہدۂ حق ملاحظہ فرمارہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ

بینہ نمبرا:

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں کہ حجاب کی دو قسمیں ہیں

۱......حجاب رینی ۲......حجاب غینی

حجاب رینی

رین زنگ کو کہتے ہیں یہ قلب پر ایسا حجاب ہوتا ہے جو کفر وضلالت کی وجہ سے آتا ہے عربی میں رین، ختم اور طبع سب کے ایک ہی معنی ہیں جیسا کہ ارشادات باری تعالیٰ

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ[۱] ..... خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ[۲] اور طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ[۳] سے عیاں ہے۔ یہ ایسا حجاب ہوتا ہے جو ہرگز نہیں اٹھتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ[۴] سے ظاہر ہے۔

صرف ایمان ہی اس حجاب کے ارتفاع کا باعث ہوتا ہے جو کفار کو ازلی شقاوت اور قلبی قساوت کی وجہ سے نصیب نہیں ہوتا۔ کفار میں سے جو لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے ہیں وہ علم الٰہی میں مومن ہی ہوتے ہیں اس حجاب کو حجاب ذاتی بھی کہا جاتا ہے۔

حجاب غینی

غین تاریکی کو کہتے ہیں یہ قلب پر ایسا حجاب ہے جو استغفار کرنے سے اٹھ جاتا ہے اسے حجاب صفتی بھی کہتے ہیں یہ دو طرح کا ہوتا ہے

۱..... حجاب غلیظ ۲..... حجاب خفیف

حجاب غلیظ

یہ ایسا حجاب ہوتا ہے جو غافلین اور کبائر کے مرتکبین کے قلوب پر آتا ہے۔ اس حجاب کے لئے توبہ ضروری ہے۔

حجاب خفیف

یہ ایسا حجاب ہوتا ہے جو ولی اور نبی (علیہ السلام) سب کے قلوب پر آسکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ[۵] یعنی میرے قلب اطہر پر بھی خفیف سا پردہ آجاتا ہے تو بلاشبہ میں روزانہ سو بار استغفار کرتا ہوں۔ اس قسم کے حجاب کے لئے حق تعالیٰ کی طرف رجوع درکار ہے۔

---

[۱] المطففین ۱۴ [۲] البقرہ ۷ [۳] التوبہ ۹۳ [۴] البقرہ ۶ [۵] صحیح مسلم باب استحباب الاستغفار والاستکثار ص ۳۴۶

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ توبہ کا معنی معاصی سے بندگی کی طرف لوٹنا ہے اور رجوع کا مطلب اپنے آپ سے حق تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ توبہ جرم سے ہوتی ہے۔ عامۃ الناس کا جرم حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے جبکہ دوستان حق کے نزدیک جرم اپنی ہستی کا احساس ہے۔ اگر کوئی شخص معصیت کو ترک کر کے راہ راست اختیار کرے تو اسے تائب کہتے ہیں اور اگر کوئی صواب سے اصوب اور خوب سے خوب تر کی طرف رجوع کرے تو اسے آئب کہتے ہیں۔

۞......سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے رین اور غین کے معنی میں لطیف اشارہ بیان فرمایا ہے اَلرَّيْنُ مِنْ جُمْلَةِ الْوَطَنَاتِ وَالْغَيْنُ مِنْ جُمْلَةِ الْخَطَرَاتِ یعنی رین وطنات کے قبیل سے ہے اور غین خطرات کی قسم سے ہے۔ وطن مستقل اور پائیدار ہوتا ہے اور خطر (وسوسہ) عارضی ہوتا ہے۔ رین کی مثال پتھر کی سی ہے کہ دنیا بھر کے آئینہ ساز پتھر کو آئینہ نہیں بنا سکتے کیونکہ ظلمت اور تاریکی پتھر کی اصل ہے اور غین کی مثال آئینہ کی ہے اگر آئینہ زنگ آلود ہو جائے تو اسے صیقل بنایا جا سکتا ہے کیونکہ آئینہ کی اصل روشنی ہے۔[1]

⊙......حضرت امام ابو نصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ رین اور غین کے متعلق اللمع فی التصوف میں رقمطراز ہیں کہ حجاب قلب کی چار اقسام ہیں

۱...... ختم اور طبع یہ حجاب کفار کے دلوں پر ہوتا ہے۔

۲...... رین اور قسوۃ حجاب کی یہ قسم منافقین کے دلوں پر چھا جاتی ہے۔

۳......صدأ اور غشاوۃ یہ مومنوں کے دلوں کے لئے ہے۔

۴......غین یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس کیلئے ہے جیسا کہ ایک ضعیف

---

[1] کشف المحجوب

حدیث میں وارد ہے اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِىْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِى الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ یعنی میرے قلب انور پر بادل چھا جاتے ہیں تو میں دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ قلب اقدس پر بادل چھانے کی مثال آئینہ کی سی ہے کہ جب آئینہ دیکھنے والا اس کے سامنے سانس لیتا ہے تو آئینہ ہلکا سا دھندلا جاتا ہے مگر چند لمحوں کے بعد پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ بھی واضح رہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو مسلم حاضرین کے کفر کی نجاستوں اور گناہوں کی غلاظتوں کو توجہات قدسیہ کے ذریعہ صاف فرماتے ہونگے تو ممکن ہے کہ بعض اوقات دوران تزکیہ وتصفیہ نجاستوں اور آلائشوں کے اثرات آپ کے قلب انور پر پڑ جاتے ہوں جسے آپ نے غین سے تعبیر فرمایا جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اس قسم کے مفہوم کو ادا کرتے ہوئے ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

نجاسات معنویہ مرید را پیر است کہ بقلب و روح خود کناسی می نماید و تطہیر اشکنبہ او می فرماید در توجہات کہ نسبت بہ بعضی مسترشدان واقع می شود محسوس می گردد کہ در تطہیر باطنیہ ایشان تلوّثی بصاحب توجہ نیز می دود تا زمانی مکدر می دارد یعنی پیر ہی تو ہے جو اپنے قلب وروح سے معنوی نجاستوں کی صفائی کرتا ہے اور اس کے باطنی حصوں کو پاک و صاف کرتا ہے ان توجہات میں جو کہ بعض مریدوں کی نسبت واقع ہوتی ہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی باطنی آلائشوں کی تطہیر میں ایک گونہ تلوث (آلودگی) خود صاحب توجہ تک سرایت کر جاتا ہے اور اسے ایک عرصے تک مکدر (گدلا) رکھتا ہے۔[1]

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک غین مضغہ گوشت پر آتا ہے

---

[1] مبداء و معاد منہا ۳۸

قلب کی حقیقت جامعہ پر نہیں آتا کیونکہ حقیقت جامعہ کلیۃً غین سے آزاد ہوچکی ہے چنانچہ آپ رقمطراز ہیں: عروضِ غین بر مضغہ است نہ بر حقیقت جامعہ کہ او بکلیۃ از غین برآمدہ است [۱]

✿......بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر غین کا واقع ہونا ناممکن ہے اس لئے کہ آپ کے قلب مبارک پر کوئی مخلوق چیز لاحق نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کا قلب مبارک رؤیت حق کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ ارشاد ربانی مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی سے عیاں ہے۔ [۲] وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ

صوفی اور صافی

لفظ صوفی کے متعدد معانی بیان کرنے کے بعد حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہُ العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ

صفا جملہ امور میں محمود ہے اس کا ضد کدر ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ذَهَبَ صَفْوُ الدُّنْيَا وَبَقِيَ كَدَرُهَا (دنیا کی صفائی جاتی رہی اور میل و کدورت باقی رہ گئی) سے عیاں ہے۔ اشیاء کے لطیف حصے کو صفا اور کثیف کو کدر کہتے ہیں اور صفا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفت ہے جوامت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے پہلے صوفی ہیں۔

اِنَّ الصَّفَا صِفَةُ الصِّدِّيْقِ ...... اِنْ اَرَدْتَ صُوْفِيًّا عَلَى التَّحْقِيْقِ

صفا کی اصل بھی ہے اور فرع بھی۔ اسکی اصل یہ ہے کہ سالک کا قلب اغیار سے خالی ہو اور اس کی فرع یہ ہے کہ قلب مکار وغدار دنیا سے منقطع ہو اور یہ دونوں صفات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

---

[۲] مبداء ومعاد منہا ۱۳ [۳] اللمع فی التصوف

چونکہ سالک کے ظاہری اطوار، اخلاق ومعاملات درست اور صاف ہوتے ہیں اور وہ باطنی عیوب اور قلبی آفات سے بری ہوتا ہے اس لئے اسے صوفی کہتے ہیں۔

نیز آپ رقمطراز ہیں اَلصِّفَاءُ وِلَایَۃٌ لَھَا اٰیَۃٌ وَّ رِوَایَۃٌ وَالتَّصَوُّفُ حِکَایَۃٌ لِلصِّفَاءِ بِلَا شِکَایَۃٍ یعنی صفائے قلب ولایت ہے جس کی ایک علامت اور روایت ہے اور تصوف بلاشبہ صفائے باطن کی حکایت ہے۔

اہل صفا کی تین اقسام ہیں

۱......صوفی ۲......متصوّف ۳......مستصوف

✿......صوفی وہ ہے جو اپنی ذات سے فانی اور حق تعالیٰ سے باقی ہو۔

✿......متصوّف وہ ہے جو اپنے آپ کو صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی عادات وصفات اور اخلاق واحکام کا تکلف کے ساتھ پابند بنائے۔

✿......مستصوف وہ ہے جس نے فقط دنیوی مال ومنال اور جاہ وحشمت کے حصول کیلئے درویشی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہو چنانچہ مشائخ طریقت فرماتے ہیں اَلْمُسْتَصُوِفُ عِنْدَ الصُّوْفِیَۃِ کَالذُّبَابِ وَعِنْدَ غَیْرِھِمْ کَالذِّیَابِ یعنی مستصوف صوفیاء کے نزدیک مکھی کی مانند ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کے نزدیک حریص بھیڑیے کی طرح ہوتا ہے۔

✿......صوفی صاحبِ وصول ہوتا ہے ......متصوّف صاحبِ اصول ہوتا ہے ......جبکہ مستصوف صاحبِ فضول کو کہتے ہیں۔

✿......صوفی اور صافی کے متعلق ایک بزرگ فرماتے ہیں مَنْ صَفَاہُ الْحُبُّ فَھُوَ صَافٍ وَمَنْ صَفَاہُ الْحَبِیْبُ فَھُوَ صُوْفِیٌ یعنی جسے محبت الٰہی مصفّا کردے وہ صافی ہے اور جسے محبوب حقیقی صاف کردے وہ صوفی ہے۔

✿......حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک صوفی، وقت اور حال کا تابع

ہوتا ہے جیسا کہ بیٹا باپ کے تابع ہوتا ہے اس لئے وقت اور حال سے مغلوب ہونے کی وجہ سے اس سے سکر یہ کلمات کا صدور وظہور ہو جاتا ہے۔ غالبًا اس قسم کے صوفی کو ابن الوقت بھی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ حالات وواقعات سے متاثر ہو جاتا ہے۔

۞......صافی وقت اور حال سے فارغ اور بے نیاز ہوتا ہے۔ وہ وقت اور حال پر غالب ہوتا ہے اور مستقیم الاحوال ہونے کی وجہ سے وہ مبہم کلمات اور شطحیات سے اجتناب واحتراز کرتا ہے۔ اس قسم کے کامل سالک کو ابوالوقت کہتے ہیں جیسا کہ شب معراج طیِ زماں، شقِ قمر اور ردِّ شمس سے عیاں ہے۔

ابوالوقت سالکین، حالات وواقعات سے مغلوب ومتاثر نہیں ہوتے بلکہ عامۃ الناس کے مزاج، سماج اور ماحول میں انقلاب پیدا کر کے اسلامی معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

بقول اقبال مرحوم

ع حالات کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و کرامات وتصرفات ان کے ابوالوقت ہونے پر شاہد ہیں۔

خواجۂ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، خواجۂ خواجگان بلاگردان حضرت شاہ نقشبند بخاری اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور ناز میں ارمغان نیاز پیش کرتے ہوئے یوں گویا ہیں

ابوالوقتِ دو عالم قطب ارشاد
بہاؤالدین کہ شد دین از وی آباد

دفتر اوّل مکتوب ۸۵

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میرزا فتح اللہ حکیم رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

حق تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب نماز میں نصیب ہوتا ہے

مجلسِ اُمراء سے اِجتناب کرنے اور صحبتِ صُلحاء اِختیار کرنے کا بیان

خشوع کی اہمیت

مکتوب - ۸۵

متن آدمی را ہمچنانکہ از درستی اعتقادات چارہ نیست از اتیانِ اَعمالِ صالحہ نیز چارہ نیست

ترجمہ: آدمی کے لئے جس طرح عقائد درست کرنے سے چارہ نہیں اسی طرح اعمال صالحہ بجالانے بھی ضروری ہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اپنے عقائد کو علمائے اہلسنت کے عقائد کے مطابق درست کرنے اور اعمال صالحہ بجالانے کی تلقین فرمارہے ہیں۔ اہلسنت و جماعت، امت محمدیہ اور ملت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کی سب سے بڑی وحدت اور واضح اکثریت کا نام ہے جن کے عقائد کتاب وسنت کی روشنی میں صحابہ کرام، اہلبیت عظام، سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی تحقیقات کے عین مطابق ہیں۔ لہٰذا ان بزرگان دین کی متابعت کے بغیر نجات کا تصور بھی ناممکن ہے کیونکہ یہی ناجی گروہ اور انعام یافتہ لوگ ہیں اور انہی حضرات کے طریقہ کو صراط مستقیم فرمایا گیا ہے جس پر استقامت گزیں ہونے کی تلقین فرمائی گئی ہے جبکہ مغضوب اور گمراہ لوگوں کے رستہ سے باز رہنے کی دعا سکھلائی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ [1] سے عیاں ہے۔

جبکہ غیر مقلدین ان بزرگان دین کی تحقیقات کو مشکوک سمجھ کر اپنی عقلِ ناتمام اور تحقیق خام پر ہی اعتماد کرتے ہیں اس لئے راہ راست سے ہٹ گئے ہیں ضلّوا فاضلّوا

متن جامع ترین عبادات ومقرِّب ترین طاعات اداء صلوٰۃ است

ترجمہ: تمام عبادتوں میں سب سے جامع عبادت اور طاعتوں میں سب سے زیادہ قرب دینے والی طاعت، نماز کا ادا کرنا ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نماز کو جامع العبادات قرار دے کر قرب حق کا سب سے مؤثر ذریعہ قرار دے رہے ہیں۔ دراصل نماز ارکان خمسہ کی جامع ہے یعنی شہادتین، روزہ، زکوٰۃ اور حج اجمالی طور پر نماز کے اندر درج ہیں مثلاً حالت تشہد میں نمازی حق تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت ورسالت کی گواہی دیتا ہے جسے شہادتین کہتے ہیں جو ایمان کا رکن اول ہے، حالت صلوٰۃ میں نمازی خورد ونوش سے باز رہتا ہے جو روزہ کی بنیادی شرط ہے، نماز میں کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہونا حج کی تمثال ہے، یونہی پاکیزہ لباس پہن کر نماز ادا کرنا زکوٰۃ کی مثال ہے۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ نماز کو دین وایمان کا ستون قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ [2] سے واضح ہے نیز جملہ عبادات

---

[1] الفاتحہ ۶، ۷ [2] کنز العمال ۸/۴

وطاعات کی نسبت نمازی کو حالت نماز میں حق تعالیٰ کا قرب سب سے زیادہ نصیب ہوتا ہے وَهُوَ الْمَقْصُودُ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ[1] اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَلسَّاجِدُ يَسْجُدُ عَلٰى قَدَمِيِ اللّٰهِ[2] سے عیاں ہے۔

نماز کے جامع العبادات ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایمان کی مانند حسن لذاتہٖ ہے جبکہ دیگر ارکان حسن لذاتہٖ نہیں بلکہ حسن لغیرہٖ ہیں جیسا کہ جہاد میں قتل انسانیت، روزہ میں تکلیفِ نفس اور زکوٰۃ میں اخراج مال ہوتا ہے جو ذاتی طور پر محمود نہیں مگر نماز ذاتی طور پر محمود ہے کیونکہ اس میں تعظیمِ منعم (حق تعالیٰ) ہے۔

بلینہ:

بعض صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک سالک کو سب سے زیادہ قرب حق حالت روزہ میں نصیب ہوتا ہے جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے نزدیک حق تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا موقف ہی اصوب اور افضل معلوم ہوتا ہے جو فرمودات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے مؤید ہے ارشاد نبوی علیٰ صاحبها الصلوات والتسلیمات ہے اَقْرَبُ مَايَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي الصَّلٰوةِ[3] یعنی بندہ کو رب تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے۔

ایک روایت میں یوں ہے اَقْرَبُ مَايَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ[4] یعنی بندہ کو حق تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب حالت سجدہ میں نصیب ہوتا ہے

---

۱ العلق ۱۹ ۲ ۳ ۴ صحیح مسلم باب مایقال فی الرکوع والسجود

متن صلوٰتی کہ نہ چنین است صورتِ صلوٰۃ است حقیقت ندارد ولیکن تا زمانِ حصول حقیقت صورت را از دست نمی باید داد

ترجمہ: جو نماز ایسی نہیں ہے وہ صورت نماز ہے حقیقت نہیں ہے لیکن جب تک حقیقت کا حصول نہیں ہو جاتا، صورت کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' پابندی نماز کی تلقین فرما رہے ہیں کہ سالک تزکیۂ نفس کے بعد حقیقت نماز سے شادکام ہوتا ہے اس سے قبل اسے صورتِ نماز ہی ادا کرتے رہنا چاہئے تاکہ معاملہ صورت سے گزر کر حقیقت تک پہنچ جائے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

بیّنات

۞..... جب سالک ادائے صلوٰۃ پر استقامت اور مداومت کرتا ہے تو بالآخر اسے فواحش ومنکرات سے چھٹکارا نصیب ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرْ [1] سے واضح ہے۔

بقول اقبال مرحوم

لا الہ باشد صدف گوہر نماز قلب مسلم را حج اصغر نماز
در کف مسلم مثال خنجر است قاتل فحشاء و بغیِ و منکر است

---

[1] العنکبوت ۴۵

۞......واضح رہے کہ جب نماز ارکان مخصوصہ سے عبارت ہے جو اسے ادا کرتا ہے تو گویا وہ حقیقت نماز ہی ادا کرتا ہے لہٰذا صورت نماز اور حقیقت نماز میں امتیاز کیا ہوگا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ نفس امارہ ذاتی عداوت اور عدم رغبت کی وجہ سے منکر عبادت ہے۔ نمازی کو ایمان قلبی تو نصیب ہوتا ہے مگر اس کا نفس دولت ایمان سے محروم ہوتا ہے اس لئے نفسانی وسواس اور اندرونی خطرات کی بنا پر اسے حضور صلوٰۃ نصیب نہیں ہوتا لہٰذا اس کی نماز صورت نماز ہی ہوگی بقول شاعر

بر زبان تسبیح و دل در گاوٴ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

جب عارف کو تزکیۂ نفس کے بعد حقیقت صلوٰۃ کا مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے تو حجابات اٹھ جاتے ہیں، عالم وجوب کا مشاہدہ ہوتا ہے اب اس کی نماز، حقیقت صلوٰۃ کا درجہ حاصل کر لیتی ہے اور حالت نماز میں اسے معراج نصیب ہوتا ہے جیسا کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ سے عیاں ہے۔ جانشین امام ربانی عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز نے حقیقت صلوٰۃ کی محبوبیت کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے

چکد مُشکِ تر از دستم کہ آن گیسو بدست افتاد
دَمَد صبح از گریبانم گر آن مہ درکنار آید

۞......حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے والد بزرگوار مخدوم حضرت شیخ عبدالاحد چشتی قدس سرہٗ اپنے رسالہ ''اسرار تشہد'' میں التحیات للّٰہ کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔
مؤمن کی معراج نماز ہے اور نماز کا آخر قعدہ پر ہے اور قعدہ میں اس مبارک مکالمہ کو رکھا گیا ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں مکالمہ کی ابتدا کی ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومن کی نہایت آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے مقام کی بدایت ہے اور اس کا سر زیر اقدام آنحضرت اور اس بات کا اشارہ ہے کہ مومن کی معراج کی انتہا وصول بہ حضرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور رسول اللہ کی معراج کی انتہا بارگاہ رب العلیٰ ہے۔ لہٰذا نمازی کو بعد از تشہد درود پڑھنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

درود از حضرتش بر جانِ آں کس — کہ نامد مثل او اندر جہاں کس
مرفہ انبیاء در زیر جاہش — مشرف اولیاء از خاک راہش
دریں عالم ہر آنکو برتری یافت — ز خاکِ درگہِ او سروری یافت[1]

✿......حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ کام کا دار و مدار قلب پر ہے اگر قلب غیر حق کے ساتھ پھنسا ہوا ہے تو خراب اور ابتر ہے محض ظاہری اعمال اور رسمی عبادات سے کوئی کام نہیں بنتا۔ قلب کو غیر حق سبحانہ کی طرف التفات کرنے سے بچانا اور اعمال صالحہ بدنیہ جس کے بجالانے کا حکم شریعت مطہرہ نے دیا ہے یہ دونوں امور لازم ہیں۔ بدنی اعمال صالحہ بجالائے بغیر سلامتی قلب کا دعویٰ باطل ہے۔ جس طرح اس دنیا میں بغیر بدن کے روح کا ہونا متصور نہیں اسی طرح بدنی اعمال صالحہ کے بغیر قلب کے احوال کا حصول محال ہے۔ بہت سے ملحد اس زمانے میں اس قسم کے دعوے کرتے ہیں نجانا اللہ سبحانہ عن معتقداتھم السوء بصدقة حبیبه علیه الصلوٰة والسلام والتحیة[2]

✿......جس سالک اور عارف کو نماز میں مشاہدہ نصیب نہیں ہوتا عشاق کے نزدیک اس کی نماز واجبُ الاعادہ ہے۔ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہُ العزیز نے کیا خوب فرمایا!

آنکس کہ در نماز نہ بیند جمال دوست
فتویٰ ہمی دہم کہ نمازش قضا کند

---

[1] حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ۸۹ [2] دفتر اول مکتوب ۳۹

⚝...... جب حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سے دورانِ نماز تصور شیخ کا غلبہ ہونے کے متعلق استفسار کیا گیا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

اے محبت کے نشان والے! طالبانِ حق جلّ وعلا اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں مگر ہزاروں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کیفیت والا شخص صاحبِ استعداد اور کامل المناسبت ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ وہ شیخ مقتدا کی تھوڑی سی صحبت سے اس کے جمیع کمالات کو جذب کر لے رابطہ را چرا نفی کنندکہ او مسجود الیہ ست نہ مسجود لہ چرا محاریب و مساجد را نفی نکنند یعنی رابطہ (تصور شیخ) کی نفی کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ مسجود الیہ ہے نہ کہ مسجود لہ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔[1]

⚝...... حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز فرماتے ہیں کہ فرض نماز میں جن تجلیات اصلیہ کا ورود اور مراتب وجوب کا شہود ہوتا ہے وہ نوافل میں نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ جب نماز فرض کا وقت شروع ہو جاتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو یَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِهَا[2] کہہ کر اقامت صلوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے۔

⚝...... حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کی خدمت اقدس میں کسی مبتدی سالک نے حالت نماز میں وساوس و خطرات کی شکایت کی تھی جس پر آپ نے اسے تسلی دیتے ہوئے سببِ مجاہدہ اور کثرتِ ثواب قرار دیا تھا ورنہ منتہی صوفیاء مشاہدہ یار میں اس قدر محو اور مستغرق ہوتے ہیں کہ وہاں وسوسوں کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

⚝...... حضرت معشوق طوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک مجذوب بزرگ تھے علمائے کرام نے باصرار انہیں نماز میں کھڑا کر دیا جب وہ دوران تلاوت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ[3] پر پہنچے تو خجالت اور انفعال کی بنا پر ان کے ہر ہر بال سے خون جاری ہو گیا۔ استفسار پر از راہ عجز وانکسار قول و فعل کے تضاد کو اس کا سبب قرار دیا جیسا کہ ارشاد

---

[1] دفتر دوم مکتوب ۳۰ [2] مشکوٰۃ ۱۱۱ [3] الفاتحہ ۴

ربانی لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ[1] سے عیاں ہے۔

﴿﴾ ...... مختصر یہ کہ حقیقت صلوٰۃ میں جن تجلیات کا ورود اور حقائق کا انکشاف ہوتا ہے صورتِ نماز ان سے یکسر خالی ہوتی ہے۔

ع کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

متن

فَعَلَيْكُمْ بِمُوَاظَبَةِ اَدَاءِ الصَّلَوَاتِ مَعَ الْجَمَاعَاتِ مَعَ الْخُشُوْعِ وَالْخُضُوْعِ فَاِنَّهَا سَبَبُ النَّجَاتِ وَالْفَلَاحِ

ترجمہ: پس تم پر لازم ہے کہ (فرض) نمازوں کو خشوع وخضوع کے ساتھ باجماعت ادا کریں کیونکہ یہ نجات اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نماز فرض باجماعت اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنے کی نصیحت فرمارہے ہیں۔ دراصل جب سالک تعدیل ارکان اور جملہ آداب وشرائط کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے تو اسے نماز میں استغراق واستہلاک وفنائیت کی وجہ سے مشاہدہ وحضورِ قلب نصیب ہوتا ہے جیسا کہ روایت **لَاصَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ**[2] سے عیاں ہے۔ بقول شاعر

---

[1] الصّف ۲ [2] تشید المبانی ۷۴

ذوقِ طاعت بے حضورِ دل نیابد ہیچ کس
طالبِ حق را دلِ حاضر دریں درگاہ بس

اور حضور قلب کا انحصار قلب سلیم پر ہے اور قلب کی سلامتی ماسوی اللہ کی گرفتاری سے آزادی کا نام ہے۔اسی قسم کی نماز نجات اور فلاح کا ذریعہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ [1] سے عیاں ہے۔

جو نماز قلبی حضور اور مشاہدۂ محبوب سے محروم ہے وہ نماز بے نور بھی ہے اور بے سرور بھی۔ایسی نماز کی بنیاد اخلاص پر نہیں بلکہ ریا کاری اور دکھلاوا مقصود ہوتا ہے جو محض صورت نماز ہے اور ایسی نماز باعث ہلاکت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ [2] سے واضح ہے۔بقول اقبال مرحوم

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گذر ایسے امام سے گزر
جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر بادہ و جام سے گذر

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خشوع وخضوع کی قدرے تفصیل بیان کردی جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔وَاللہُ الْمُوَفِّقُ

خشوع

خشوع کا لغوی معنی جھکنا اور پست ہونا ہے۔

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی قدس سرہ العزیز خشوع کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں وَفِیْ اِصْطِلَاحِ اَھْلِ الْحَقِیْقَۃِ اَلْخُشُوْعُ الْاِنْقِیَادُ لِلْحَقِّ [3] اہل حقیقت کی اصطلاح میں خشوع حق تعالیٰ کی اطاعت کا نام ہے۔

---

[1] المؤمنون ۱،۲ [2] الماعون ۴ [3] کتاب التعریفات ۴۴

شیخ جرجانی کے نزدیک خشوع اور خضوع کا ایک ہی معنیٰ ہے جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں داڑھی کے ساتھ کھیل رہا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَمَا هٰذَا لَوْ خَشَعَ قَلْبُهٗ لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهٗ اگر اس شخص کے دل میں خشوع ہوتا تو اسکے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔[1]

مگر بعض کے نزدیک خضوع کا تعلق ظاہری اعضاء و جوارح کے ساتھ ہے اور خشوع کا تعلق باطنی قویٰ کے ساتھ ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ[2] یعنی دو رکعت نماز یوں ادا کرے کہ دل اور چہرہ سے اسی کی طرف متوجہ رہے۔

جب مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے آیہ کریمہ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اَلْخُشُوْعُ فِي الْقَلْبِ...... الخ[3]

دل کا خشوع سے خالی ہونا قلبی قساوت کی وجہ سے ہوتا ہے اور قلبی قساوت ہلاکت کا باعث اور حق تعالیٰ سے دوری کی علامت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ[4] اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ[5] سے ظاہر ہے۔

خشوع ایسی اصطلاح ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہے جس کا محل قلب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ[6] اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ[7] سے

---

[1] نوادر الاصول ۱۸۴ [2] مشکوٰۃ ۳۹ [3] کنز العمال ۲/۳/۴۷ [4] الزمر ۲۲
[5] مشکوٰۃ ۱۹۸ [6] الحدید ۱۶ [7] صحیح بخاری ۱/۵۹

ظاہر ہے۔

خشوع کی اہمیت وضرورت درج ذیل آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے عیاں ہوتی ہے:

٭......ارشاد ربانی ہے اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا[1] یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے قلوب پر تالے لگے ہوئے ہیں؟۔

٭......دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ[2] اور غافلین میں سے نہ ہو جانا۔

٭......ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہے مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهٗ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ لَمْ يَزْدَدْ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا یعنی جس شخص کی نماز اسے بے حیائی اور برائی سے نہ روکے وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہی ہوتا ہے۔[3]

٭......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے مَنْ لَّمْ تَاْمُرْهُ صَلَاتُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ لَمْ يَزِدْ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا یعنی جس شخص کی نماز اسے نیکی کا حکم نہ دے اور اسے برائی سے نہ روکے وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہی ہوتا ہے۔[4]

٭......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جس شخص کی نماز میں خشوع نہیں ہوتا اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔[5]

حضرت امام مرزبانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نمازی کو چار خصلتوں کی ضرورت ہوتی ہے جن سے نماز شرف قبولیت حاصل کرتی ہے

حضور قلب......شہود عقل......خضوع ارکان......خشوع جوارح

ان خصائل کے اعتبار سے نمازی کی پانچ اقسام ہیں۔

خاطی نمازی: وہ ہے جو خشوع جوارح کے بغیر نماز ادا کرے۔

---

[1] محمد ۲۴ [2] الاعراف ۲۰۵ [3] معجم کبیر للطبرانی ۱۱/۴۶ [4] المعجم الکبیر

[5] اتحاف السادہ جلد سوم

لاہی نمازی: وہ ہے جو حضور قلب کے بغیر نماز ادا کرے۔
ساہی نمازی: وہ ہے جو شہود عقل کے بغیر نماز ادا کرے۔
جافی نمازی: وہ ہے جو خضوع ارکان کے بغیر نماز ادا کرے۔
وافی نمازی: وہ ہے جو ان جملہ ارکان وخصلتوں کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے۔[1]

بیّنات

واضح رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ' کے نزدیک نماز میں خشوع وخضوع نماز کے فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات سے وابستہ ہے اوران چاروں امور کے علاوہ اورکوئی امر ایسا نہیں ہے جس کونماز کے کامل کرنے میں دخل ہو۔ جولوگ ان امور کے جاننے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور عمل کرنے میں سستی وکاہلی کرتے ہیں نتیجتًا وہ کمالات نماز سے محروم رہتے ہیں اور بعض لوگ حق سبحانہ کے ساتھ حضور قلب میں بڑا اہتمام کرتے ہیں لیکن اعمال ادبیہ جوارح (یعنی ظاہری اعضا سے تعلق رکھنے والے مستحبات) کی طرف کم توجہ دیتے ہیں صرف فرائض اور سنتوں پر کفایت کرتے ہیں یہ لوگ بھی نماز کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں اور کمال نماز کوغیر نماز سے تلاش کرتے ہیں کیونکہ حضور قلب کونماز کے احکام سے نہیں جانتے۔[2]

ایک مکتوب میں مستحب کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

مستحب بجالانے کو معمولی نہ سمجھیں۔ مستحب حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب عمل ہے اگر تمام دنیا کے عوض اللہ تعالیٰ کا ایک پسندیدہ اور محبوب فعل معلوم ہو جائے اور اس کے مطابق عمل میسر ہوجائے تو غنیمت ہے۔[3]

ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں کہ کسی مستحب کی رعایت کرنا اور کسی مکروہ سے بچنا خواہ وہ مکروہ تحریمی نہ ہو بلکہ مکروہ تنزیہی ہی ہو، ذکر وفکر اور توجہ ومراقبہ سے بہتر ہے اور

---

[1] شرح اربعین نووی [2] دفتر اول مکتوب ۳۰۵ [3] دفتر اول مکتوب ۲۶۶

ہاں اگران امور (ذکر وفکر ومراقبہ وغیرہا) کو مستحبات کی رعایت اور مکروہات سے اجتناب کے ساتھ جمع کرلے تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا وَبِدُوْنِہٖ خرط القتاد۔[۱]

۞...... واضح رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفات ربانی سے متصف اور اخلاق الٰہی سے متخلق ہونے کی بناء پر قلبی کیفیات وواردات اور صدری اوہام وخیالات کو جانتے ہیں اس لئے کہ آپ کے قلب انور میں دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان ہیں جیسا کہ شق صدر کے موقعہ پر حضرت جبریل علیہ السلام نے قلب اطہر کو دیکھ کر کہا تھا قَلْبٌ سَدِیْدٌ فِیْہِ عَیْنَانِ تَبْصُرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ[۲] یعنی سر اقدس کی آنکھیں ظاہری جہان کو ملاحظہ فرماتی ہیں اور دل مبارک کی آنکھیں باطنی عالم کا مشاہدہ کرتی ہیں۔

ایک مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بندۂ مؤمن کی فراست سے بچنے کی تلقین یوں فرمائی: اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ[۳]

نیز ایک مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارباب صدق وصفا کی مجلس کے آداب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اِذَا جَالَسْتُمْ اَھْلَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوْھُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّھُمْ جَوَاسِیْسُ الْقُلُوْبِ یَدْخُلُوْنَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَیَنْظُرُوْنَ اِلٰی ھِمَمِکُمْ[۴] یعنی جب تم اہل صدق کی مجلس میں بیٹھو تو صدق نیت کے ساتھ بیٹھا کرو کیونکہ یہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں وہ تمہارے دلوں میں داخل ہوجاتے ہیں اور تمہارے اوہام وخطرات کو دیکھتے ہیں۔ بقول کسے

بندگانِ خاص علّامُ الغیوب ۔۔۔ در جہاں جان جواسیس القلوب
در درونِ دل در آید چوں خیال ۔۔۔ پیش اُو مکشوف باشد سرِّ حال
آنکہ واقف گشت بر اسرار ھُو ۔۔۔ ہیچ مخلوقات چہ بود پیش اُو
آنکہ بر افلاک رفتارش بود ۔۔۔ بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود

۞...... یہ امر ذہن نشین رہے کہ خشوع کے بغیر نماز کی فرضیت تو ادا ہوجاتی ہے اور سجدۂ

---

[۱] دفتر اول مکتوب ۲۹ [۲] فتح الباری ۱۳/۴۱۰ [۳] جامع ترمذی ۲/۱۴۰ [۴] تحفۃ الجمال وخزانۃ الاحوال ۸۲

سہو بھی لازم نہیں آتا البتہ نمازی، نماز کے برکات وثمرات وفیوضات سے محروم رہتا ہے۔

متن فرزندی شیخ بہاءالدین راصحبتِ فقرا مرغوب نمی افتد و باہلِ غنا وتنعّم مایل ومنجذِب است نمیداند کہ صحبتِ ایشان سمِّ قاتل است ولقمۂ چربِ شان ظلمت افزاست الحذر الحذر ثم الحذر الحذر

ترجمہ: میرے فرزند شیخ بہاؤالدین کو فقراء کی صحبت سے کوئی رغبت نہیں دولتمندوں اور منعموں کی طرف میلان اور کشش رکھتا ہے نہیں جانتا کہ ان کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کا تر لقمہ ظلمت کو بڑھانے والا ہے۔ ان سے بچو بچو پھر بچو بچو

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' فقراء کی صحبت کی ترغیب اور امراء کی صحبت سے اجتناب کی نصیحت فرمارہے ہیں کیونکہ اغنیاء کی مرغن غذائیں اور تر نوالے سالکینِ طریقت کیلئے حجاب کا باعث ہوتے ہیں اور ان کے آئینۂ قلب کو مکدر کردیتے ہیں۔

ایک مکتوب میں آپ یوں رقمطراز ہیں: ان (دنیاداروں) کی صحبت سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں کیونکہ شیر تو صرف دنیوی موت کا سبب بنتا ہے جو آخرت میں فائدہ مند ہے لیکن بادشاہ وامراء سے میل جول، ہلاکت ابدی اور دائمی خسارہ کا

باعث ہے لہٰذا ان کی صحبت اور انکے لقمے کھانے سے بچو۔ ان کی محبت سے بچو اور ان کے دیکھنے سے بھی بچو حدیث شریف میں وارد ہے **مَنْ تَوَاضَعَ غَنِيًّا لِغِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِينِهِ**[1] یعنی جس نے کسی دولتمند کی تواضع اس کی دولت کی وجہ سے کی اس کے دین کا دو تہائی حصہ تباہ ہو گیا۔[2]

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اس مفہوم کو یوں بیان فرماتے ہیں:

سر مکن در پیش دنیا دار پست	ور کنی بیشک رود دینت ز دست
بہر زر مستائے دنیا دار را	تا چہ خواہی کردن ایں مردار را
مردگانند اغنیائے روزگار	اے پسر با مُردگاں صحبت مدار
قرب سلطان آتشِ سوزان بود	با بداں الفت ہلاکِ جان بود

ایک روایت میں یوں ہے: **لَعَنَ اللّٰهُ فَقِيْرًا تَوَاضَعَ لِغَنِيٍّ مِنْ اَجْلِ مَالِهِ**[3] یعنی اللہ تعالیٰ اس فقیر پر لعنت بھیجے جو کسی دولتمند کی اس کے مال کی وجہ سے تواضع کرے۔ جس نے ان کے ساتھ ایسا کیا اس کے دین کا دو تہائی برباد ہو گیا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز فقراء کی خانقاہوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں: *کنّا سی فُقَرَاء بہ از صدر نشینی اَغنِیا است*[4] یعنی فقراء کے آستانوں کی خاکروبی اغنیاء کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:

ایک روز صاحبِ قران امیر تیمور گورگان علیہ الرحمۃ بخارا شریف کی گلی سے گذر رہا تھا اتفاقاً حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے درویش اس کوچہ میں حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی خانقاہ کے کمبلوں کو جھاڑ رہے تھے اور ان کو گرد و غبار سے صاف کر رہے تھے۔ امیر تیمور حُسنِ اسلام کی نشاۃ کی وجہ سے اس کوچہ میں ٹھہر گیا تا کہ خانقاہ کی گرد و غبار کو اپنے اوپر عنبر و صندل کی مانند مل لے اور درویشوں کی برکات و فیوضات سے مشرف ہو

---

[1] دفتر اول مکتوب ۱۳۸ [2] رواہ البیہقی فی شعب الایمان [3] دیلمی [4] دفتر اول مکتوب ۱۳۲

جائے۔بحمدہٖ تعالیٰ اہلُ اللہ کے ساتھ یہ تواضع اور فروتنی اس کے حسنِ خاتمہ کا باعث ہوئی۔منقول ہے کہ امیر تیمور کی وفات کے بعد حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے تیمور مُرد و ایمان برد (تیمور مر گیا اور ایمان سلامت لے گیا)۔[1]
بقول شاعر

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

[1] دفتر دوم مکتوب ۹۲

دفترِ اوّل مکتوب ۸۶

مکتوب الیہ

یکے از حکّامِ پرگنۂ جرک

موضوعات

سلامتیٔ قلب ما سوی اللہ کے نسیان پر موقوف ہے

اطمینانِ نفس کی ۲ دو قسمیں

مکتوب ۔۸۶

متن آنچہ بر ما و شما ست سلامتیِ قلب است از گرفتاری ماد ونِ حق سبحانہ و این سلامتی بر تقدیری است کہ غیر او را سبحانہ بر دل خطوری نماند

ترجمہ: جو چیز ہم اور آپ پر لازم ہے وہ ماسوائے حق سبحانہ کی گرفتاری سے قلب کو سلامت رکھنا ہے اور یہ سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ ماسوا اللہ کا دل پر کچھ بھی گزر نہ رہے۔

شرح

اس مکتوبِ گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سلامتیٔ قلب کے حصول کی نصیحت فرما رہے ہیں جو ماسوی اللہ کے نسیان پر موقوف ہے۔

دراصل انسان عالمِ خلق اور عالمِ امر کے لطائف عشرہ سے مرکب ہے جن میں قلب کا تعلق عالم امر سے ہے جو ذاتی طور پر نورانی اور متوجہ بعالمِ قدس ہے مگر مجاورت نفس کی وجہ سے اس پر غبار اور کدورتیں آجاتی ہیں جو تصفیہ چاہتی ہیں۔ یہ تصفیہ فنا اور نسیان ماسویٰ کے ساتھ مربوط ہے جس کے بغیر حق تعالیٰ کا قرب میسر نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بے فنائے مطلق و جذب قوی   کے حریمِ وصل را محرم شوی

اہلِ طریقت نے فنا کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

اول...... مطلق فنا   دوم...... فنائے مطلق

۞...... مطلق فنا میں قلب سالک سے کچھ ماسویٰ فراموش ہوتا ہے اور کچھ فراموش نہیں ہوتا اسی وجہ سے اسے فنائے ناقص بھی کہتے ہیں۔

۞...... جبکہ فنائے مطلق میں قلبِ طالب سے تمام ماسویٰ فراموش ہوجاتا ہے اس لئے اس فنا کو فنائے تام بھی کہتے ہیں۔ اس قسم کے صاحبِ قلب پر اسمِ ولایت کا اطلاق صادق آتا ہے۔

نیز عارف کے ہر ہر لطیفہ کو دونوں قسم کی فنا حاصل ہوتی ہے۔ مطلق فنا میں عارف کے بعض لطائف کو ماسویٰ سے فراموشی نصیب ہوتی ہے اور بعض لطائف ہنوز اس دولت سے محروم ہوتے ہیں جبکہ فنائے مطلق میں عارف کے تمام لطائف ماسویٰ سے فراموشی حاصل کر لیتے ہیں۔

بیّنات

۞...... واضح رہے کہ فنائے قلب، صفاتِ فعلیہ اور اضافیہ سے وصول ہوتا ہے۔ فنائے روح، صفات ذاتیہ سے وصول ہوتا ہے۔ فنائے سر، صفاتِ ثبوتیہ سے وصول ہوتا ہے۔ فنائے خفی، صفات سلبیہ سے وصول ہوتا ہے اور فنائے اخفیٰ شانِ جامع کے وصول سے مربوط ہے۔

۞...... ولایتِ کبریٰ میں فنائے نفس حاصل ہوتی ہے، ولایتِ علیا میں عناصرِ ثلاثہ (آب، باد، نار) کو فنا حاصل ہوتی ہے جبکہ جزو خاکی کا کمال، تجلیاتِ ذاتیہ کے وصول سے مربُوط ہے۔

۞...... ولایتِ صغریٰ میں وصولِ سالک، صفاتِ اضافیہ وفعلیہ سے ہوتا ہے۔ ولایتِ

کبریٰ میں وصولِ عارف، صفاتِ ثمانیہ ذاتیہ سے ہوتا ہے۔ ولایت علیا تک عارف کی رسائی، شیونات ذاتیہ کے ذریعے ہوتی ہے جوکہ ولایت ملاء اعلیٰ ہے۔ تجلیات ذاتیہ سے عارف کا وصول، معارف کمالاتِ نبوت ہے۔

۞...... واضح رہے کہ اطمینان نفس کی دو قسمیں ہیں:

۱......**اطمینانِ ناقص**: یہ صفات اضافیہ سے مربوط ہے اسے اطمینان بدایت بھی کہتے ہیں۔

۲......**اطمینانِ کامل**: یہ صفات ثبوتیہ کے وصول سے مربوط ہے۔ اسے اطمینانِ نہایت بھی کہا جاتا ہے۔

۞...... عارف کو کمالات ولایت انبیاء اور کمالات نبوت انبیاء تک رسائی، انبیائے کرام (علیہم الصلوات) کی متابعت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے بلکہ بعض اولیائے کاملین کو مرسلین وانبیائے اولوالعزم علیہم الصلوات والتسلیمات کے کمالات سے بھی ان کی متابعت کی بدولت حظِ وافر نصیب ہوتا ہے۔ بقول شاعر

مورِ مسکین ہوس داشت کہ در کعبہ رسد دست در پائے کبوتر زد وناگاہ رسید

۞...... یہ امر ذہن نشین رہے کہ منصبِ نبوت، انبیائے کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے جس سے صرف وہی سرفراز ہوتے ہیں البتہ کمالات نبوت کا حصول امر دیگر ہے جو اولیائے کرام کو متابعت کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ایسی نعمت غیر مترقبہ ہے جو سالکین کو درجہ محبوبیت تک پہنچا دیتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[۱] سے عیاں ہے۔ بقول شاعر

عجب ایں نیست کہ محبوب جہانی زہمہ عجب آنست کہ محبانِ تو محبوباں اند

---

[۱] آل عمران ۳۱

اولیائے کرام کی دو قسمیں ہیں

ا......اولیائے محبین ۲......اولیائے محبوبین

۞...... اولیائے محبوبین کو محمدی المشرب بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبداء فیض شانُ العلم کے ظلال سے فیضیاب اور سیراب ہوتے ہیں یہ محبوب بالذّات ہوتے ہیں۔

۞...... اولیائے محبین کو غیر محمدی المشرب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے مبادئ فیوض سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ یہ اولیاء اتباعِ سنت، تصفیہ اور تزکیہ کے حصول کے باعث یا مرشدِ کامل کی توجہ سے محبوب بالعرض بن جاتے ہیں۔

لیکن محبوبیت ذاتیہ بھی اتباع سنت کے ساتھ مربوط ہے۔ وہ سالکین جو مبداء فیض میں تو سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِشتراک رکھتے ہیں مگر متابعت سنت سے محروم ہوتے ہیں ان کی محبوبیت پردۂ اخفاء میں چلی جاتی ہے، منصۂ ظہور پر نہیں آتی لہٰذا وہ محبوب نہیں سمجھے جائیں گے۔ بقول شاعر

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک برسرِ اُو

حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب استدعا کی ہے

محمد از تو می خواہم خدا را
خدایا از تو حبِّ مصطفیٰ را

۞...... جو اولیاء حضرت آدم علیہ السلام کے مبداء فیض صفتُ التکوین کے ظلال سے فیض یاب ہوتے ہیں ان کو آدمی المشرب کہا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبداء فیض صفتُ العلم کے ظلال سے فیض یاب ہونے والوں کو نوحی المشرب اور ابراہیمی المشرب کہا جاتا ہے کیونکہ صفت العلم اعتبارات مختلفہ کی

بناپر حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مُربّی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مبداء فیض صفتُ الکلام کے ظلال سے فیض پانے والوں کو موسوی المشرب کہا جاتا ہے۔ جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبداء فیض صفت قدرت کے ظلال سے فیض ملتا ہے ان کو عیسوی المشرب کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا چھ مشارب انبیائے اُوالوالعزم علیہم الصلوات والتسلیمات کا خاصہ ہیں دیگر انبیائے کرام علیہم السلام انبیائے اُولوالعزم کے مشارب سے مشارکت رکھتے ہیں جبکہ اولیاء، انبیائے کرام کی متابعت کی بدولت ان مشارب سے سیراب ہوتے ہیں۔

۞...... واضح رہے کہ دیگر انبیائے کرام کو انبیائے اُولوالعزم کی شریعتوں کی پیروی کی بدولت کمالات کا وصول ہوتا ہے جبکہ اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے اولیاء کا دیگر انبیاء کرام کے کمالات کے حصول کا سبب یہ ہے کہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات جملہ شرائع سابقہ کی جامع ہے اور قرآن مجید تمام کتب سماویہ کا خلاصہ ہے لہٰذا شریعت محمدیہ کی متابعت تمام سابقہ شریعتوں کی متابعت قرار پائی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ [1] سے عیاں ہے۔

۞...... ایک نبی کے مشرب کی دیگر انبیاء کے مشارب سے تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ جیسے تجلیات صفاتِ ثمانیہ کا عدماتِ متقابلہ میں انعکاس اور پھر ان تجلیات کا عدم کے ساتھ امتزاج زید، بکر وغیرہم کی تخلیق کا باعث ہوتا ہے یوں ہی جس سالک کے عدم ذاتی کو صفتِ تکوین کی تجلی پہنچتی ہے وہ آدمی المشرب ہو جاتا ہے جسے صفتِ علم کی تجلی پہنچتی ہے وہ نوحی المشرب یا ابراہیمی المشرب بن جاتا ہے یونہی جسے صفت قدرت کی تجلی پہنچی وہ عیسوی المشرب ہو گیا، جسے صفت کلام کی تجلی پہنچی وہ موسوی المشرب بن گیا

---

[1] الشعراء ۱۹۶

اور جسے شان العلم کی تجلی پہنچتی ہے، وہ محمدی المشرب ہو جاتا ہے۔

۞ ...... عارف کیلئے صفاتِ ثمانیہ میں سے کسی ایک صفت کا حصولِ کمال، دیگر صفات کے حصول کمالات کا بھی سبب ہوتا ہے لیکن وہ صفت جو اس عارف کا مبداء فیض ہے، وجود عارف میں اس صفت کا ظہور کمال دیگر صفات ثمانیہ کی نسبت بیشتر اور قوی تر ہوتا ہے...... لہٰذا جس صفت کا ظہورِ کمال قوی تر ہوگا وہی صفت اس عارف کا مبداء فیض قرار پائے گی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْد

دفترِ اوّل مکتوب ۸۷

مکتوب الیہ

پہلوان محمود رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

تصوّرِ شیخ کے شواہد

صحبتِ شیخ کے آداب اور مجلس کی شرائط

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے حضرت پہلوان محمود رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ مکتوبات شریفہ میں ان کے نام تین مکتوب ہیں دفتر اول مکتوبات ۸۷......۸۸......۱۹۷۔ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

مکتوب ۔۸۷

متن نخستین بشارت خاندان ایشان را قدومِ میان شیخ مزمل است برکاتِ صحبتِ ایشان راچہ شرح دہد

ترجمہ: آپ کے خاندان کیلئے سب سے پہلی بشارت یہ ہے کہ میاں شیخ مزمل تمہارے پاس تشریف لائے ہیں۔ انکی صحبت کی برکات کیا بیان کی جائیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اپنے ایک جلیل القدر خلیفہ حضرت میاں شیخ مزمل رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور اہلُ اللہ کی صحبت کی برکات بیان فرما رہے ہیں۔ دراصل اہلُ اللہ کی صحبت و معیت شرعاً مطلوب ہے جیسا کہ ارشادات باری تعالیٰ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ [1] اور وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ [2] اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ [3] سے عیاں ہے۔

مشائخ طریقت نے معیت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

معیّتِ جسمانی (بدنی) اور معیّتِ روحانی (قلبی)

⊙ ...... خواجہء بیرنگ شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ احراری دہلوی قدس سرہُ العزیز

---

[1] الکہف ۲۸ [2] التوبہ ۱۱۹ [3] مشکوٰۃ ۲۱۹

فرماتے ہیں کہ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ میں معیّتِ بدنی نہیں بلکہ معیّتِ قلبی مراد ہے۔ معیت قلبی، نسبتِ رابطہ یا تصورِ شیخ کا دوسرا نام ہے۔

⊙ ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ[1] یعنی سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے چونکہ حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ طریقت کے چہار سلاسل اور طرق اربعہ کے امیر اور شیخ ہیں اس لئے ان کی زیارت کو عبادت قرار دیا گیا جو تصور شیخ کا بیّن ثبوت ہے۔

⊙ ...... ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰہ[2] یعنی اہل اللہ کی زیارت و رؤیت اللہ کے ذکر کا باعث ہے۔

ارباب طریقت نے رؤیت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

رؤیتِ بصری اور رؤیتِ قلبی

ظاہر ہے رؤیت بصری کی نسبت رؤیت قلبی دیر پا ہے۔ درحقیقت جب مرید صادق، مرشدِ کامل و مکمل کی معیت بدنی اور رؤیت بصری سے جدا ہوتا ہے تو شیخ کی عنایات و فیوضات و برکات اور توجہات قدسیہ اس کے قلب و نظر پر مستولی ہو جاتی ہیں تو وہ شیخ کے تصورات میں گم ہو جاتا ہے۔ اسی کو تصورِ شیخ کہتے ہیں اور تصورِ شیخ ہی فنافی الشیخ کا باعث ہوتا ہے جو قربِ حق کا پہلا زینہ ہے۔ اس کے بعد سالک کو فنافی الرسول فنافی اللہ اور بقا باللہ کی منازل و مدارج تک رسائی نصیب ہوتی ہے بقول شاعر

پیر نگر کو آکے نبی نگر کو جا
نبی نگر میں بیٹھ کر یار کا درشن پا

ناصر الدین قطبُ الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہُ العزیز نے

---

[1] کنز العمال ۱۱/۶۰۱ مشکوٰۃ ص ۴۲۷

معیت شیخ کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا ہے ''سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق''، یعنی سالک کیلئے معیت شیخ، افادہ کے اعتبار سے ذکر حق سے بہتر ہے۔

قیوم زمانی مظہرِ کمالات خفی وجلی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں '' کہ در کلمہ مبارک توحید رابطہ ثابت می باشد ''، یعنی کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے تصور شیخ ثابت ہے جو ایمان کی اساس اور بنیاد ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب بندۂ مومن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے تو اس سے ایک مشخص و معین ذات مراد ہے جو محبوب رب العالمین اور گنبد خضریٰ کے مکین ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جب سالک کلمہ طیبہ کا تکرار کرتا ہے تو اس کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا نقشہ گھوم جاتا ہے جس سے مسرور و مستنیر ہو کر وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں درود و سلام کے ہدیے و تحفے پیش کرتا ہے۔

◉ ...... مزید برآں سالک ایک طالب علم کی مانند ہے۔ جب کوئی طالب علم دورانِ اسباق استاد کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو وہ جاہل اور غافل ہی رہتا ہے نتیجتاً حصولِ علم سے محروم رہ جاتا ہے ایسے ہی جو سالک دورانِ اوراد و وظائف شیخ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو وہ شیخ کی توجہاتِ قدسیہ اور فیوض و برکات سے محروم رہتا ہے کیونکہ شیخ ہی سالک کیلئے حصولِ فیض کا ذریعہ ہے۔ بقول شاعر

مقصودِ تو پیر تست اوّل زاں روئے کہ چشم تست اَحول

(جب تک ہے تیری آنکھ اَحول ہے مرشد ہی تیرا مقصود اول)[1]

---

[1] مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب ۱۴

حضرت شیخ مزمل رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

آپ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے قدیم اور مقبول مریدوں میں سے تھے۔ اکثر سفر و حضر میں شرف معیت حاصل رہا اور حضرت امام ربانی قدس سرہ' کے خاص الطافات وعنایات سے ممتاز ہوئے۔ حسنِ اخلاق اور مکارمِ اوصاف میں یگانۂ روزگار اور نفس کے انکسار وایثار میں منفرد تھے۔ سالہا سال حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کی خدمت وصحبت میں رہے اور تکمیلِ سلوک کے بعد خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔

ان کی رفعتِ شان اور بلندئ مقام کا اندازہ حضرت امام ربانی کے اس مکتوب گرامی سے ہوتا ہے جو آپ نے ایک مخلص کے نام تحریر فرمایا اس میں یوں مرقوم ہے:

"اگر ان بزرگوں کی صحبت میسر ہو جائے تو غنیمت جاننا چاہئے اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دینا چاہئے۔ شیخ مزمل (رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت بھی آپ کے لئے غنیمت ہے اس قسم کے لوگ کبریت احمر سے بھی زیادہ قیمتی اور قابل قدر ومنزلت ہیں"۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ' کے اس فرمان عالی شان سے ثابت ہوا کہ جب مرید کی صحبت کا یہ عالم ہے تو شیخ کی صحبت کا کیا عالم ہوگا۔ بقول شاعر

ہزار عاشق آمد بطمع صحبت ما
نثار کرد دل و دیدہ خادمانِ مرا

آپ ایک روز سیر وشکار کیلئے بیابان کی طرف تشریف لے گئے اتفاقاً پاؤں پھسلنے سے غار میں جا گرے اور کوشش بسیار کے باوجود اس سے نکل نہ سکے۔ ایک صحرائی کی اطلاع پر لوگوں نے آپ کو غار سے نکالا۔ حضرت امام ربانی اس وقت سرہند شریف میں جلوہ افروز تھے۔ صورت واقعہ منکشف ہونے پر آپ نے فرمایا...... میں دیکھ رہا ہوں کہ شیخ

مزمل کسی ہولناک جگہ میں گر گئے ہیں اور وہاں سے نکلنے کیلئے دست و پا مار رہے ہیں، دیکھئے حقیقت حال کیا ہے۔ چند روز کے بعد اس واقعہ کی اطلاع حضرت امام ربانی اور دوسرے درویشوں کو پہنچی جو مخلصین و مریدین کے اعتقاد میں مزید اضافہ کا باعث ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْد

آپ کا انتقال ١٠٢٦ھ میں ہوا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی روح کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی اور دعائے مغفرت سے یاد و شاد فرمایا۔

مکتوبات شریفہ میں ان کے نام مسلسل چار مکتوب ملتے ہیں دفتر اول مکتوب ١٥٣، ١٥٤، ١٥٥، ١٥٦۔

متن باجملہ صحبتِ ایشاں را غنیمت شمرند و آداب صحبت را مرعی دارند تا مؤثِر افتد

ترجمہ: مختصر یہ کہ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور آداب صحبت کو پیش نظر رکھیں تاکہ مؤثر ثابت ہو۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز شیخ کی صحبت کے آداب اور مجلس کے شرائط بجالانے کی نصیحت فرمار ہے ہیں۔

جب کسی طالب صادق کو شیخ کامل و مکمل کے ساتھ عقیدت و نسبت حاصل ہو جائے تو اسے اپنے آپ کو شیخ کے سپرد کر دینا چاہئے اور ہر وقت اس کی خدمت میں حاضر باش رہنا چاہئے اور اس کی صحبت و مجلس کے آداب کو ہر حال میں ملحوظ رکھے کیونکہ

شیخ، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے اسلئے اس کے آداب بھی نبی کے آداب کی طرح ہی بجالائے جیسا کہ روایت اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ سے واضح ہے تاکہ صحبت کی تاثیرات پیدا ہوں اور نسبت کا رنگ چڑھ سکے وَبِدُوْنِھَا خَرْطُ الْقَتَادِ۔

حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا

از خدا خواہیم توفیق ادب | بے ادب محروم ماند از لطفِ رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد | بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد | میلش اندر طعنۂ پاکاں زند
ہر کہ گستاخی کند ازیں طریق | گردد اندر وادی حسرت غریق
ہرچہ آمد بر تو از ظلمات و غم | آں ز بیباکی و گستاخیست ہم

صحبت شیخ کے آداب اور مجلس کی شرائط

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں:

وبداند کہ رعایتِ آداب صحبت و مُراعاتِ شرائط از ضروریاتِ این راہ است تا راہِ اِفادہ واستفادہ مفتوح گردد وَبِدُوْنِھَا لَا نَتِیْجَۃَ لِلصُّحْبَۃِ وَلَا ثَمَرَۃَ لِلْمَجْلِسِ بعضی از آداب و شرائط ضروریہ در معرضِ بیان آوردہ می شود بگوشِ ہوش باید شنید بدانکہ طالِب را باید کہ روئی دلِ خود را از جمیع جِہات گردانیدہ متوجّہ پیرِ خود سازد و باوجودِ پیر بی اذنِ او بنوافِل واذکار نپردازد...... حتی کہ بذِکرہم مشغول نشود مگر آنکہ اُو امر کند وغیر از نماز فرض وسنت در حضورِ او ادا نکند ...... الخ

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ صحبت شیخ کے آداب اور شرائط کو پیش نظر رکھنا اس راہ طریقت کی

ضروریات میں سے ہے تا کہ افادہ واستفادہ کا راستہ کھل جائے ورنہ پیر کی صحبت اور مجلس کا کوئی نتیجہ یا ثمرہ برآمد نہ ہوگا۔ بعض ضروری آداب وشرائط بیان کئے جارہے ہیں جنہیں گوش ہوش سے ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے۔

مرید کو چاہئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل واذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور طرف توجہ نہ کرے اور پورے طور پر اپنے پیر کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے حتی کہ جب تک وہ امر نہ کرے' ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اس کے سامنے نماز فرض اور سنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

سلطان وقت کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا اتفاقاً وزیر کی نظر اس کے اپنے کپڑے پر پڑی اور کپڑے کے بند کو اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگا۔ اس حال میں جب بادشاہ نے دیکھا کہ وزیر میرے سامنے آکر بھی غیر کی طرف متوجہ ہے تو جھڑکتے ہوئے کہا کہ میں ہرگز یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میری موجودگی میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔ لہٰذا سوچنا چاہئے کہ جب کمینی دنیا کے معاملات اور وسائل کے لئے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے ان آداب کی رعایت کتنی ضروری ہوگی۔

وَ مَهْمَا اَمْكَن درجائی نہ ایستد کہ سایہ او بر جامۂ او یا بر سایۂ او افتد و بر مصلّائی او پانہ نہد و در مَتَوضّائی او طہارت نکند و بظروفِ خاصۂ او استعمال نہ کند و در حضور اُو آب نخورد وطعام تناوُل نہ نماید و بکسی سخن نکند بلکہ متوجّہ اَحَدی نہ گردد و در غَیبتِ پیر در جانب کہ اوست پا دراز نہ کند و بُزاقِ دہن بآنجانب نیندازد

ترجمہ: جہاں تک ہو سکے مرید ایسی جگہ بھی نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا

سائے پر پڑتا ہو اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ طہارت نہ کرے اور اس کے مخصوص برتنوں کو استعمال نہ کرے اور پیر کے سامنے پانی نہ پیئے، کھانا نہ کھائے، کسی دوسرے آدمی سے گفتگو نہ کرے بلکہ کسی اور کی طرف توجہ بھی نہ کرے اور پیر کی عدم موجودگی میں جس طرف کہ وہ رہتا ہے پاؤں دراز نہ کرے اور اس طرف تھوک بھی نہ پھینکے۔

وہرچہ از پیر صادر شود آن را صواب داند اگرچہ بہ ظاہر صواب ننماید او ہرچہ میکند از اِلہام میکند و باذن کار میکند برین تقدیر اعتراض را گنجائش نباشد و اگر در بعضی صُوَر در الہامش خطا راہ یابد خطائی الہامی در رنگِ خطائی اجتہادی است۔ ملامت واعتراض براں مجوّز نیست وایضاً چوں ایں را مُحبتی بہ پیر پیدا شدہ است در نظر مُحب ہرچہ از محبوب صادِر می شود محبوب نماید پس اعتراض را مَجال نباشد و در کلی وجزئی اقتداء بہ پیر کند چہ در خوردن و پوشیدن وچہ در خفتن وطاعت کردن۔ نماز را بطرزِ او ادا باید کرد و فقہ را از عملِ او باید اخذ نمود

ترجمہ: اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اس کو صواب اور بہتر جانے اگرچہ بظاہر بہتر نظر نہ آئے کیونکہ وہ جو کچھ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہے اس تقدیر پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگرچہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے لیکن خطائے الہامی خطائے اجتہادی کی مانند ہے اور ملامت واعتراض اس پر جائز نہیں اور جب مرید کو اپنے پیر سے محبت ہے تو محبوب سے جو کچھ صادر ہوتا ہے محبّ کی نظر میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے۔ پھر اعتراض کی کیا مجال ہے اور کلی وجزئی امور مثلاً کھانے پینے، پہننے، سونے اور اطاعت کے تمام معمولی کاموں میں پیر ہی کی اقتداء کرنی چاہئے اور نماز بھی اسی کی طرح ادا کرنی چاہئے اور فقہ کے مسائل بھی اسی

کے طریق عمل سے سیکھنے چاہئیں۔

آن راکہ درسرائے نگاریست فارغ است
از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار
جوشخص ہو نگار کے گھر سب ہے اس کے پاس
باغ اور لالہ زار کی حاجت نہیں اسے

پیر کی حرکات وسکنات میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے اگر چہ وہ اعتراض رائی کے دانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اعتراض سے سوائے محرومی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تمام مخلوق میں بد بخت شخص وہ ہے جو پیران عظام کے اس بزرگ گروہ کا عیب بین ہو۔ نَجَّانَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنْ ھٰذَا الْبَلَآءِ الْعَظِیْمِ

اور اپنے پیر ومرشد سے کرامتیں طلب نہ کرے۔ اگر چہ وہ طلب دل میں وسوسہ اور خطرہ کی طرح ہی گذرے۔ کیا تو نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے کسی پیغمبر سے معجزہ طلب کیا ہو۔ معجزے کے طالب تو کافر اور منکر لوگ ہوا کرتے ہیں۔

اگر شبہ پیدا شود در خاطرِ آنرا بی توقف عرض نماید اگر حَل نشود تقصیر برخود بنہد آواز خود را بر آوازِ او بلند نکند وسخن بلند باُو نگوید کہ سوء ادب است وہر فیضی وفتوحی کہ برسد آنرا بتوسّطِ پیر تصوّر نماید

ترجمہ: اگر مرید کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو تو بلا توقف عرض کر دے اگر حل نہ ہو تو پھر بھی اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب منسوب نہ کرے۔ جو واقعہ ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اسی سے دریافت کرے اور جو تعبیر خود طالب پر ظاہر ہو وہ بھی عرض کر دے اور اس میں درستی یا خطا کو اسی سے طلب کرے اور اپنے کشف پر ہر گز بھروسہ نہ کرے کیونکہ اس جہاں میں حق' باطل کے ساتھ اور ثواب' خطا کے ساتھ ملا جلا ہے اور بلا ضرورت وبے اذن اس سے جدا نہ ہو کیونکہ غیر کو

اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے خلاف ہے اور اپنی آواز کو پیر کی آواز پر بلند نہ کرے اور اونچی آواز سے اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے کہ یہ بے ادبی میں داخل ہے اور مرید کو جو فیوض اور فتوحات حاصل ہوں ان کو پیر کی وساطت سے تصور کرے اور اگر فی الواقعہ دیکھے کہ کوئی فیض کسی دوسرے بزرگ سے ملا ہے تو اس کو بھی اپنے پیر کا ہی فیض سمجھے کیونکہ پیر کمالات وفیوض کا جامع ہے۔ وہ خاص فیض پیر سے مرید کی خاص استعداد کے مناسب بزرگوں میں سے ایک بزرگ کے کمال کے موافق کہ جس سے یہ صورتِ افاضہ (فیض دینا) ظاہر ہوئی ہے مرید کو پہنچا ہے اور وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے، اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ بواسطۂ ابتلاء یا غلبۂ محبت مرید نے اس کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے اور فیض اس کی طرف سے محسوس کیا ہے یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ لغزش سے محفوظ رکھے اور سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل پیر کی محبت اور اعتقاد پر ثابت قدم رکھے۔

الغرض طریقت سراسر ادب ہے مثل مشہور ہے کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا اور اگر مرید بعض اوقات آداب بجالانے میں اپنے آپ کو قصور وار جانے اور کماحقہٗ اس کو ادا نہ کر سکے اور کوشش کے باوجود بھی آداب پورے نہ کر سکے تو اس کو معاف ہے لیکن قصور اور کوتاہی کا اعتراف ضروری ہے۔ اگر نعُوذ باللہ پیر کے آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنے آپ کو قصوروار بھی نہ جانے تو وہ ان بزرگوں کی برکتوں سے محروم رہتا ہے۔

ہر کرا روئے بہ بہبود نہ بود ۔۔۔ دیدن روئے نبی سود نہ بود
جس کی قسمت میں نہ وہ بہبود تھی ۔۔۔ دید پیغمبر اسے بے سود تھی[1]

بیّنہ نمبر ۱:

حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کو پیر کی رضا کے پردے کے پیچھے رکھا گیا ہے لہٰذا جب

---

[1] دفتر اول مکتوب ۲۹۲

تک مرید اپنے آپ کو پیر کی پسندیدہ چیزوں میں گم نہ کردے اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی آفت پیر کی ایذاء اور ناراضگی میں ہے۔اس کے سوا جولغزش ہواس کا علاج ممکن ہے لیکن ایذائے پیر کا علاج کسی چیز سے ممکن نہیں کیونکہ مرید کے لئے بدبختی کی جڑ اور بنیاد پیر کی ناراضگی ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک مقام پر مزید رقمطراز ہیں:

اعتقادات اسلامیہ میں خلل اور احکامِ شرعیہ کی بجا آوری میں سستی کا واقع ہوجانا، پیر کی ناراضگی اور غضب کے نتائج وثمرات میں سے ہے۔ احوال ومواجید کہ جن کا تعلق باطن سے ہے ان میں جس قدر خلل اور سستی واقع ہوتی ہے اس کا کیا ذکر کروں۔ اگر باوجود آزارِ پیر کے احوال ومواجید میں کچھ اثر باقی رہے تو اس کو استدراج سمجھنا چاہیے کیونکہ پیر کے ناراض ہوجانے کا نتیجہ عاقبت کی خرابی اور نقصان ہے۔[1]

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ یہ آداب شیخ کامل کے ہیں۔ شیخ ناقص اور گندم نما جوفروش، خلاف شرع پیروں اور ملنگوں کے لئے یہ آداب ہرگز نہیں ہیں۔

---

[1] مبداء ومعاد منہا ۳۸

دفترِ اوّل مکتوب ۸۸

مکتوب الیہ

پہلوان محمود رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

اعمالِ صالحہ بجالانے والے عمر رسیدہ شخص کیلیے مژدۂ مغفرت

بندۂ مومن پر عہدِ شباب میں خوفِ خدا کا غلبہ ہونا چاہیے

مکتوب - ۸۸

متن چه نعمتی است که کسی با ایمان و صلاح موئی سیاہ خود را سفید سازد و در حدیث نبویت علیه الصلوٰۃ والسلام

مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ غُفِرَ لَهُ

ترجمہ: یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ کوئی شخص ایمان اور نیکی میں اپنی جوانی کے سیاہ بالوں کو سفید کر لے۔ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے جو شخص حالت اسلام میں بوڑھا ہوا اس کی مغفرت ہو گئی۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ایمان اور اعمال صالحہ بجا لانے کی حالت میں بوڑھا ہونے کو عظیم نعمت قرار دے رہے ہیں ۔دراصل جب سالک عمر بھر اوامر کا اکتساب اور نواہی سے اجتناب کرتا ہے اور بالآخر اس پر بڑھاپے کے آثار نمایاں ہونے شروع ہو جاتے ہیں تو اسے خاتمہ بالایمان اور انجام بالخیر کی فکر دامنگیر ہوتی ہے جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے عمر رسیدہ شخص کو بخشش اور مغفرت کا مژدہ سنایا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات مَنْ

شَابَ شَیْبَۃً فِی الْاِسْلَامِ غُفِرَلَہٗ [۱] سے عیاں ہے۔

ایک روایت میں طویل عمر میں نیک اعمال کی کثرت کرنے پر مبارک باد دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے فَطُوْبٰی لِمَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَ کَثُرَ عَمَلُہٗ [۲]

ایک روایت میں یوں ہے:

اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ قَالَ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَسَآءَ عَمَلُہٗ [۳] یعنی ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا جس کی عمر طویل ہوئی اور اس نے نیک عمل کئے۔ عرض کیا لوگوں میں سب سے براکون ہے؟ فرمایا جس کی عمر طویل ہوئی اور اس نے برے عمل کئے۔

متن جانبِ اُمید راترجیح دہند وظنِ مغفرت را غالب سازند کہ در جوانی خوف بیشتر درکار است و در پیری رجا غالب ترمباید

ترجمہ: جانب امید کو ترجیح دیں اور مغفرت کا گمان غالب رکھیں کیونکہ جوانی میں خوف زیادہ درکار ہے اور بڑھاپے میں رجا (امید) کا غلبہ زیادہ ہونا چاہئے۔

---

۱ مَنْ شَابَ شَیْبَۃً فِی الْاِسْلَامِ کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (کنز العمال ۱۵/۶۷۲)

۲ حلیہ لابی نعیم ۳ مشکوۃ ص ۴۵۰، ترمذی باب الزہد ۵۶

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ اس امر کی تلقین فرمارہے ہیں کہ مومن پر عالم شباب میں حق تعالیٰ کے قہر وغضب اور ناراضگی وجلال کے خوف کا غلبہ ہونا چاہئے تاکہ وہ ارتکاب معاصی سے مجتنب رہے جبکہ بڑھاپے میں قنوطیت ومایوسی کی بجائے حق تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عفو وکرم کی بدولت رجائیت ومغفرت کا پہلو غالب رہنا چاہئے کیونکہ مایوسی گناہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ[1] سے واضح ہے بلکہ حق تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے حسن خاتمہ اور بخشش کی امید رکھنی چاہئے جیسا کہ حدیث قدسی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ[2] سے واضح ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

مغفرت دارد امید از لطف تو ۔۔۔ زانکہ خود فرمودۂ لَا تَقْنَطُوْا

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ سالکین طریقت کے لئے حسن خاتمہ کا قول قطعی نہیں کیونکہ حکم قطعی، وحی سے وابستہ ہے ایسے ہی بذریعہ الہام حسن خاتمہ یا سوئے خاتمہ کا حکم بھی قطعی نہیں ہوتا کیونکہ الہام ظنی دلیل ہے البتہ اکابرین کے متعلق حسن خاتمہ کا ظن غالب رہنا چاہئے لیکن ایک ظن سے دوسرے ظن تک آسمان وزمین کا فرق ہے۔[3]

بینہ نمبر۲:

واضح رہے کہ خوف اور رجا (امید) ایمان کے دو بنیادی اجزاء ہیں جن کے درمیان ایمان ہوتا ہے جیسا کہ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ[4] سے عیاں

---

[1] الزمر ۵۳ [2] مشکوٰۃ ص ۱۹۶ [3] ماخوذ از مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۶ [4]

ہے۔ان میں سے اگر ایک جزو بھی مفقود ہو جائے تو بندۂ مؤمن دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے البتہ ایک دوسرے پر غالب اور مغلوب کا سلسلہ جاری رہتا ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے وضاحت فرمائی ہے کہ عالم شباب میں خوف زیادہ درکار ہے اور بڑھاپے میں رجا غالب ہونی چاہیے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

دفترِ اوّل مکتوب ۸۹

مکتوب الیہ

شیخ میرزا علی جان رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

عشّاق کے لیے موت پیغامِ وصل ہے

فوت شدگان کے لیے ایصالِ ثواب کا طریقہ

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت مرزا علی جان رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ ان کے نام صرف یہی ایک مکتوب ملتا ہے حالات معلوم نہیں ہو سکے

مکتوب ۔۸۹

متن آدمی را بحکمِ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ از مرگ چارہ نیست

ترجمہ: ہر نفس (جاندار) نے موت کا مزا چکھنا ہے کے حکم کے مطابق آدمی کا موت سے بچنا ناممکن ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ موت ایک اٹل قانون قدرت ہے جس سے کسی کو مجال انکار نہیں اور یہ ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو فرار نہیں۔ ہر متنفس اور ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا اور موت کے پل سے گذرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ[1] اور مقولہ اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ سے عیاں ہے۔ بقول شاعر

موج ہے ہنگامہ آرا قلزم خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موت کی آغوش میں

---

[1] آل عمران ۱۸۵

متن ہمین موت است کہ مشتاقان را بآن تسلی می دہند ووسیلۂ وصول دوست بدوست می سازند مَنْ

كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ

ترجمہ: یہ موت ہی ہے جس سے (اللہ تعالیٰ کے) مشتاقوں کو تسلی دیتے ہیں اور ایک دوست کو دوسرے دوست تک وصول کا وسیلہ بناتے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا امیدوار ہو تو (وہ یقین رکھے کہ) اللہ تعالیٰ کا وعدۂ ملاقات آنے والا ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ موت کو پیغام وصل قرار دے رہے ہیں کیونکہ جب عشاق کو جمال یار کی تڑپ اور عشق الٰہی کی کسک بے قرار کر دیتی ہے تو وہ موت کو حیات پر ترجیح دیتے ہیں۔ بقول شاعر

بانا ں پہن فقیری والا جلدی کرو تیاری
دل کردا دلبر نوں ملیے کیہہ کرنی سرداری

ادھر حق تعالیٰ کو مشتاقان جمال الٰہی سے بڑھ کر ملاقات کا شوق ہوتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے لَقَدْ طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاَنَا اِلَیْهِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا[1] (یعنی البتہ تحقیق ابرار کا شوق میری ملاقات کیلئے بہت بڑھ گیا ہے اور میں ان سے بھی زیادہ ان کا مشتاق ہوں) تو انہیں وصال یار کا مژدہ سنایا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ[2] سے عیاں ہے لیکن مشاہدۂ محبوب اور لقاء یار سے وہی لوگ شاد کام ہونگے جو اس دنیا میں

---

[1] احیاء العلوم ۴/۳۴۲ [2] العنکبوت ۵

رؤیت سے سرفراز ہونگے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی [1] سے مفہوم ہوتا ہے۔ بقول شاعر

جن کو درشن اِت ہے ان کو درشن اُت
جن کو درشن اِت نئیں ان کو اِت نہ اُت

غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ رؤیت باری تعالیٰ کے دو طریقے ہیں

رؤیت جمال اللہ

بغیر واسطہ مرأۃ کے آخرت میں حق تعالیٰ کا دیدار۔

رؤیت صفات اللہ

عکس انوار جمال الٰہی کا نگاہ قلب سے بواسطۂ آئینہ قلب دیدار کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی سے عیاں ہے۔ قلب، جمال الٰہی کے عکس کا آئینہ ہے کسی شاعر نے اس مفہوم کو کیا خوب بیان فرمایا

دل آئینہ جمال شہنشاہ است
ویں ہر دوجہاں حجاب آں آئینہ است

نیز آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ [2] میں پہلے مومن سے مراد عبد مومن کا قلب ہے اور دوسرے مومن سے مراد اللہ تعالیٰ ہے فَمَنْ رَاٰی صِفَاتَهٗ فِی الدُّنْیَا یَرٰی ذَاتَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ بِلَا کَیْفٍ یعنی جس نے دنیا میں صفات الٰہیہ کو دیکھا وہ آخرت میں ذات حق تعالیٰ کا بلا کیف دیدار کرے گا۔

اس رؤیت کو رؤیت قلبی کہا جاتا ہے۔ جس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] بنی اسرائیل ۷۲ [2] مشکوٰۃ ص ۴۲۴

کا واضح ارشاد ہے: اَجِیْعُوا بُطُوْنَکُمْ وَاظْمَأُوْا اَکْبَادَکُمْ.........
لَعَلَّکُمْ تَرَوْنَ اللّٰہَ بِقُلُوْبِکُمْ یعنی اپنے شکموں کو بھوکا رکھو اور اپنے
جگروں کو پیاسا رکھو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کا قلوب سے دیدار کر سکو۔

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ ہو رَاٰی قَلْبِی
رَبِّیْ بِنُوْرِ رَبِّیْ یعنی میرے قلب نے اپنے رب کے نور سے اپنے رب کا
دیدار کیا۔

مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد لَمْ اَعْبُدْ رَبًّا لَمْ
اَرَاہُ (یعنی میں اپنے رب کو دیکھ کر عبادت کرتا ہوں) سے مراد بھی رؤیت قلبی ہی ہے۔

اس رؤیت کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص روشندان سے آفتاب کی
شعائیں دیکھ کر کہہ دے کہ میں نے آفتاب کو دیکھا ہے۔[1]

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ قلب عارف کی دو آنکھیں ہوتی ہیں۔

۱۔ عین صغریٰ ۲۔ عین کبریٰ

عین صغریٰ

عالم درجات کی نہایت تک اسماء صفات کے نور سے تجلیات صفات کا مشاہدہ
کرتی ہے۔

عین کبریٰ

عالم لاہوت اور عالم قربت میں توحید احدیت کے نور سے انوار تجلیات ذات
کا مشاہدہ کرتی ہے۔[2]

---

[1] سرالاسرار ۲۶ [2] سرالاسرار ۲۹

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ یہ مشاہدہ کسی شیخ کامل مکمل اور واصل باللہ کی مسلسل صحبت و خدمت سے حاصل ہوتا ہے جس کی توجہات قدسیہ کی بدولت آئینہ قلب صاف اور شفاف ہو جاتا ہے اور حجابات اٹھنے پر چشم بصیرت وا ہو جاتی ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں وَرَاءُ الْعَقْلِ طَوْرٌ اٰخَرُ تَنْفَتِحُ فِیْهِ عَیْنٌ اُخْرٰی تَبْصُرُ بِالْغَیْبِ[1] یعنی ورائے عقل ایک اور جہان ہے جس میں دوسری آنکھ کھلتی ہے جس کے ذریعے عالم غیب کا مشاہدہ ہوتا ہے۔
اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاهَا

متن وِلی نعمتِ مرحومۂ شما درین اَوان بسی مغتنَم بودند الحال برشمایان لازم است کہ مکافات احسان باحسان بکنید و بدعا و صَدَقہ ساعت فساعت مَدد نمائید فَاِنَّ الْمَیِّتَ کَالْغَرِیْقِ یَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ

ترجمہ: آپ کے ولی نعمت مرحوم (کا وجود مسعود) اس زمانے میں بہت غنیمت تھا۔ اب آپ پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ ادا کریں اور دعا و صدقہ کے ذریعے بروقت ان کی مدد کریں۔ بیشک میت ڈوبنے والے انسان کی طرح ہوتی ہے اور دعا کی منتظر رہتی ہے جو اسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

---

[1] المنقذ من الضلال

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکتوب گرامی آپ نے اپنے مرشد برحق خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد اظہار تعزیت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے وجود مسعود کو نعمت عظمیٰ قرار دیتے ہوئے آپ کیلئے دعا و صدقہ کی تلقین فرمائی ہے تا کہ کچھ نہ کچھ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ چکایا جا سکے۔ چونکہ اہل اللہ حق تعالیٰ کے انعام و احسان کا مظہر ہوتے ہیں اس لئے ان کا شکریہ ادا کرنا حق تعالیٰ کا ہی شکر گزار ہونا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ [1] سے عیاں ہے۔

دراصل بندگان خدا کے لئے قرآن خوانی، کلمہ طیبہ، استغفار، درود شریف وغیرہا پڑھنا اور بزرگان دین کے اعراس مقدسہ کی محافل و مجالس کا انعقاد ایصال ثواب کا بہترین ذریعہ ہیں جن میں دعائے مغفرت کے علاوہ صدقات و خیرات کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایصال ثواب کے متعلق اہل سنت و جماعت کا موقف بیان کر دیا جائے تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ

جب بندۂ مؤمن صدق نیت کیساتھ نفلی عبادات بدنیہ اور صدقات مالیہ ادا کرتا ہے تو حق تعالیٰ اسے اجر و ثواب عطا فرماتا ہے تو وہ مسلمان اس اجر و ثواب کو فوت شدگان کیلئے بطور ہدیہ بخش سکتا ہے جو انہیں پہنچتا بھی ہے اور اس کا فائدہ بھی ہوتا ہے۔

جیسا کہ عقائد اسلامیہ کی معروف درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں یوں تصریح کی گئی ہے

وَفِيْ دُعَاءِ الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَصَدَقَتِهِمْ عَنْهُمْ نَفْعٌ لَّهُمْ خِلَافًا لِّلْمُعْتَزِلَةِ یعنی زندوں کا فوت شدگان کیلئے دعا کرنا اور صدقہ و

---

[1] ابوداؤد ۶۶۲

خیرات کرنا ان کے لئے نفع کا باعث ہے جبکہ فرقہ ضالہ معتزلہ ایصال ثواب کا منکر ہے۔[۱]

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت فرمائی ہے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو سورہ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر انکا ثواب اہل قبور کو پہنچاؤ کیونکہ وہ ان کو پہنچتا ہے۔

اِذَا دَخَلْتُمُ الْمَقَابِرَ فَاقْرَؤُا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَاجْعَلُوا ذٰلِكَ لِاَهْلِ الْمَقَابِرِ فَاِنَّهٗ يَصِلُ اِلَيْهِمْ[۲]

فوت شدگان کے لئے دعائے مغفرت کرنے کے مبارک فعل کو حق تعالیٰ نے بطور استحسان وتعریف بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ[۳] سے واضح ہے۔

✿......میت کی قبر میں کیفیت ڈوبتے ہوئے فریادی کی مانند ہوتی ہے اور وہ نہایت بے قراری سے اپنے اعزہ واقرباء کی طرف سے دعائے مغفرت کا منتظر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں ہے مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ ......الخ[۴]

یعنی مردہ کی حالت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی مانند ہوتی ہے وہ انتظار کرتا ہے کہ اس کے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے اس کو دعا پہنچے اور جب اس کو کسی کی دعا پہنچتی ہے تو یہ دعا کا پہنچنا اس کو دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہوتا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعا سے اہل قبور کو پہاڑوں کی مثل اجر وثواب ورحمت عطا کرتا ہے اور بیشک زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف یہی ہے کہ ان کیلئے بخشش کی دعا کی جائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ

---

۱ عقائد نسفی ۲ شرح الصدور ۱۳۰ ۳ الحشر ۱۰ ۴ مشکوٰۃ ۲۰۶

علیہ وسلم نے ایک مینڈھا ذبح فرما کر یوں دعا مانگی اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) یعنی اے اللہ! اس کو میری طرف سے اور میری آل اطہار کی طرف سے اور میری امت کی طرف سے قبول فرما۔[1]

غرضیکہ کتاب وسنت کے شواہد، صحابہ کرام، اہل بیت عظام، سلف صالحین، علمائے راسخین اور اولیائے کاملین کے معمولات سے واضح ہے کہ ایصال ثواب ایک جائز اور مستحسن امر ہے جس پر علمائے امت کا اجماع ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

ایصال ثواب کا مجددی طریقہ

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس کے متعلق ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں

پیش ازین بچند سال ادبِ فقیر آن بودہ کہ اگر طعام می پخت مخصوص بروحانیات مطہرۂ آلِ عبا می ساخت ...... شبی در جواب می بیند کہ آن سرور حاضر است علیہ و علیٰ آلہِ الصَّلوٰۃ والسَّلام فقیر برایشاں عرض سلام می کند متوجہ فقیر نمی شوند و رو بجانبِ دیگر دارند درین اثناء بفقیر فرمودند کہ من طعام در خانہ عائشہ میخورم ہر کہ مرا طعام فرستد بخانہ عائشہ فرستد ایں زمان فقیر دریافت کہ سبب عدم توجہ شریف ایشاں آں بودہ[2]

ترجمہ: آج سے چند سال قبل (فاتحہ وایصال ثواب کے سلسلے میں) فقیر کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کوئی کھانا پکاتا تو اس کا ثواب صرف آل عبا کی روحوں کو پیش کرتا...... ایک رات فقیر نے خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور فقیر نے سلام عرض کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ اقدس دوسری طرف کیا ہوا ہے۔ اس

---

[1] مسلم کتاب الاضاحی ۲/۱۵۶ [2] دفتر دوم مکتوب ۳۶

دوران آپ نے ارشاد فرمایا ''میں کھانا عائشہ کے گھر کھاتا ہوں۔ مجھے جو بھی کھانا بھیجے عائشہ کے گھر بھیجے''۔ فقیر اس وقت جان گیا کہ چہرہ مبارک دوسری طرف پھیرے رکھنے کی وجہ یہی ہے کہ فقیر اس ایصال ثواب میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شریک نہیں کرتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد فقیر ایصال ثواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بلکہ تمام ازواج مطہرات کو شامل کرتا ہے۔

آپ ایک مکتوب میں یوں رقمطراز ہیں:

ایک دن خیال آیا کہ اپنے قریبی رشتہ دار فوت شدگان میں سے بعض کی روحانیت کے لئے صدقہ کیا جائے اسی اثناء میں ظاہر ہوا کہ اس نیت سے اس میت مرحوم کو خوشی حاصل ہوئی اور وہ خوش وخرم نظر آئی۔ جب اس صدقہ کے دینے کا وقت آیا تو پہلے حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوۃ والسلام کی روحانیت کے لئے اس صدقہ کی نیت کی جیسا کہ عادت تھی بعدازاں اس میت کی روحانیت کی نیت کر کے دیدیا، اس وقت اس متوفی میں ناخوشی اور اندوہ محسوس ہوا اور کلفت وکدورت ظاہر ہوئی، اس حال سے بہت متعجب ہوا اور ناخوشی وکلفت کی کوئی وجہ ظاہر نہ ہوئی حالانکہ محسوس ہوا کہ اس صدقہ سے بہت برکتیں اس میت کو پہنچی ہیں لیکن اس میت میں خوشی اور سرور ظاہر نہیں ہوا۔

اسی طرح ایک دن کچھ نقدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کی اور اس نذر میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی داخل کیا اور ان کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طفیلی بنایا اس امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی معلوم نہ ہوئی۔ اسی طرح بعض اوقات جو میں درود بھیجتا تھا اگر اسی دفعہ میں تمام انبیاء علیہم السلام پر بھی درود بھیجتا تو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی ظاہر نہ ہوتی تھی، حالانکہ معلوم ہو چکا ہے کہ اگر ایک کی روحانیت کے لئے صدقہ کر کے تمام مومنوں کو شریک کرلیں تو سب کو پہنچ جاتا ہے اور اس شخص کے اجر میں سے کہ جس کی نیت سے دیا جاتا ہے کچھ کم نہیں ہوتا کیونکہ

اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (بیشک تیرا رب بڑی بخشش والا ہے)۔
مدت تک یہ اشکال دل میں کھٹکتا رہا کہ اس صورت میں ناخوشی وناراضگی کی وجہ کیا ہے؟ آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے ظاہر ہوا کہ ناخوشی وکلفت کی وجہ یہ ہے کہ اگر صدقہ شرکت کے بغیر فوت شدہ کے نام پر دیا جائے تو وہ فوت شدہ اپنی طرف سے اس صدقہ کو تحفہ اور ہدیہ کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جائے گا اور اس کے وسیلے سے برکات وفیوض حاصل کرے گا، اور اگر صدقہ دینے والا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کریگا تو میت کو کیا نفع ہوگا۔ شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہو جائے تو میت کو صرف اسی صدقہ کا ثواب ملے گا اور عدم شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہو جائے تو اس صدقہ کا ثواب بھی ملے گا اور اس صدقہ کے تحفہ اور ہدیہ کرنے کے فیوض وبرکات بھی حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے پائے گا۔ اسی طرح ہر اس شخص کیلئے کہ جس کو شریک کریں یہی نسبت کارفرما ہے کہ شرکت میں ایک درجہ ثواب ہے اور عدم شرکت میں دو درجہ کیونکہ اس کو متوفی اپنی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو ہدیہ وتحفہ کوئی شخص کسی بزرگ کی خدمت میں لے جائے تو اس تحفہ کا بغیر کسی کی شراکت کے اگرچہ طفیلی ہو خود پیش کرنا بہتر ہے یا شرکت کے ساتھ؟ کچھ شک نہیں کہ شرکت کے بغیر بہتر ہے اور وہ بزرگ اپنے بھائیوں کو اپنے پاس سے دے تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ یہ شخص بے فائدہ دوسروں کو داخل کرے اور آل واصحاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عیال کی طرح ہیں ان کو جو طفیلی بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیہ میں داخل کیا جاتا ہے پسندیدہ اور مقبول نظر آتا ہے۔ ہاں عادت جاریہ یہ ہے کہ ہدیات مروجہ میں اگر کسی بزرگ کے ساتھ اس کے ہمسروں کو شریک کریں تو ادب اور اس کی رضامندی سے دور معلوم ہوتا ہے اور اگر اس کے خادموں کو اس کا طفیلی بنا کر

ہدیہ بھیجیں تو وہ پسند کرتا ہے کیونکہ خادموں کی عزت اسی کی عزت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ زیادہ تر فوت شدگان کی رضامندی، اِفراد میں ہے صدقہ کے اشتراک میں نہیں۔ لیکن چاہئے کہ جب میت کیلئے صدقہ کی نیت کریں تو اول آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت پر ہدیہ جدا کرلیں بعدازاں میت کیلئے صدقہ کریں، کیونکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق دوسروں کے حقوق سے بڑھ کر ہیں اور اس صورت میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس صدقہ کے قبول ہونے کا بھی احتمال ہے۔ یہ فقیر فوت شدگان کے بعض صدقات میں جب نیت کے درست کرنے میں اپنے آپ کو عاجز پاتا ہے تو اس سے بہتر علاج کوئی نہیں جانتا کہ اس صدقہ کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت پر مقرر کرے اور اس متوفی کو آپ کا طفیلی بنائے، امید ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کی برکت سے قبول ہو جائے گا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درود شریف اگر ریا وسمعہ سے ادا کیا جائے تب بھی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے، اگرچہ اس کا ثواب درود بھیجنے والے کو نہ ملے کیونکہ اعمال کا ثواب نیت کے درست کرنے پر موقوف ہے اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول کیلئے جو کہ مقبول ومحبوب ہیں بہانہ ہی کافی ہے۔[1]

---

[1] مکتوبات دفتر سوم مکتوب ٢٨

دفتر اوّل مکتوب ۹۰

مکتوب الیہ

حضرت شیخ خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

ماسویٰ اللہ سے نجات
فنائے قلب اور تزکیۂ نفس پر موقوف ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت خواجہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ کے نام پانچ مکتوبات ہیں دفتر اول ۹۰......۱۵۰......۱۶۸......۱۸۰......دفتر دوم میں ۴۷۔ آپ کا نام کسی مکتوب میں خواجہ قاسم، خواجہ محمد قاسم، خواجہ ابوالقاسم، مخدوم زادہ محمد قاسم یا ابوالقاسم درج ہے۔ آپ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔

مکتُوب ۔ ۹۰

متن نصیحتی کہ بمحبان و مخلِصان کردہ می شود ہمہ آنست کہ بکلیّت اِقبالی بجنابِ قدس خداوندی عزّشانہ میسَّر گردد و اِعراضی از مادونِ او تعالیٰ حاصل آید

ع کار اینست وغیر این ہمہ ہیچ

امروز حصولِ این دولتِ عظمٰی وابستہ بتوجہّ واخلاص باین طَبَقہ علیہّ نقشبندیہ است بریاضاتِ شاقہ و مجاہَداتِ شدیدہ آن میسَّر نگردد کہ بیک صحبت ایشان حصول یابد

ترجمہ: وہ نصیحت جو محبوں اور مخلصوں کیلئے ہے وہ سب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ عزشانہ کی بارگاہ قدس میں کلیۃً توجہ میسر ہو جائے اور حق تعالیٰ کے ماسویٰ سے اعراض حاصل ہو جائے۔ ع کام یہی ہے اس کے علاوہ سب ہیچ ہے

آج اس دولت عظمٰی کا حصول اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ واخلاص پر وابستہ ہے۔ سخت ریاضتوں اور شدید مجاہدوں سے بھی یہ نعمت حاصل نہیں ہوتی کہ جتنی ان بزرگوں کی ایک ہی صحبت سے حاصل ہو جاتی ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں کہ ماسوی اللہ سے نجات اور غیر حق سے اعراض، فنائے قلب اور تزکیہ نفس سے مربوط ہے۔ یہ نعمت عظمٰی اور دولت قصوٰی ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ اخلاص اور ان کی توجہات قدسیہ کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔

یوں معلوم ہوتا ہے جیسے تحدیث نعمت کے طور پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اپنی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جو شخص اخلاص وارادت کے ساتھ ہماری مجلس میں حاضر ہو تو ہم اسے پہلی توجہ سے ہی فنائے قلب کا مرتبہ عطا کر دیتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صحبت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کی برکت سے پہلی ہی مرتبہ وہ کچھ مل جاتا تھا جو جلیل القدر اولیائے کاملین کو انتہاء میں بھی مشکل سے ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ کو بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ فرمایا گیا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد

بلینہ:

واضح رہے کہ خواجگان نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین دو امتیازی خصوصیات کی وجہ سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ خاص مناسبت اور مشابہت رکھتے ہیں۔

۱...... اتباع سنت اور دفع بدعت پر فائز ہیں۔

۲......رخصت کی بجائے عمل بعزیمت پر کاربند ہیں۔

دفترِ اوّل مکتوب ۹۱

مکتوب الیہ

حضرت شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

عالمِ قُدس کی طرف عُروج کے دو بنیادی تقاضے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت شیخ کبیر کے نام صادر فرمایا۔ شیخ کبیر سے مراد غالباً شیخ کبیر بن شیخ منور لاہوری ہیں۔ ان کے نام صرف یہی دو مکتوب ہیں مکتوب ۹۱ ......۹۲۔ انہوں نے فیضی کا تقرب حاصل کر کے اکبر کے دربار میں رسائی حاصل کی۔ (منتخب التواریخ)

مکتوب - ۹۱

متن کار اینست کہ اولاً تصحیح عقاید بروفق آرائ عُلمای اہل سُنّت وجماعت کہ فرقۂ ناجیہ اند باید کرد ثانیاً علم وعَمَل بمقتضائ احکامِ فقہیہ لازِم باید ساخت بعد از تحصیل این دو جَناحِ اعتقادی وعملی قصدِ طیَرانِ عالَمِ قدس باید نمود۔

ترجمہ: اصل مقصد یہ ہے کہ اولاً اہل سنت و جماعت کی آراء کے موافق عقائد کو درست کرنا چاہئے کیونکہ نجات یافتہ گروہ یہی ہے۔ ثانیاً احکام فقہیہ کے مطابق علم و عمل کو لازم جاننا چاہئے اوران دو اعتقادی و عملی پروں کے حاصل کرنے کے بعد عالم قدس کی جانب پرواز کا قصد کرنا چاہئے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ سالک کو اپنے عقائد واعمال، اہل سنت و جماعت کے علماء وفقہاء کے مطابق درست کر لینے کے بعد راہ طریقت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ دونوں (اعتقادات واعمال) عالم قدس کی طرف روحانی سیر اور باطنی طیر کیلئے بنیادی پَر، کی حیثیت رکھتے ہیں۔

وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادُ

ع کار این است و غیر ایں ہمہ ہیچ

اس مصرع کا معرب ملاحظہ ہو!

هٰذَا هُوَالْاَمْرُ وَالْبَاقِيْ مِنَ الْعَبَثُ

بلینہ:

واضح رہے کہ شریعت وسنت کے اعمال اور طریقت وحقیقت کے احوال سے مقصود نفس کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ ہے جو ایمان حقیقی کی علامت ہے اور اسی پر نجات کا دارومدار ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهَا

دفترِ اوّل مکتوب ۹۲

مکتوب الیہ

حضرت شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

حق تعالیٰ کا ذکر ہی اطمینانِ قلب کا ذریعہ ہے

مکتوب ۔ ۹۲

متن اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ راهِ اطمینان قلب ذکر اللہ است سبحانہ نہ نظر و استدلال

بیت

پائی استدلالیاں چوبین بود
پائی چوبین سخت بی تمکیں بود

ترجمہ: خبردار! اللہ کا ذکر ہی قلوب کے اطمینان کا باعث ہے۔ اطمینان قلب کا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے نہ کہ نظر و استدلال۔ شعر

بحث بے جا ہے فقط کٹ حجتی   کاٹھ کے پاؤں میں دم خم کچھ نہیں

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ حق تعالیٰ تک رسائی کیلئے صرف منطقی اور عقلی استدلال کافی نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات منطق اور عقل سے وراء الوراء ہے۔ دین اسلام، عقلی دلائل سے زیادہ مشاہدہ اور یقین کی قوت سے حقیقت تک لے جانا چاہتا ہے تاکہ سالک کے قلب و روح میں وجود باری تعالیٰ کا کامل احساس بیدار ہوجائے اور طالب، ذات وصفات حق

میں فنا ہو کر معرفت ورضا واطمینان کے مقام تک پہنچ جائے۔

سالک (بندہ) طالب ہے اور اللہ تعالیٰ مقصود ومطلوب ہے اور طالب اور مطلوب کے درمیان شیخ کامل وسیلہ اور برزخ ہے۔ جب کسی طالب صادق کو شیخ کامل ومکمل کی نسبت وبیعت وصحبت نصیب ہوتی ہے تو وہ اسے ذکر کی تلقین کرتا ہے۔ ذکر کی کثرت اور اس پر مداومت، تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کا سبب بنتی ہے۔ ان دو کمالات (تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس) کے حصول کے بعد سالک کو اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات لِكُلِّ شَيْءٍ صَقَالَةٌ وَصَقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ [1] اور ارشادات باری تعالیٰ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى [2] اور اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ [3] سے عیاں ہے۔

نیز دوران ذکر، ذاکر اور مذکور کے درمیان مناسبت اور تعلق وتعشق پیدا ہو جاتا ہے جو انقیاد وتسلیم کا موجب ہوتا ہے نتیجتاً ذاکر، ساعت فساعت تجلیات مذکورہ کے انعکاس سے منصبغ ہوتا جاتا ہے اور ہر لحہ اس کا عدم ذاتی مرتفع ہوتا رہتا ہے اور اس کی جگہ تجلیات جانشین ہوتی جاتی ہیں۔ کسی عارف نے خوب کہا

مرا دیگر بجائے من نہ بینی
چوں جاں آئی بجائے من نشینی

ایک بزرگ اس مفہوم کو یوں بیان فرماتے ہیں

توئی از ہر دو عالم آرزویم
ترا چون یافتم از خود چہ گویم

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

---

[1] مشکوٰۃ ۱۹۹ [2] الاعلیٰ ۱۴ [3] الرعد ۲۸

فراز منظر چشمِ من آشیانۂ تست
کرم نما و فرود آ کہ خانہ، خانہ تست

بیّنات

واضح رہے کہ تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے بغیر محض استدلال سے اطمینان قلب کا حصول ممکن نہیں کیونکہ نفس، ذاتی جبلت اور دعویٰ ءالوہیت کی بنا پر احکام سماویہ اور فرمودات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کا منکر ومخالف ہے۔

✿......خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ سورہ الحاقہ کی تفسیر میں حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

چونکہ او مَن لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ بود
علم و تحصیلات او حیرت فزود

✿......حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام رازی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

پائے استدلالیاں چوبین بود — پائے چوبیں سخت بے تمکین بود
گر بہ استدلال کارِ دیں بدے — فخر رازی رازدارِ دیں بدے

✿......اقبال مرحوم نے خوب کہا

جمال عشق و مستی، نے نوازی
جلال عشق و مستی، بے نیازی
کمال عشق و مستی، ظرف حیدر
زوال عشق و مستی، حرف رازی

نیز تنہا استدلال اور علم بے عمل، چہرۂ حقیقت کو بے نقاب نہیں کر سکتے غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے بے عمل واعظین کی مجلس وعظ سے منع

فرمایا ہے۔

عناں بمیکدہ خواہیم تافت زیں مجلس
کہ وعظ بے عملاں واجب است نشنیدن

۞...... حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ”علم حجاب اکبر است“ یعنی علم سب سے بڑا حجاب ہے۔ اہل طریقت نے اس کے دو مفہوم بیان فرمائے ہیں

اول: تزکیہ نفس کے بغیر علم استدلال، وصول مطلوب کا وسیلہ نہیں ہو سکتا۔

دوم: ایمان شہودی کی راہ میں علم حصولی کے علاوہ علم حضوری کی فنا بھی لازم ہے کیونکہ جب تک سالک علم ماسویٰ سے فارغ نہیں ہو جاتا اسے علم حق (تعالیٰ) نصیب نہیں ہوتا یعنی اسے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی۔

تو از سرائے طبیعت نمیروی بیروں
کجا بکوئے حقیقت گذر توانی کرد

دفترِ اوّل مکتوب ۹۳

مکتوب الیہ

حضرت شیخ سکندر خان لودی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

کیفیّتِ قبض اور اس کا علاج

مکتوب ۔ ۹۳

متن بعد از ادائی نماز پنجگانہ بجماعت و ادائی سُنَنِ رواتِب اَوْقاتِ خود را مصروف ذکرِ الٰہی جَلَّ سُلْطَانُہٗ باید ساخت وبغیر آن نباید پرداخت۔

ترجمہ: نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنے اور سنن مؤکدہ بجالانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکرالٰہی جل سلطانہٗ میں مصروف رکھنا چاہئے اور اس کے غیر میں مشغول نہیں ہونا چاہئے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنے اور سنن مؤکدہ کی ادائیگی کے بعد ہمہ وقت ذکر میں مشغول رہنے کی تلقین فرمارہے ہیں۔ دراصل جب سالک شیخ کامل کی تعلیم کے مطابق ذکر پر استقامت اور مداومت اختیار کرتا ہے تو اس کے لطائف میں لطافت و نورانیت آجاتی ہے جو صفائی قلب کا باعث ہوتی ہے۔ بقول شاعر

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست
پاکئ دل ز ذکرِ رحمٰن ست

بیّنات

واضح رہے کہ سالکین کے اعمال کی دو قسمیں ہیں

۱......اعمالِ مقربین ۲......اعمال ابرار

ابتدائے سلوک میں ذکر اسم ذات، نفی اثبات، مراقبات اور تصور شیخ، اعمال مقربین کے قبیل میں سے ہوتے ہیں اور تلاوت قرآن ونماز، اعمالِ ابرار میں سے ہیں جبکہ انتہائے سلوک میں نماز اور تلاوت قرآن، اعمالِ مقربین میں سے ہوتے ہیں اور اذکار ومراقبات، اعمالِ ابرار سے۔ ہر عبادت اور ذکر اپنا مخصوص مقام رکھتا ہے چنانچہ سورہ فاتحہ، تشہد سے افضل ہے مگر قعدہ میں اس کا پڑھنا خطا ہے۔

جب سالک امراض قلبیہ اور اخلاق رذیلہ سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے اور نفسانی خباثتوں اور اندرونی نجاستوں سے محفوظ اور پاک ہو جاتا ہے تو انشراح صدر کی بدولت اس کے قلب پر ربانی انوار اور قرآنی اسرار کا نزول ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ[1] سے عیاں ہے۔ بقول کسے

عروسی معنائے قرآن حجاب آنگہ بر اندازد
کہ دار الملک ایمان را مجرد بیند از غوغا

متن اگر در جمعیت فتور یابند اول باید تعیّنِ سببِ فتور کردن وبعد ازان تلافی تقصیرِ آن باید نمود۔

ترجمہ: اگر جمعیت (قلب) میں فتور پائیں تو پہلے فتور کا سبب معلوم کرنا چاہیئے اور اس کے بعد اس کوتاہی کی تلافی کرنا چاہیئے۔

---

[1] الواقعہ ۷۹

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز باطنی بندش کا ذکر فرمارہے ہیں جسے اصطلاح صوفیاء میں قبض کہا جاتا ہے۔ دراصل جب کسی سالک کو شیخ کامل، ذکر کی تلقین کرتا ہے تو دوران سلوک، سالک پر مختلف کیفیات واحوال کا ورود ہوتا ہے۔ وہ کبھی کیفیت بسط سے سرشار ہوتا ہے اور کبھی کیفیت قبض سے لاچار۔

قبض کے مختلف عوامل اور متعدد اسباب ہوسکتے ہیں جیسے:

✿......محرمات کا ارتکاب اور مشتبہات کا اکتساب۔

✿......بعض اوقات رخصت پر عمل بھی اس کا موجب ہوتا ہے کیونکہ مشائخ نقشبندیہ قَدَّسَ اللّٰہُ اَرْوَاحَھُمْ عامل بعزیمت ہوتے ہیں اور رخصت سے حتی المقدور اجتناب کرتے ہیں۔

✿......ذکر سے اعراض بھی سبب بنتا ہے۔

✿......شیخ سے عدم رابطہ بھی وجہ ہوسکتی ہے۔

✿......دیگر مصلحتیں بھی کارفرما ہوسکتی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً [1] سے عیاں ہے۔

علاج قبض

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہُ العزیز فرماتے ہیں کہ قبض اور بسط دونوں سالک کے احوال ہیں اور دوران سلوک لازماً پیش آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سالک کبھی صفات جلالیہ کا مظہر ہوتا ہے اور کبھی صفات جمالیہ کے انعکاس والطاف سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

---

[1] الانبیاء ۳۵

سالک پر کیفیت قبض کبھی تو کسی گناہ و خطا کی وجہ سے آتی ہے اور کبھی بدوں زَلّت وارد ہو جاتی ہے چونکہ سالک کے لئے ان کے درمیان تمیز و تفریق کرنا دشوار ہوتا ہے فلہٰذا

- ……سالک کو استغفار کی کثرت اور عفو و کرم کی طلب کرنی چاہئے۔
- ……اس کا سبب معلوم کر کے اس کوتاہی کا تدارک کرنا چاہئے۔
- ……حق تعالیٰ کے حضور آہ وزاری کرنا چاہئے اور اس فتور اور ظلمت کے دور ہونے کی دعا کرنی چاہئے۔
- …… یَابَاسِطُ کا تکرار بھی رفع قبض کیلئے فائدہ بخش ہے۔
- ……شیخ کامل کی صحبت اختیار کرنا چاہئے کیونکہ اسکی توجہات قدسیہ، ظلمات کے پہاڑ توڑ دیتی ہیں اور کیفیت قبض رفع ہو جاتی ہے۔

بلینہ:

ارباب طریقت کے نزدیک رخصت کی دو قسمیں ہیں

۱……رخصت مقید ۲……رخصت مطلق

رخصت مقید

سالک کو دوران سلوک توسطِ حال میں پیش آتی ہے۔

رخصت مطلق

سالک کو تکمیل سلوک کے بعد حاصل ہوتی ہے۔[1]

بلینہ:

یہ امر مستحضر رہے کہ سالکین طریقت کو دوران سلوک، کیفیات قبض و بسط سے

---

[1] نوادر المعارف

دوچار ہونا پڑتا ہے یہ سالک کیلئے ایسے ہی ضروری ہیں جیسا کہ نبی مکرم کیلئے وحی لازم ہے جیسا کہ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں اَلْقَبْضُ وَالْبَسْطُ فِی الْوَلِیِّ کَالْوَحْیِ لِلنَّبِیِّ یعنی کیفیات قبض وبسط ولی کیلئے ایسے ہی ضروری ہیں جیسے کہ نبی کے لئے نزول وحی ضروری ہے۔[1]

---

[1] رسائل نقشبندیہ

دفتر اوّل مکتوب ۹۴

مکتوب الیہ

حضرت خضر خان لودھی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

احکامِ تکلیفیہ کی توضیحات

سالک پر اپنے عقائد و اعمال علمائے اہلسنّت

کے مطابق رکھنا لازم ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت خضر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا۔ آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔ باقی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

مکتُوب - ۹۴

متن آنچہ لابُداست وناچار تصحیحِ عقاید است اولاً بموجب آرائی صائبہ اہل سُنت وجماعت کہ فرقۂ ناجیہ اند وثانیاً اتیانِ اَعمال است بموجَبِ احکام فقہیہ بعداز دانستنِ آن اَحکام از فرائض وسُنَن وواجبات ومستحبات وحلال وحرام ومکروہ ومشتبِہ

ترجمہ: جو کچھ ضروری ہے اور جس کے بغیر چارہ نہیں اول ناجی گروہ اہل سنت و جماعت کی صحیح آراء کے مطابق عقائد کو درست کرنا ہے اور دوم فقہی احکام میں سے فرائض، سنن، واجبات، مستحبات، حلال وحرام اور مکروہ ومشتبہ کے جاننے کے بعد ان کے مطابق عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اپنے عقائد واعمال کو علمائے اہلسنت شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَھُمْ کے عقائد و اعمال کے مطابق درست کرنا چاہیئے۔ ایک مکتوب میں آپ تصحیح عقائد واعمال کی نصیحت

کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں: اردو ترجمہ ملاحظہ ہو!

اول: کتاب وسنت کے مطابق اپنے عقائد کی تصحیح کریں (جس طریقہ پر) علمائے حق نے کتاب وسنت کو سمجھا ہے اور اس سے اخذ کیا ہے کیونکہ ہمارا اور آپ کا جو سمجھنا ہے ان بزرگواروں کی فہم اور رائے کے موافق نہیں ہے وہ حدود واعتبار سے ساقط ہے کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب وسنت کے مطابق سمجھتا ہے اور ان کو وہیں سے اخذ کرتا ہے وَالْحَالُ اَنَّهٗ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (حالانکہ ان سے حق کے متعلق کسی قسم کا بھی فائدہ نہیں ہوتا)۔

دوم: احکام شرعیہ (حلال وحرام، فرض، واجب) کا علم حاصل کرنا۔

سوم: علم کے مطابق عمل کرنا۔

چہارم: حصول تصفیہ وتزکیہ، جوکہ خاص صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ مخصوص ہے۔

لہٰذا جب تک اپنے عقائد کو درست نہ کریں، احکام شرعیہ کا علم کوئی فائدہ نہیں دیتا اور جب تک یہ دونوں متحقق نہ ہو جائیں عمل نفع نہیں دیتا اور جب تک یہ تینوں میسر نہ ہو جائیں تصفیہ وتزکیہ کا حاصل ہونا محال ہے۔

یہ چاروں رکن اور ان کے متممات ومکملات اس طرح (ایک دوسرے سے وابستہ) ہیں جس طرح سنت فرض کو کامل کرتی ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہے وہ فضول اور بیکار باتوں میں داخل ہے: وَمِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ وَ اِشْتِغَالُهٗ بِمَا یَعْنِیْهِ[1]

بینات

✿ ......واضح رہے کہ عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کے بغیر تجلیات کا ظہور اور عالم وجوب کا شہود ممکن نہیں۔

---

[1] دفتر اول مکتوب ۱۵۷

۞......جوگیوں، ہندو برہمنوں اور یونانی فلسفیوں کو مجاہدہ وریاضت کے ذریعے قدرے صفائے باطن تو حاصل ہوجاتا ہے جو مکشوفات کونیہ کا باعث ہوتا ہے مگر عالم وجوب کا کشف وشہود، تزکیۂ نفس کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور تزکیۂ نفس، شریعت وسنت کے مطابق عقائد واعمال کی درستی کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

محال است سعدی کہ راہ صفا

تواں رفت جز درپئے مصطفٰے

۞......یہ امر ذہن نشین رہے کہ صفائے باطن اور تزکیہ نفس کے درمیان فرق یہ ہے کہ صفائے باطن، تصحیح عقائد کے بغیر محض ریاضات شاقہ اور جوع وفاقہ سے حاصل ہوجاتا ہے جبکہ تزکیہ نفس، عقائد کی صحت اور شریعت کی متابعت سے مشروط ہے۔

۞......صفائے نفس تانبے کو ملمع سازی کے ذریعے سونا بنانے کی مانند ہے جبکہ تزکیہ نفس، عمل کیمیا کے ذریعے مس خام کو خالص سونا بنانے کی طرح ہے۔ چنانچہ جب سالک مرشد کامل کی توجہات قدسیہ سے فیضیاب ہوتا ہے تو بقول شاعریوں گویا ہوتا ہے

در مس قلب من اے مظہر حق کن نظری

زانکہ اکسیر اثر نرگس شہلا داری

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند احکام فقہیہ کی اجمالاً تشریحات بیان کردی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

فقہائے احناف نے احکام تکلیفیہ کی متعدد اقسام بیان فرمائی ہیں ان میں سے پہلی قسم فرض ہے۔

فرض

فرض کے لغوی معنی تقدیر (مقرر کرنا) کے آتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

فرض قطعی اور فرض عملی

فرض قطعی

مَاثَبَتَ طَلَبُهٗ مِنَ الشَّارِعِ طَلَبًا جَازِمًا بِدَلِيْلٍ قَطْعِيٍّ[1] یعنی وہ حکم جس میں شارع کی طرف سے طلب جازم ہو اور وہ دلیل قطعی سے ثابت ہو اسے فرض قطعی کہا جاتا ہے۔

فرض عملی

مَاثَبَتَ طَلَبُهٗ مِنَ الشَّارِعِ طَلَبًا جَازِمًا بِدَلِيْلٍ ظَنِّيٍّ یعنی وہ حکم جسکے متعلق شارع کی طلب جازم ہو مگر وہ دلیل ظنی سے ثابت ہو۔

⊙ ...... یاد رہے کہ فرض عملی، واجب کے مترادف ہے کیونکہ عمل قطعی کا سبب ہے مگر اس سے اعتقاد قطعی کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

احکام فرض

مکلّف پر فرض قطعی کا اعتقاد لازم ہے یہی وجہ ہے کہ ائمہ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اس کا منکر مطلقاً کافر ہے۔ جو شخص اس کو بلا عذر صحیح شرعی قصداً ایک بار بھی ترک کرے فاسق، مرتکب کبیرہ اور عذاب نار کا مستحق ہے جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہا۔

واجب

واجب کا لغوی معنی سقوط ہے جبکہ اصطلاحی تعریف یہ ہے مَاثَبَتَ طَلَبُهٗ مِنَ الشَّارِعِ طَلَبًا جَازِمًا بِدَلِيْلٍ ظَنِّيٍّ یعنی وہ حکم جس میں شارع کی طلب جازم ہو اور دلیل ظنی سے ثابت ہو اسے واجب اعتقادی بھی کہا جاتا ہے۔

---

[1] معارف الاحکام وغیرھا

احکام واجب

مکلّف پر اس کا اعتقاد ضروری نہیں کیونکہ یہ ظنی ہے۔ اگر اس کا انکار کردے تو اس سے کفر لازم نہیں آتا البتہ فسق لازم آئے گا۔

✿......مکلّف کیلئے واجب پر عمل بہر طور لازم ہے کیونکہ عمل کے لئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری نہیں بلکہ دلیل ظنی بھی کافی ہے۔

✿......اگر مکلّف، واجب کو حقیر جان کر ترک کرے گا تو اس سے کفر لازم آئے گا۔

✿......مکلّف اس کے ترک پر عقابِ شدید کا مستحق ہوگا۔

✿......اس کے ترک سے عمل باطل نہیں ہوتا بلکہ اس کا وجود باقی رہتا ہے البتہ اس کمی کا اِزالہ درج ذیل اشیاء سے کیا جاسکتا ہے۔

۱......اعادہ سے، ۲......نماز میں سجدہ سہو سے، ۳......احکام حج میں فدیہ سے

یہ امر ذہن نشین رہے کہ بسا اوقات بعض واجبات کے بجالائے بغیر بھی مکلّف کے بری الذمہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے مگر غالب ظن اس کی ضرورت کا ہی رہتا ہے اور اگر کسی عبادت میں اس کا بجالانا ضروری ہو تو وہ عبادت ادا تو ہو جائے گی مگر ناقص رہے گی۔ مجتہد دلیل شرعی سے اس واجب کا انکار کرسکتا ہے۔ اس قسم کے واجب کا ایک بار ترک کرنا گناہ صغیرہ اور چند بار ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے اسے واجب عملی کہا جاتا ہے۔

فرض اور واجب میں فرق

احناف کے نزدیک فرض اور واجب مترادف نہیں بلکہ متبائن ہیں۔

فرض......دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے جبکہ واجب......دلیل ظنی سے ثابت ہوتا ہے۔

صاحب تلویح حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ فرض اور واجب میں تفریق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: فَالْفَرْضُ لَازِمٌ عِلْمًا وَعَمَلًا حَتّٰی يُكَفَّرَ جَاحِدُهٗ وَالْوَاجِبُ

لَازِمٌ عَمَلًا لَا عِلْمًا فَلَا یُکَفَّرُ جَاحِدُہٗ بَلْ یُفَسَّقُ[1] یعنی فرض پر اعتقاد اور عمل دونوں لازم ہیں یہاں تک کہ اسکا منکر کافر ہو جاتا ہے جبکہ واجب پر عمل تو لازم ہے اعتقاد لازم نہیں اسکا منکر کافر نہیں ہوتا بلکہ فاسق ہو جاتا ہے۔

⊙ ...... یہ امر مستحضر رہے کہ عمل کے اعتبار سے بھی فرض کا درجہ واجب کے درجہ سے اقویٰ ہے جسے ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھنا چاہئے۔

فاتحہ کے متعلق احناف اور شوافع میں اختلاف ہے۔ شوافع کے نزدیک فاتحہ کے بغیر نماز باطل ہو جاتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک فَاقْرَؤُا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنْ کے پیش نظر مطلق قرأت فرض اور لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابْ کے پیش نظر فاتحہ واجب ہے۔ دونوں حکم موجود ہیں مگر کتاب وسنت میں مرتبہ کے اعتبار سے فرق یقیناً ہے اس لئے مطلق قرأت کو فرض اور فاتحہ کو واجب قرار دینا ہی بہتر ہے۔

سنت

سنت کے لغوی معنی پیشانی، صورت، سیرت، طریقہ، راستہ وغیرھا کے آتے ہیں۔ فقہاء کرام نے سنت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ سنت ھدیٰ ۲۔ سنت زائدہ

سنت ہدیٰ

ھِیَ الَّتِیْ وَاظَبَ عَلَیْھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَبُّدًا مَعَ التَّرْکِ مَرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ بِلَا عُذْرٍ اَوْلَمْ یَتْرُکْ اَصْلًا لٰکِنَّہٗ لَمْ یُنْکِرْ عَلَی التَّارِکِ یعنی ایسی سنت جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عبادت مواظبت فرمائی ہو البتہ (بیان جواز) کے لئے کبھی اسے بلا عذر ترک بھی فرمایا ہو یا ترک نہ فرمایا لیکن تارک پر طعن نہ فرمایا ہو۔ اسے سنت مؤکدہ بھی کہا جاتا ہے۔

---

[1] التلویح

جیسے جماعت، اذان اور اقامت اس کا کرنا باعث ثواب ہے اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے۔ نادراً تارک موجب عتاب ہے اور عادی تارک مستحق عذاب ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز باجماعت ادا نہ کرنے والوں کو تنبیہہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ [۱] یعنی اگر تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کردی تو تم گمراہ ہو جاؤ گے بلکہ ایک روایت میں یوں بھی ہے لَكَفَرْتُمْ [۲] کہ تم کافر ہو جاؤ گے۔

سنت زائدہ

هِيَ الَّتِي لَمَا تَصْدُرُ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى وَجْهِ الْعِبَادَةِ بَلْ عَلَى وَجْهِ الْعَادَةِ یعنی ایسی سنت جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور عبادت نہیں بلکہ بطور عادت کے صادر ہوئی ہو اسے سنت غیر مؤکدہ بھی کہا جاتا ہے جیسے لباس، کھانا، عمامہ باندھنا وغیرھا۔

اس سنت کا بجالانا باعث اجر وثواب ہے اور اس کا تارک اگر چہ عادی ہو موجبِ عتاب اور قابل ملامت نہیں۔ البتہ اس کا مسلسل ترک مکروہ تنزیہی ہے۔

⊙ ...... یاد رہے کہ سنن زوائد پر عمل مستحسن ہے کیونکہ جو عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہ بطور عبادت کیا ہو یا بطور عادت اس میں خیر ہی خیر ہے بلکہ از راہِ محبت اس عمل کا بجالانا اُمتی کے لئے بلندیٔ درجات کا موجب اور قربِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کا باعث ہے۔ نیز ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے مطابق عصر کی سنتیں (غیر مؤکدہ) ادا کرنے والے کو حق تعالیٰ کے رحم کا مستحق گردانا گیا ہے اور عذابِ نار سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

واضح رہے کہ سنت کا درجہ نفل سے بہر طور بلند ہے خواہ وہ سنت زائدہ ہی کیوں

---

[۱] صحیح مسلم ۱/۲۳۲ [۲] ابوداؤد ۱/۸۸ باب التشدید فی ترک الجماعۃ

نہ ہو کیونکہ سنت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل ہے یہ نسبت نفل کو حاصل نہیں جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ ...... التلویح میں رقمطراز ہیں اِنَّ النَّفْلَ دُوْنَ سُنَنِ زَوَائِدَ لِاَنَّ سُنَنَ الزَّوَائِدَ صَارَتْ طَرِیْقَۃً مَسْلُوْکَۃً فِی الدِّیْنِ وَسِیْرَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِخِلَافِ النَّفْلِ یعنی نفل کا درجہ سنن زوائد سے کم ہے کیونکہ سنن، دین کا طریقہ جاریہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا حصہ ہیں برعکس نوافل کے کہ ان کو یہ شرف حاصل نہیں۔

حرام

حرام کے لغوی معنی ''منع'' کے آتے ہیں اور یہ حلال کی ضد ہے۔

حرام کی تعریف

مَا ثَبَتَ النَّھْیُ عَنْہُ شَرْعًا نَھْیًا جَازِمًا بِدَلِیْلٍ قَطْعِیٍّ یعنی وہ فعل جس سے شریعت مطہرہ نے نہی جازم کے ساتھ منع کیا ہو اور وہ نہی دلیل قطعی سے ثابت ہو۔

فقہاء کرام نے تعلق حرمت کے اعتبار سے حرام کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ حرام لذاتہٖ ۲۔ حرام لغیرہٖ

حرام لذاتہٖ

مَا حَرَّمَہُ الشَّارِعُ بِاَصْلِہٖ اِبْتِدَاءً لِقُبْحِ عَیْنِہٖ یعنی ضرر ذاتی کی بناء پر شارع جس کو ابتدا ہی میں حرام قرار دے دے جیسے قتل، زنا، چوری وغیرہا۔

حرام لغیرہٖ

مَا حَرَّمَہُ الشَّارِعُ لِمُلَابَسَاتٍ خَارِجَۃٍ عَنْ ذَاتِہٖ یعنی وہ جسے کسی خارجی شئی کی بناء پر شارع نے حرام قرار دیا ہو جیسے باطل طریقہ سے مال کھانا، غصب شدہ زمین میں نماز ادا کرنا وغیرہا۔

احکام حرام

مکلّف پر فرض کی مانند حرام کا اعتقاد لازم ہے اور اس کا انکار کفر ہے جیسے جو شخص سود، زنا اور مردار کو حلال جانے وہ کافر ہو جائے گا۔

- ......اگر کوئی شخص حرام سمجھتے ہوئے اس کا مرتکب ہو تو وہ فاسق قرار پائے گا۔
- ......اگر کوئی شخص اس کا ارتکاب بطور استہزاء کرتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ احکام شرعیہ کا استہزاء کفر ہے قطع نظر اس کے کہ وہ احکام دلائل قطعیہ سے ثابت ہوں یا دلائل ظنّیہ سے۔
- ......اس کا مرتکب عقاب شدید کا مستحق ہوگا۔
- ......مکلّف پر حرام سے اجتناب لازمی اور قطعی ہے۔

مکروہ

مکروہ کا لغوی معنیٰ ''قبیح'' ہے اور یہ محبوب کی ضد ہے۔

اس کی دو قسمیں ہیں۔ مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی

مکروہ تحریمی

مَاثَبَتَ النَّهْيُ عَنْهُ نَهْيًا جَازِمًا بِدَلِيْلٍ ظَنِّيٍ یعنی وہ فعل جس سے شریعت مطہرہ نے نہی جازم کے ساتھ منع کیا ہو مگر وہ نہی دلیل ظنی سے ثابت ہو۔

احکام مکروہ تحریمی

- ......مکلّف کیلئے مکروہ تحریمی کا انکار کفر نہیں بلکہ فسق ہے۔
- ......مکلّف پر اس سے اجتناب قطعی اور ضروری ہے کیونکہ حرام اور مکروہ تحریمی میں فرق اعتقاد کے اعتبار سے ہے عمل کے اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اعتقاد کے لئے دلیل قطعی کا ہونا لازم ہے جبکہ عمل کے لئے دلیل ظنی بھی کافی ہوتی ہے۔

۞ ......اگر کوئی شخص حرام سمجھتے ہوئے اس کا مرتکب ہوگا تو وہ فاسق تصور کیا جائے گا۔

۞ ......اگر کوئی شخص اس کا ارتکاب بطور استہزاء کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

۞ ......اس کا مرتکب عقاب کا حقدار ٹھہرے گا۔

۞ ......اگر کوئی مجتہد تاویل کے پیش نظر اس کا اکتساب کرے تو اسے فاسق تصور نہیں کیا جائے گا کیونکہ دلائل ظنیہ میں اجتہاد کی گنجائش ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ بعض ائمہ نے دلیل قطعی و ظنی میں فرق کے باوجود مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق جائز قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے یُطْلَقُ عَلَى الْمَكْرُوْهِ تَحْرِيْمًا اِسْمُ الْحَرَامِ یعنی آپ مکروہ تحریمی پر جانب حرمت غالب ہونے کی بناء پر حرام کا اطلاق کرتے تھے۔

مکروہ تنزیہی

اَلْمَكْرُوْهُ مَا ثَبَتَ النَّهْىُ عَنْهُ شَرْعًا نَهْيًا غَيْرَ جَازِمٍ

یعنی ہر وہ فعل جس سے شریعت مطہرہ نے منع کیا ہو مگر نہی غیر جازم ہو۔

احکام مکروہ تنزیہی

۞ ......اگر مکلّف شریعت مطہرہ کے پیش نظر اسے ترک کر دے تو ثواب کا مستحق ہوگا۔

۞ ......اگر مکلّف اس کا مرتکب ہو جائے تو مکروہ تحریمی کی نسبت کم سزا کا حقدار ہوگا۔

۞ ......اس کا ارتکاب بطور استخفاف حرام ہے۔

مستحب

فقہاء اور اصولیین کے نزدیک مستحب کے مختلف اسماء اور تعبیرات ہیں مثلاً نفل، تطوع، احسان، حسن، سنت اور ندب۔

ندب کا لغوی معنی اَلدُّعَاءُ اِلٰى اَمْرٍ مُّهِمٍّ یعنی کسی اہم کام کی طرف بلانا۔

اصطلاحی تعریف

طَلَبٌ مِّنَ الشَّارِعِ غَیْرُ جَازِمٍ لِفِعْلٍ مَنْدُوْبٍ یعنی شارع کی طرف سے فعل کی ایسی طلب جو جازم اور حتمی نہ ہو۔

صاحب بہار شریعت حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے مستحب کی تعریف یوں تحریر فرمائی ہے:

وہ کہ نظر شرع میں پسند ہو مگر ترک پر کچھ ناپسندی نہ ہو خواہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی یا علمائے کرام نے پسند فرمایا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔[1]

---

[1] بہار شریعت جلد اول حصہ دوم

دفترِ اوّل مکتوب ۹۵

مکتوب الیہ

حضرت میاں سید احمد بجواڑوی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

قلبِ انسانی حقیقتِ جامعہ ہے

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق صفاتِ اضافیہ سے ہوئی ہے

صحو اور سکر کے متعلق اختلافِ صوفیہ

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت سید احمد بجواڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ مکتوبات شریفہ میں آپ کے نام دو مکتوب ہیں دفتر اول مکتوب ۹۵......۱۰۸۔ سید احمد بن محمد بن الیاس حسینی غرغشتی بجواڑوی (بجواڑہ مضافات سرہند میں ہے) علم شریعت وطریقت کے جامع تھے۔ ۱۰۰۱ھ میں تحصیل علوم سے فارغ ہوکر درس و تدریس اور ارشاد و تلقین میں مشغول ہوگئے۔ جہانگیر نے ترک آداب کے جرم میں تین سال قلعہ گوالیار میں قید رکھا آخر خان جہاں لودھی کی سفارش سے رہائی پائی اور وہ اپنے ساتھ دکن لے گیا۔ ایک عرصہ برہان پور میں رہے پھر ۱۰۲۰ھ میں آگرہ آگئے۔ (نزہۃ الخواطر ج ۵/ ۶۸، ۶۹) حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے دفتر اول مکتوب ۵۶، ۲۳۸ میں آپ کے لئے سفارش فرمائی ہے۔

مکتُوب ۔۹۵

متن ہرچہ در کلیتِ انسان است در قلب تنہاست لٰہذا آنرا حقیقتِ جامعہ میگویند

ترجمہ: جو کچھ پورے انسان میں ہے تنہا قلب میں موجود ہے اس لئے اسے حقیقت جامعہ کہتے ہیں۔

شرح

قلبِ انسانی حقیقت جامعہ ہے

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز قلب انسان کی وسعت اور عظمت کو بیان فرما رہے ہیں کہ جس طرح جسم انسانی جملہ موجودات وممکنات کا ماحصل ہے ایسے ہی قلب عارف (کامل) وجود انسانی کا لب لباب ہے۔ دراصل عارف کامل کے لطائف عشرہ کے باہمی اختلاط سے ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو لطائف کے جدا جدا رہنے سے پیدا نہیں ہوتی نیز بدن عارف میں اجزائے عشرہ کے باہمی امتزاج سے ایسی ہیئت وحدانی پیدا ہو جاتی ہے کہ عارف کا قلب ایسی کیفیات سے سرشار ہوتا ہے جو ناقصین اور عامۃ الناس کے اجسام اور قلوب کو میسر نہیں ہوتیں۔ بنابریں اہل طریقت کے نزدیک قلب کو حقیقت جامعہ کہا جاتا ہے۔

قلب کی دو قسمیں ہیں

۱......قلب نوری ۲......قلب صنوبری

چونکہ قلب صنوبری، قلب نوری کا ظرف ہے فلہٰذا بواسطہ ظرفیت ومظروفیت عالم قدس کے انوار، فیوضات وتجلیات قلب نوری سے قلب صنوبری پر وارد ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ چونکہ بذات خود بے چون ہے اس لئے اس نے اہل اللہ کے قلوب بھی یک گونہ بے چون تخلیق فرمائے ہیں ورنہ بے چون کے چون میں سمانے کی کوئی گنجائش نہیں جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے لَایَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنْ[1] یعنی زمین وآسمان میری وسعت نہیں رکھتے لیکن میری گنجائش میرے بندۂ مومن کا قلب رکھتا ہے۔ بقول شاعر

دو جہاں کی وسعتیں کہاں تجھ کو پا سکیں
اک میرا ہی دل ہے جہاں تو سما سکے

قلب نوری ہر قسم کے غبار سے پاک اور اغیار کی گرفتاری سے کلیتًا آزاد ہوتا ہے یہی قلب حق تعالیٰ کا عرش ہے جیسا کہ حدیث نبوی قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ[2] سے عیاں ہے۔ قدوۃ الابرار حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اسی قلب کو جوہر نورانی، عقل مستفاد، منبع اسرار، مطلع انوار اور عرش رحمٰن کہتے ہیں۔

دل بہ معنی جوہر نورانی است — دل نہ از جسم است ونے جسمانی است
آنکہ دانا گفت عقل مستفاد — درحقیقت داں کہ دل بودش مراد
دل چہ باشد مطلع انوار حق — دل چہ باشد منبع اسرارِ حق
پیش سالک عرش رحمٰن است دل — جملہ عالم چوں تن و جان است دل

---

[1] ملاحظہ ہوالبینات شرح مکتوبات جلداول مکتوب ا، [2] تفسیر خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ العزیز ۲۴۹

یہی قلب، ذات احد کا مظہر ہے جو اعتبارات سے مجرد ہے جبکہ عرش، صفات کا مظہر ہے اسی بناء پر صوفیائے کرام کے ہاں قلب کو عرش پر جزوی فضیلت حاصل ہے کیونکہ قلب کو عالم قدس کے ساتھ حبیّ و عشقی تعلق حاصل ہے اور عرش، محبت و عشق کی نعمت سے محروم ہے اسی لئے فرمایا گیا!

عرش و غزنین ہر دو یک طبق است
بلکہ غزنین شریف تر طبق است

یعنی عرش وغزنی دونوں مرتبے میں برابر ہیں بلکہ غزنی کا شرف عرش سے زیادہ ہے کیونکہ غزنی کے اولیاء کے قلوب میں جو عشق الٰہی ہے عرش اس عشق سے بے خبر ہے۔

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ گنجائش سے مراد مرتبۂ وجوب کی صورت کی گنجائش ہے نہ کہ حقیقت کی کیونکہ وہاں حلول کی گنجائش نہیں ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ حق سبحانہ کسی جہت میں نہیں ہے وہ مکانی اور زمانی نہیں ہے حق تعالیٰ کا ارشاد اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى [۱] اگر چہ بظاہر ثبوت جہت اور ثبوت مکان کا وہم پیدا کرنے والا ہے لیکن حقیقت میں جہت اور مکان کی نفی کرتا ہے کیونکہ یہ جہت اور مکان کا اثبات ایسے مقام (عرش) کیلئے کرتا ہے جہاں جہت اور مکان نہیں ہے یہ تو حق تعالیٰ سبحانہ کی بے جہتی اور بے مکانی سے کنایہ ہے فتامّل [۲]

---

[۱] طٰہٰ ۵ [۲] معارف لدنیہ معرفت ۱۷

متن وبجہتِ ہمیں جامعیتْ بعضی از مشائخ وسعتِ قلب چنین خبر دادہ اند کہ اگر عرش ومافیہ در زاویۂ قلبِ عارف اندازند، ہیچ محسوس نشود زیرا کہ قلب جامِع عناصر و اَفلاکَ است وعرش وکرسی وعقل ونفس وشامِل مکانی ولامکانی

ترجمہ: اسی جامعیت کی وجہ سے بعض مشائخ نے قلب کی کشادگی کے متعلق یوں خبر دی ہے کہ اگر عرش اور جو کچھ اس میں ہے قلب عارف کے ایک کونے میں ڈال دیں تو کچھ محسوس نہ ہو کیونکہ قلب، عناصر (اربعہ) ، افلاک ، عرش، کرسی، عقل اور نفس کا جامع ہے اور مکانی اور لامکانی کو شامل ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز بعض صوفیاء کے اس قول پر تبصرہ فرمارہے ہیں کہ قلب عارف، عالم خلق و عالم امر کے لطائف عشرہ، عرش وکرسی وغیرھا اور مکانی اور لامکانی کا جامع ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ صوفیاء کا یہ قول سکر کے قبیل سے ہے حقیقت واقعہ یوں نہیں بلکہ قلب عارف میں ان اشیاء کی صورت، تمثال اور نمونے ہوتے ہیں جس طرح آئینے میں آسمان کا نمونہ ہوتا ہے اس کی حقیقت نہیں ہوتی کیونکہ آسمان کی وسعتیں تنگ آئینہ میں نہیں سما سکتیں۔

بینہ:

واضح رہے کہ جسم انسانی میں عناصر عشرہ، عرش وافلاک وغیرھا اجمالی طور پر درج ہیں جس طرح گٹھلی میں جڑ، تنا، شاخیں، پھل، پھول، کانٹے وغیرھا پورا درخت

مندرج ہوتا ہے۔

متن بعضی از مشائخ در غلبہ سُکر گفتہ اند جمعِ محمدی اَجْمَع است از جمع الٰہی جلّ سلطانہ

ترجمہ: بعض مشائخ نے غلبہ سکر میں کہا ہے کہ جامعیت محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوات) جمع الٰہی جل سلطانہ، سے زیادہ جامع ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک اہم مسئلہ بیان فرمارہے ہیں جس میں حضرت امام ربانی اور بعض صوفیائے وجودیہ کا اختلاف ہے صوفیائے وجودیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک چونکہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم امکان اور مرتبہء وجوب کی حقیقت کے جامع ہیں اور حق تعالیٰ سبحانہ کا تعلق محض مرتبہء وجوب سے ہے۔ اس لئے جامعیت محمدی، جمع الٰہی سے اجمع ہے۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کا مؤقف یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت امکان اور مرتبہء وجوب کی صورت کے جامع ہیں حقیقت کے جامع نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ حقیقی واجب الوجود ہے اس لئے اس کی ذات غیر محدود اور لامتناہی ہے اور حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم ممکن الوجود اور مخلوق ہیں اس لئے آپ حق تعالیٰ کے بندے، محدود اور متناہی ہیں۔

بلینہ:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرِہُ العزیز کے نزدیک حق تعالیٰ کی صفات تین قسم کی ہیں۔

ا...... صفات اضافیہ: جیسے ''خالقیت'' اور ''رازقیت'' ان کا تعلق عالم دنیا کے ساتھ ہوتا ہے

۲...... صفات حقیقیہ: جیسے علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام یہ صفات اپنے اندر اضافت کا ایک رنگ رکھتی ہیں۔

۳...... حقیقت صرف: جیسے حیات اس میں اضافت کا کوئی امتزاج نہیں ہے۔ یہ قسم تینوں قسموں میں سب سے اعلیٰ اور جامع ترین ہے۔ [۱]

آپ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق صفاتِ اضافیہ سے ہوئی ہے اور صفات اضافیہ وجوب اور امکان کے درمیان برزخ ہیں اسی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خالق اور مخلوق کے درمیان رابطہ اور واسطہ ہیں کہ جمیع مخلوقات و موجودات کو انعامات فیوضات و برکات آپ کے وسیلے سے ہی نصیب ہوتے ہیں اسی لئے آپ کو برزخ البرازخ اور برزخ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ بقول شاعر شہیدی

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

متن واوتعالیٰ وتقدس غیر محدود است ونامتناہی

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ وتقدس غیر محدود اور لامتناہی ہے۔

شرح

یہاں ایک دقیق سوال ہے جس کا جواب علمائے راسخین، اولیائے کاملین اور صوفیائے محققین نے مرحمت فرمایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ

---

[۱] مبداء و معاد منہا ۵۹

آیا حق تعالیٰ اس عالم میں سے ہے یا ماسوائے عالم ہے۔ اگر حق تعالیٰ عالم میں سے نہیں تو ماسوائے عالم ہوگا دریں صورت حق تعالیٰ کا وجود محدود ہو جاتا ہے کیونکہ ورائیت، محدودیت کو مثبتِ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ موجود ہے اور عالم موہوم ہے لہٰذا موجود وہمی موجود خارجی کو محدود نہیں کرسکتا واجب اور ممکن کی مثال نقطۂ جوالہ اور دائرۂ موہومہ کی سی ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ دائرۂ موہومہ، نقطہء موجودہ کی تحدید نہیں کرسکتا اگرچہ دائرہ کا کوئی بھی حصہ نقطہ کے اشراق وانوار سے خالی نہیں ہے لیکن دائرہ محدد نقطہ نہیں ہے اور نقطہ کو محدود نہیں کرسکتے اسی بناء پر دخول، خروج، اتصال اور انفصال کی نسبت بھی نقطہ نہیں رکھتی۔

سوال: نمود عالم پر موہومیت کا حکم لگانا سوفسطائیہ کا مذہب ہے کہ ان کے نزدیک عالم تابع خیال ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی بلند کو پست جانیں تو وہ پست ہے اور اگر کسی پست کو بلند خیال کریں تو وہ بلند ہے اس کا کیا جواب ہے؟۔

جواب: عالم موہوم ذہنی اختراع نہیں ہے کہ ازالہء وہم سے زائل ہو جائے بلکہ عالم موہوم یقینی ہے جس پر عذاب وثواب ابدی مترتب ہوتا ہے یعنی یہ وہم، یقین اور رسوخ کے ساتھ ملاقی ہے۔

متن شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہ میگوید لِوَائِی اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ

ترجمہ: حضرت شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ میرا جھنڈا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہُ العزیز کے ایک قول پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمار ہے ہیں کہ حضرت شیخ نے اپنے جھنڈے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند قرار دیا ہے، ان کے جھنڈے سے مراد ولایت کا جھنڈا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے مراد نبوت کا جھنڈا ہے اور بعض صوفیاء کا قول ''ولایت، نبوت سے افضل ہے'' اسی قبیل سے ہے۔اس کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ولایت میں توجہ خالق کی طرف ہوتی ہے اور نبوت میں توجہ مخلوق کی طرف ہوتی ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مخلوق کی طرف توجہ کرنے سے خالق کی طرف توجہ کرنا افضل ہے، لہٰذا ولایت، نبوت سے افضل ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کا مؤقف یہ ہے کہ ولایت، نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل ہے یہی وجہ ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی نیز آپ کے نزدیک تفضیل ولایت کے قائلین ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوعین میں سے ہیں اور مقام نبوت کے کمالات سے بے خبر ہیں۔مقام نبوت کو مقام ولایت کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی کہ غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہوتی ہے۔ نبوت، نزولی مراتب میں کلیتًا مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے جبکہ ولایت کو نزولی مراتب میں مخلوق کی طرف پوری توجہ میسر نہیں ہوتی بلکہ اسکا باطن حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے جبکہ ظاہر مخلوق کی طرف ہوتا ہے اس کی وجہ میسر یہ ہے کہ صاحب ولایت نے عروجی مقامات پوری طرح طے نہیں کئے اور نزول کرلیا ہے اس لئے لازمی طور پر اس کو فوق کی نگرانی ہر وقت دامنگیر رہتی ہے جو کلی طور پر مخلوق کی طرف متوجہ ہونے میں مانع ہے برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے عروجی منازل کی تکمیل کے بعد نزول فرمایا

ہے اس لئے وہ پورے طور پر مخلوق کو خالق کی طرف دعوت دینے میں متوجہ ہوتے ہیں۔

مزید برآں ولایتِ اولیاء حق تعالیٰ کے قرب کا سراغ دیتی ہے اور ولایتِ انبیاء حق تعالیٰ کی اقربیت کا نشان بتاتی ہے۔ ولایت اولیاء، شہود کی طرف دلالت کرتی ہے اور ولایتِ انبیاء بے کیفی اور بے رنگی کی نسبت کا اثبات کرتی ہے۔ ولایت اولیاء اقربیت کو نہیں پہچانتی کہ کیا ہے اور جہالت کو نہیں جانتی کہ کہاں ہے اور ولایت انبیاء اقربیت کے باوجود قرب کو عین بُعد جانتی ہے اور شہود کو عین غیبت سمجھتی ہے۔

(مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب ۷۷)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سکر اور صحو کی قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ سکر اور صحو کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اَلسُّکْرُ غَیْبَۃٌ بِوَارِدٍ قَوِیٍّ یعنی سکر وہ حالت غیبت ہے جو سالک پر قوی وارد کی وجہ سے طاری ہوتی ہے۔[1]

اَلصَّحْوُ رُجُوْعٌ اِلَی الْاِحْسَاسِ بَعْدَ الْغَیْبَۃِ بِوَارِدٍ قَوِیٍّ یعنی وارد قوی کی وجہ سے غیبت کے بعد احساس کی طرف لوٹنے کو صحو کہا جاتا ہے۔[2]

◉ ...... سکر، مستی، بے خبری اور بے تمیزی کو کہا جاتا ہے جس میں سالک، تجلیات وجوبیہ کے واسطہ سے حواس اور احساس سے غائب ہو جاتا ہے کیونکہ یہ تجلیات اس کے شعور کو زائل کردیتی ہیں نیز سکر اصحاب مواجید کا حصہ ہے۔

◉ ...... صحو، سکر کے بعد افاقہ، ہوش، باخبری اور ہوشیاری کو کہتے ہیں۔

◉ ...... سکر غلبہء مدہوشی اور جذب و مستی کا نام ہے جس سے مراد ارباب معانی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہے۔

◉ ...... حالت سکر میں سالک حال کا مشاہدہ کرتا ہے۔

---

[1] کتاب التعریفات ۱۱۶ [2] کتاب التعریفات ۱۱۶

◉ ...... سکر، سراسر گمان فنا ہے۔

◉ ...... صحو، سراسر دید بقا ہے۔

◉ ...... حالت صحو میں سالک علم کا مشاہدہ کرتا ہے۔

◉ ...... سکر مقام ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔

◉ ...... صحو مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے۔

صحو اور سکر کے متعلق اہل طریقت کا اختلاف

سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہُ العزیز اور ان کے متبعین سکر کو صحو پر فوقیت دیتے ہیں جبکہ سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی قدس سرہُ العزیز اور ان کے متبعین صحو کو سکر پر فضیلت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سکر، محل آفت ہے۔

◉ ...... قدوۃ المشائخ حضرت شیخ ابوالفضل ختلی جنیدی قدس سرہُ العزیز فرماتے ہیں کہ سکر، بازیچہء اطفال ہے اور صحو، رزم گاہ مرداں ہے۔

◉ ...... قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ صاحب سکر کے حال کا کمال صحو میں ہوتا ہے اور صحو کا کمترین درجہ بشریت کی بیچارگی کی رؤیت و ادراک ہے۔[1]

◉ ...... حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک صحو، سکر سے افضل ہے کیونکہ صحو، سکر کو متضمن ہے کہ صحو، سکر کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

◉ ...... صحو، کل ہے اور سکر جزو ہے بایں طور کہ صحو سکر کے بعد ہے اور سکر مستلزم صحو نہیں فلہٰذا سکر جزو کے حکم میں ہے اور صحو، کل کے حکم میں ہے۔

قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہُ العزیز نے سکر کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

---

[1] کشف المحجوب

۱...... سکراز راہ مؤدت ۲...... سکراز راہِ محبت

پہلی قسم کا سکر معلول ہوتا ہے کہ رؤیت نعمت سے ظہور پذیر ہوتا ہے دوسری قسم کا سکر بے علت ہوتا ہے کہ رؤیت منعم سے پیدا ہوتا ہے۔ نعمت پر نظر رکھنے والا ذاتی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے جبکہ منعم کو سامنے رکھنے والا منعم میں محو ہوتا ہے اور اپنی ذات کو نظر انداز کر دیتا ہے اگر چہ وہ حالت سکر میں ہوتا ہے مگر اسکا سکر بھی صحو ہوتا ہے۔

صحو کی بھی دو قسمیں ہیں

۱......صحو از روئے غفلت ۲......صحو از روئے محبت

پہلی قسم کا صحو حجاب اعظم ہے اور دوسری قسم کا صحو کشفِ ابین (عین مشاہدہ) ہے غرضیکہ سکر اور صحو کی حدود ملتی جلتی ہیں ایک کی انتہاء دوسرے کی ابتداء ہے۔[۱]

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہُ العزیز کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی طیفور بن عیسیٰ بن آدم، کنیت ابو یزید اور لقب سلطان العارفین ہے۔ آپ ۱۳۶ھ کو شہر بسطام (نیشاپور) میں متولد ہوئے آپ مادرزاد ولی تھے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ میرے شکم میں تھے تو جب کبھی میں مشتبہ لقمہ کھا بیٹھتی تو آپ میرے پیٹ میں تڑپنا شروع کر دیتے جب تک قے نہ کر دیتی اور وہ لقمہ میرے جسم سے نکل نہ جاتا آرام نہ کرتے۔ سبحان اللہ!

آپ کے دل میں بچپن سے ہی تلاش حق کی جستجو پیدا ہوگئی تھی۔ جب والدہ ماجدہ نے اپنا حق معاف کر کے راہ خدا کے لئے وقف کر دیا تو آپ شہر بسطام سے نکل کر تیس سال تک شام کے جنگلوں میں عبادت و ریاضت اور مجاہدے کرتے رہے۔

---

[۱] کشف المحجوب

✿......آپ فرماتے ہیں کہ جس کام کو میں سب سے مؤخر سمجھتا تھا وہ سب سے مقدم نکلا اور وہ والدہ کی رضا ہے اور فرمایا کہ جو کچھ میں ریاضات ومجاہدات اور مسافرت میں ڈھونڈتا رہا وہ والدہ کی خدمت ورضا میں ہی پایا۔

✿......آپ فرماتے ہیں کہ ابتدائے احوال میں مجھے وحدانیت کی طرف روحانی سیر اور باطنی طیر میسر ہوئی تو میرے رستے میں بہشت ودوزخ آئے مگر میں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی یہاں تک کہ میں ایک پرندہ بن گیا جس کا جسم احدیت سے اور بال وپر قِدم سے بنے تھے۔ میں فضائے ہویت میں پرواز کرتا رہا حتیٰ کہ فضائے ازلیت میں داخل ہوگیا اور شجر احدیت کا مشاہدہ کیا۔ جب بنظر غائر دیکھا تو ہر طرف مجھے میں ہی نظر آیا جو اللہ تعالیٰ کا غیر ہے میں پکار اٹھا خدایا! جب تک میری (انا) موجود ہے تیری ذات تک رسائی محال ہے ابھی تو مجھے میری انانیت سے چھٹکارا حاصل نہیں ہوا بتا میں کیا کروں؟ فرمان آمد کہ یا بایزید خلاص تو از توئی تواند در متابعت دوست ما بستہ است دیدہ را بخاک قدم وی اکتحال کن وبر متابعت وی مداومت کن یعنی حکم ہوا اے بایزید! تیری خودی سے تیری خلاصی ہمارے دوست (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی متابعت سے وابستہ ہے۔ ان کے مبارک قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا اور ان کی متابعت پر مداومت اختیار کر۔ اہل طریقت اسے حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ العزیز کی معراج کہتے ہیں۔[1]

✿......ایک مرتبہ آپ نے اپنے پاؤں مبارک پھیلائے تو ایک مرید نے بھی آپ کی دیکھا دیکھی پاؤں پھیلا دیے پھر جب آپ نے اپنے پاؤں سمیٹے تو اس مرید نے بھی سمیٹنے کی کوشش کی مگر اس کے پاؤں مفلوج ہو کر رہ گئے۔ آخری دم تک اس کی یہی حالت رہی کیونکہ اس نے مرشد کے پاؤں پھیلانے کو معمولی بات سمجھ کر مرشد کی برابری کر کے

---

[1] ماخوذ از کشف المحجوب فارسی ۲۶۰

بے ادبی کی تھی۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ

✿......سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہُ العزیز آپ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اَبُوْیَزِیْد مِنَّا بِمَنْزِلَۃِ جِبْرَئِیْلَ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ یعنی شیخ بایزید ہم (اولیائے کرام) میں ایسے ہیں جیسے ملائکہ میں سیدنا جبریل (علیہ السلام)[1]

ایک مقام پر یوں فرمایا:

میدان توحید میں چلنے والوں کی انتہا بایزید کی ابتداء ہے

اقبال مرحوم نے خوب کہا:

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

آپ بڑے صائب الرّائے اور صاحب اجتہاد تھے لیکن علم ظاہری کو ترک کر کے راہِ ولایت پر گامزن ہو گئے تھے اس لئے علومِ ظاہری میں آپ کا کمال ظاہر نہیں ہوا۔

لوگوں نے بہت سی شطحیات آپ کی طرف منسوب کر دی ہیں حالانکہ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ راہ شریعت پل صراط سے زیادہ باریک اور پر خطر ہے۔ سالک پر لازم ہے کہ ہر حالت میں ایسی روش اختیار کرے کہ اگر اسے بلند مقامات اور اعلیٰ احوال میسر نہ آئیں اور وہ گر پڑے تو دائرہ شریعت میں ہی گرے۔ ہر چیز چھن جائے تو کم از کم شرعی اعمال اس سے نہ چھوٹیں کیونکہ احکام شرعیہ پر عمل ترک کر دینا مرید کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

آپ نے بعمر ایک سو پچیس سال ۱۵ شعبان المعظم ۲۶۱ھ بسطام میں وصال فرمایا۔ مزار فائض الانوار و آثار بسطام شریف میں ہی ہے۔

---

[1] کشف المحجوب فارسی ۱۱۳

ملحوظہ

امام الاولیاء حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی بیعت کے سلسلہ میں مشائخ کے دو اقوال ملتے ہیں۔

ایک قول بطریق اویسیت فیضیاب ہونے کا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روحانیت سے آپ نے تربیت حاصل کی۔ بعض کتب میں آپ کی لقائے صوری یوں منقول ہے عَنِ الْاِمَامِ عَلِی الرِّضَا عَنِ الْاِمَامِ مُوْسٰی الْکَاظِمِ عَنِ الْاِمَامِ جَعْفَرِنِ الصَّادِقْ (رضی اللہ عنہم) اس طرح آپ حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر طریقت ہیں۔

دوسرا قول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے براہ راست بطریق بیعت فیضیاب ہونے کا ہے کہ آپ کی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ملاقات و بیعت ثابت ہے۔ چنانچہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ مشائخ طرق اربعہ میں نقل فرمایا ہے جو باقیات باقی کے آخر میں بطور ضمیمہ شائع ہو چکا ہے ملاحظہ ہو۔

شیخ بایزید بسطامی را نسبت و بیعت بحضرت امام بحق ناطق جعفر صادق رضی اللہ عنہ چنانکہ امام غزالی در کتاب "طیب القلوب" خود آوردہ اند کہ شیخ بایزید بہ امام جعفر رضی اللہ عنہ بیعت فرمودہ و دوام ذکر اللہ اللہ و شکری شکری گفتی تا آنکہ از دنیا رحلت فرمودہ اند[1] یعنی حضرت شیخ بایزید بسطامی کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نسبت و بیعت حاصل تھی چنانچہ حضرت امام غزالی اپنی کتاب ''طیب القلوب'' میں رقمطراز ہیں کہ حضرت شیخ بایزید نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے

---

[1] باقیات باقی ۱۲۲

دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور وصال مبارک تک دوام ذکر الٰہی پر کار بندر ہے۔

چنانچہ منقول ہے کہ آپ ایک روز حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے حضرت امام نے فرمایا اے بایزید! اس کتاب کو طاق سے اتار لاؤ حضرت بایزید نے عرض کیا کہ طاق کہاں ہے؟ حضرت امام نے فرمایا کہ تم اتنی مدت سے یہاں ہو ابھی تک تم نے طاق بھی نہیں دیکھا۔ آپ نے عرض کیا کہ مجھے طاق سے کیا کام جو سر اوپر اٹھاؤں میں سیر و نظارہ کیلئے آپ کے پاس نہیں آیا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ جب ایسا ہے تو اب تم بسطام کو چلے جاؤ تمہارا کام پورا ہو گیا۔[1]

بلینہ:

عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں کہ سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ میں حضرت رسالت مآب علیٰ صاحبہا الصلوات سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ہمارے اس آج کے دن تک ذکر معنعن پہنچا ہے اور واسطوں میں کوئی فتور واقع نہیں ہوا ہے۔[2]

متن در نبوت رو بخلق فقط نیست بلکہ باین توجہؐ رو بحق نیز دارد باطنش با حق است سبحانہ وظاہرش با خلق

ترجمہ: نبوت میں توجہ فقط مخلوق کی طرف نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حق (تعالیٰ) کی طرف بھی توجہ ہوتی ہے۔ اس کا باطن حق سبحانہ کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ۔

---

[1] تذکرۃ الاولیاء [2] مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۶

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ان صوفیاء کے مؤقف پر تبصرہ فرما رہے ہیں جنہوں نے تفضیل ولایت کے قول کی توجیہہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ چونکہ ولایت میں توجہ حق کی طرف ہوتی ہے اور نبوت میں مخلوق کی طرف۔ اس لئے ولایت، نبوت سے افضل ہے۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبوت میں توجہ، محض مخلوق کی طرف ہی نہیں ہوتی بلکہ مخلوق کی طرف توجہ ہونے کے ساتھ ساتھ خالق کی طرف بھی توجہ ہوتی ہے۔ وہ بظاہر خلق کے ساتھ ہوتے ہیں مگر بباطن حق کے ساتھ ہوتے ہیں۔

بلینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کا یہ مؤقف عروجی منازل اور کمالات نبوت کے ابتدائی اور درمیانی احوال میں تھا مگر نزولی مراتب میں حقیقت آشکارا ہونے پر آپ کا یہ مؤقف ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوات رشد و ہدایت اور تبلیغ و دعوت کے لئے مکمل طور پر مخلوق کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ تکمیلی مراتب میں انہیں فوق کی نگرانی کی ضرورت نہیں رہتی۔

ایسے ہی علمائے راسخین اور اولیائے کاملین جو نبوت کی نیابت اور رسالت کی خلافت پر متمکن ہوتے ہیں انہیں بھی دعوت و تبلیغ میں فوق کی نگرانی کی حاجت نہیں رہتی بلکہ وہ کلیتاً مخلوق کو دعوت دینے کی طرف مشغول رہتے ہیں۔

بلینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جس طرح مقام نبوت کے احوال تین قسم کے

ہوتے ہیں ابتداء، وسط اور انتہاء ایسے ہی نبوت کی تبعیت و وراثت میں مقام ولایت کے احوال بھی تین قسم کے ہوتے ہیں بدایت ، وسط اور نہایت وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ

متن لَایَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَّسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنْ مراد ازین گنجایش گنجایشِ صورتِ مرتبۂ وجوبست نہ حقیقت کہ حلول درآنجا محال است

ترجمہ: میری زمین اور میرا آسمان میری گنجائش نہیں رکھتے لیکن میرے مومن بندے کا دل میری گنجائش رکھتا ہے۔اس گنجائش سے مراد مرتبۂ وجوب کی صورت کی گنجائش ہے نہ کہ حقیقت کی کیونکہ حلول کی وہاں گنجائش نہیں ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز قلب کی وسعت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ گو قلب عارف، تجلیات عالم وجوب کی گنجائش رکھتا ہے لیکن یہ مرتبۂ وجوب کی صورت اور تمثال ہوتے ہیں حقیقت نہیں ہوتی نیز قلب، حق تعالیٰ کی گنجائش کا محل ہے مگر حالیت، محلیت اور ظرفیت ومظروفیت سے پاک ہے جس کا ادراک عقل سے وراء ہے جیسے آئینہ میں صورت، ظرفیت اور مظروفیت کے تصور سے بالا ہے۔

سوال: حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ قلب، تجلیاتِ ذات سبحانہ کا محل ہے اور بعض دیگر فرمودات سے معلوم ہوتا ہے کہ قلب، خود

ذاتِ حق تعالیٰ سبحانہ' کا محل ہے ان متضاد اقوال میں مطابقت کیسے ہوگی؟

جواب: حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کا پہلا قول ابتدائی اور درمیانی اوقات واحوال سے تعلق رکھتا ہے اور قولِ ثانی آپ کے انتہائی احوال سے متعلق ہے اور یہی قول معتبر ہے۔

بلینہ:

واضح رہے کہ قلبِ عارف میں ظہور حق سبحانہ کا معاملہ بے نمون، بے چگون اور بے کیف ہوتا ہے۔

دفتر اوّل مکتوب ۹۶

مکتوب الیہ

حضرت محمد شریف معتمد خان رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

نماز با جماعت ادا کرنے کی اہمیت

زکوٰۃ ادا کرنے کی فرضیت

علمائے محققین کے نزدیک خلفِ وعید جائز نہیں

حضرت امامِ ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک گناہ کبیرہ سات ہیں

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ غالبًا معتمد خاں بخشی مراد ہیں۔ کئی سال تک احدیوں کے بخشی بھی رہے غرضیکہ ساری عمر کسی نہ کسی منصب پر فائز رہے۔ آپ کو تاریخ سے بے حد لگاؤ تھا اور تاریخ عالم کی متعدد کتابیں مہیا کی تھیں۔ جہانگیر آپ پر بہت مہربان تھا۔ شاہجہان کے دور سلطنت میں انتقال ہوا۔ ان کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔ (ذخیرۃ الخوانین ۲/۲۵۳)

مکتوب - ۹۶

متن پنج وقت نماز بجماعت لازم باید ساخت و اَدائی زکوٰۃ برتقدیرِ وجودِ نِصاب نیز از ضروریاتِ اِسلام است آنرا ہم برغبت بلکہ بمنّت می باید ادا نمود

ترجمہ: پانچ وقت کی نماز کو باجماعت ادا کرنا لازم بنائیں اور نصاب موجود ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا اسلام کی ضروریات میں سے ہے۔ اسے بھی رغبت بلکہ احسان جانتے ہوئے ادا کرنا چاہئے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سستی، غفلت اور تسویف وتاخیر ترک کرنے کی نصیحت فرمارہے ہیں اور پانچ وقت کی نماز باجماعت اورزکوٰۃ اداکرنے کی تلقین فرمارہے ہیں جن کی قدرے تفصیلات ہدیہء قارئین ہیں۔

نماز، ایمان کے بعد جملہ عبادات وجمیع طاعات میں سب سے بہترین عبادت و طاعت ہے جس کا ہر رکن حق تعالیٰ کی حمد وثناء اور تعظیم وتسبیح پر مشتمل ہے۔ نماز بروقت اور باجماعت ادا کرنا باہمی اتحادو یگانگت ، اتفاق وموانست، الفت ومؤاخات اور محبت ومساوات کا عملی مظاہرہ ہے اور مسلمانوں کی شوکت وسطوت اور وقار وعظمت کا

بہترین نمونہ ہے جوآقا وغلام اور شاہ وگدا کے سارے امتیازات مٹا دیتا ہے۔
بقول اقبال مرحوم

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

نماز باجماعت ادا کرنے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب میدان جہاد اور حالت خوف میں بھی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم کتاب وسنت میں صراحۃً موجود ہے تو حالت امن میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا کس قدر اہم ولازم ہوگا؟۔ بقول اقبال مرحوم

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے:

وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ [1]

یعنی اگر تم نے جماعت ترک کرنے والے اس شخص کی طرح اپنے گھروں میں نماز ادا کر لی تو تم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کے تارک ہو جاؤ گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کردی تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ بلکہ ایک روایت میں یوں بھی ہے لَكَفَرْتُمْ [2] کہ تم کافر ہو جاؤ گے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز باجماعت سنت مؤکدہ ہے جبکہ بعض فقہائے کرام اور مشائخ عظام کے

---

[1] صحیح مسلم ۱/۲۳۲ [2] ابوداؤد ۱/۸۸ باب التشدید فی ترک الجماعۃ

نزدیک جماعت واجب ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جماعت فرضِ عین ہے ۔(مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات مکتوب ۲۹ جلد اول)

زکوٰۃ ادا کرنے کی فرضیت

زَکوٰۃ دین اسلام کا اہم اور بنیادی رکن ہے جو غریبوں کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی اور مسکینوں کی دستگیری وغمگساری کا بہترین ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ ہر مسلمان مرد وزن، عاقل، بالغ، صاحب نصاب پر حاجت اصلیہ سے زائد مال پر سال گذرنے کے بعد ادا کرنا فرض عین ہے جس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج اور اسکا تارک، کبیرہ گناہ کا مرتکب اور مردود الشہادۃ ہے جس کے ترک پر کتاب وسنت میں شدید وعیدیں آئی ہیں جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ [1]

یعنی وہ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پشتیں داغیں جائیں گے (اور کہا جائے گا)، یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا، اب اس جمع کر رکھنے کا مزا چکھو۔

✿......ایک مقام پر یوں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ [2]

---

[1] توبہ ۳۴،۳۵ [2] آل عمران ۱۸۰

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ اس سے زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو روزِ قیامت اس کا مال ایک گنجے سانپ کی صورت اختیار کرے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہونگے پھر وہ گنجا سانپ اس شخص کے گلے کا ہار اور طوق بن جائے گا اور مالک کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ یعنی میں تیرا ہی مال ہوں اور تیرا ہی خزانہ ہوں۔[۱]

۞......ایک روایت میں یوں ہے: وَمَا خَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالًا اِلَّا اَهْلَكَتْهُ یعنی زکوٰۃ کسی مال میں خلط ملط نہیں ہوتی مگر اسے ہلاک کر دیتی ہے۔[۲]

۞......ایک حدیث میں یوں ہے: حَصِّنُوْا اَمْوَالَكُمْ بِالزَّكٰوةِ یعنی زکوٰۃ کے ذریعے اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں داخل کرلو۔[۳]

۞......ایک مقام پر یوں ارشاد ہے: مَنْ اَدّٰى زَكٰوةَ مَالِهٖ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهٗ یعنی جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے اس (مال) سے اس کا شر دور ہو جاتا ہے۔[۴]

یاد رہے کہ قرآن مجید میں زکوٰۃ کو صدقہ سے بھی موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ[۵] سے عیاں ہے۔
علمائے شریعت نے صدقہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

۱......صدقہ واجبہ　　　۲......صدقہ نافلہ

صدقہ واجبہ

زکوٰۃ اور فطرانہ وغیرہا کو کہا جاتا ہے۔

---

۱ مشکوٰۃ ۱۵۵　۲ مشکوٰۃ ۱۵۷　۳ کشف الغمہ ۱/۱۷۹　۴ کشف الغمہ ۱/۱۷۸
۵ توبہ ۶۰

صدقہ نافلہ

صدقہ واجبہ کے علاوہ صدقات وخیرات صدقہ نافلہ کے زمرہ میں آتے ہیں۔
مشائخ طریقت نے زکوٰۃ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

زکوٰۃ شریعت اور زکوٰۃ طریقت

کسی عالم نے ازراہ آزمائش حضرت شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہٗ العزیز سے دریافت کیا کہ فرمایئے! زکوٰۃ کتنے درہم، سونے، چاندی پر واجب ہوتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کونسا جواب چاہتے ہو؟ مذہب فقہاء کے اعتبار سے یا مذہب فقراء کے اعتبار سے؟ عالم نے عرض کیا دونوں طرح جواب ارشاد ہو۔

آپ نے فرمایا فقہاء کا مذہب تو یہ ہے کہ دو سو درہم پر جب ایک سال گذر جائے تو پانچ درہم نکال دے اور فقراء کا مذہب یہ ہے کہ جو مال و دولت ہو سب راہِ خدا میں لٹادے۔ اس کے بعد جان عزیز شکرانہ کے طور پر پیش کردے۔ عالم نے کہا کہ میں نے تو ائمہ دین سے جو مذہب حاصل کیا ہے اس میں تو یہ نہیں ہے اس مسئلہ میں آپ کا امام کون ہے؟ فرمایا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ جو کچھ ان کے پاس تھا سب کچھ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا اور جگر گوشہ کو شکرانہ کے طور پر نذر کر دیا۔[1]

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ صدقہ واجبہ (زکوٰۃ) کی ادائیگی میں محض حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اور صدقہ نافلہ کی ادائیگی میں منشاء بسا اوقات نفسانی خواہشات ہوتی ہیں۔ لہٰذا ادائے فرض میں ریا وسمعہ کی آمیزش اور گنجائش نہیں ہے اور ادائے نوافل میں ریا وسمعہ کا گمان ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادائے زکوٰۃ میں اظہار واعلان بہتر ہے تاکہ

---

[1] مکتوبات صدی مکتوب ۳۴ وغیرہا

اپنے سے تہمت دور ہو جائے اور صدقہ نافلہ کو پوشیدہ طریقے سے دینا بہتر ہے جو قبولیت کے زیادہ لائق ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ ادائے زکوٰۃ سے مقصود حب دولت کو فنا کرنا اور باہمی مساوات قائم کرنا ہوتا ہے تا کہ قلب مومن حب دولت سے بیزار اور جذبہء ایثار سے سرشار ہو سکے۔

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

حُبِّ دولت را فنا سازد زکوٰۃ
ہم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ
دل ز حَتّٰی تُنْفِقُوْا محکم کند
زر فزاید الفتِ زر کم کند

متن باید دانست کہ در دارِ دُنیا کہ مَحَلِّ آزمائش و اِبتلا است دشمن و دوست را مُمتزِج ساختہ اند و ہر دو را مشمولِ رحمت گردانیدہ کریمۂ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ازان مُشعِر است ودر روز قیامت دشمن را از دوست جدا خواہند ساخت کریمۂ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ

مُخبر ازانست و دران وقت قرعۂ رحمت را بنامِ دوستان خواہند انداخت و دشمنان را محرومِ مطلق و ملعون محقَّق خواہند فرمود وکریمۂ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ[1] شاہدِ این معنیٰ است

ترجمہ: معلوم ہونا چاہئے کہ دار دنیا میں جو آزمائش وابتلا کا محل ہے دشمن اور دوست کو خلط ملط کر دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کر دیا ہے آیۃ کریمہ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے اور روز قیامت دشمن کو دوست سے جدا کر دیا جائے گا آیت کریمہ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ اسی مضمون کی خبر دیتی ہے۔ اس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام نکلے گا اور دشمنوں کو محروم مطلق اور حقیقتاً ملعون قرار دے دیا جائے گا اور آیہ کریمہ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ اسی معنی کی شاہد ہے۔

شرح

روز قیامت مؤمن اور کافر جدا جدا کر دیئے جائیں گے

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اور حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز کے درمیان ایک اختلاف ہے۔

حضرت ابن عربی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک مسلمانوں اور کافروں سب کا انجام رحمت ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ[2] سے ثابت ہے

---

[1] الاعراف ۱۵٦ [2] الاعراف ۱۵٦

کیونکہ قریب الموت کفار کو بھی ایمان نصیب ہو جاتا ہے چنانچہ رقمطراز ہیں مَا يُقْبِضُ اللّٰهُ اَحَدًا اِلَّا وَهُوَ مُؤْمِنٌ یعنی قبضِ روح کے وقت ہر کوئی مومن ہی مرتا ہے (فصوص الحکم کلمہ موسویہ) اور کفار کے لئے عذاب دوزخ تین حقبہ (ایک حقبہ اسی برس کی مدت ہے) تک ثابت ہے اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ آگ ان کے حق میں بَرْدًا وَّسَلَامًا ہو جائے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہو گئی تھی اور حق جل وعلا کی وعید میں خلاف کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل دل میں سے کوئی بھی کفار کے دائمی عذاب کی طرف نہیں گیا ہے۔[1]

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا موقف یہ ہے کہ قیامت کے روز حساب و کتاب کے بعد مومنوں کو جنت میں بھیج دیا جائے گا اور کافروں کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ مومنوں کے لئے اجر و ثواب اور کفار کے لئے ابدی و دائمی عذاب ہوگا جو کبھی ختم نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کے عذاب میں کبھی تخفیف ہوگی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی جیسا کہ آیات کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا[2] اور لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ[3] سے عیاں ہے۔ مومنوں اور کافروں کے حق میں "وسعت رحمت" صرف دنیا میں مخصوص ہے لیکن آخرت میں کافروں کو رحمت کی بُو تک نہیں پہنچے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ[4]

اگر کسی گناہ گار مومن کو حالت نزع سے پہلے پہلے توبہ نصیب ہو جائے تو بھی اس کی نجات کی بہت بڑی امید ہے کیونکہ اس وقت تک توبہ کے قبول ہونے کا وعدہ ہے اور اگر وہ توبہ و انابت سے مشرف نہ ہوا تو پھر اس کا معاملہ خدائے جل سلطانہٗ کے سپرد ہے اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور بہشت میں بھیج دے اور اگر چاہے تو بقدر گناہ عذاب دے اور آگ سے یا بغیر آگ کے سزا دے لیکن آخر کار وہ نجات پائے

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۶ [2] الاحزاب ۶۴، ۶۵ [3] البقرہ ۱۶۲ [4] یوسف ۸۷

گا اور انجام کار اس کے لئے جنت ہے کیونکہ آخرت میں رحمت خداوندی جل سلطانہ سے محروم ہونا کافروں کیلئے مخصوص ہے اور جو کوئی بھی ذرہ برابر ایمان رکھتا ہے وہ رحمت الٰہی کا امیدوار ہے۔ اگر وہ گناہ کے باعث ابتداء میں رحمت خداوندی سے محروم رہا تو آخر میں اللہ سبحانہ کی عنایت سے رحمت میسر ہو جائے گی۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ[1]

جو لوگ کافر ہیں اور راہ راست سے لوگوں کو روکتے ہیں اگر ان کا خاتمہ کفر پر ہوا تو وہ کبھی بھی بخشے نہیں جائیں گے جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ[2] سے واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ اور افعال حسنہ بجالانے پر اپنے بندوں سے اجر و ثواب اور انعامات و عنایات کا وعدہ فرمایا ہے اور وعدہ خلافی اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ[3] سے واضح ہے۔

خلف وعید

اللہ تعالیٰ نے احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی کرنے اور اعمال نامرضیہ کے ارتکاب کرنے پر عذاب کی دھمکی دی ہے اور اس کا بندوں سے وعدہ کیا ہے جسے وعید کہا جاتا ہے۔ بعض اشاعرہ کے نزدیک خلف وعید جائز ہے کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے لطف و رحمت کا اظہار ہے یہی حضرت ابن عربی قدس سرہٗ العزیز کا موقف ہے۔

جبکہ علمائے محققین کے نزدیک خلف وعید جائز نہیں جیسا کہ آیت کریمہ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ[4] سے عیاں ہے اور یہی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا موقف ہے۔

◉ ...... کفار کے لئے دائمی عذاب کے نہ ہونے پر اہل دل (صوفیہ) کا اجماع صرف

---

[1] مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۶۷ [2] محمد ۳۴ [3] آل عمران ۹ [4] ق ۲۹

شیخ ابن عربی قدس سرہٗ کا اپنا کشف ہے اور کشف میں خطا اور غلطی کی بہت گنجائش ہے اور خصوصاً وہ کشف جو مسلمانوں کے اجماع کے مخالف ہو اس لئے اس کا کچھ اعتبار و اعتماد نہیں ہے۔[1]

حق تعالیٰ کو کفر کے ساتھ ذاتی عداوت ہے

بلینہ: یادر ہے کہ حق تعالیٰ کو کفر اور کافری کے ساتھ ذاتی عداوت ہے اور آفاقی معبودان باطلہ (لات ومنات وغیرھا) اور ان کے پجاری ذاتی طور پر حق تعالیٰ کے دشمن ہیں اور دوزخ کا دائمی عذاب اس برے فعل کی سزا ہے اور نفسانی خواہشات کے معبود اور تمام برے اعمال یہ نسبت نہیں رکھتے کیونکہ ان کی عداوت اور غضب، ذاتی نسبت سے نہیں ہے۔ اگر غضب ہے تو وہ صفات کی طرف منسوب ہے اور اگر عقاب و عتاب ہے تو افعال کی طرف راجع ہے لہٰذا دوزخ کا دائمی عذاب ان کے گناہوں کی سزا نہیں ہوئی بلکہ حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت کو اپنی مشیت اور ارادہ پر منحصر رکھا ہے۔ جب حق تعالیٰ کی کفر اور کافروں کے ساتھ ذاتی عداوت پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی تو لازماً رحمت و رأفت جو "صفات جمال" میں سے ہے آخرت میں کافروں کو نہ پہنچے گی اور رحمت کی صفت، ذاتی عداوت کو دور نہیں کرے گی کیونکہ جو چیز ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اس چیز کی نسبت جو صفت سے تعلق رکھتی ہے زیادہ قوی اور بلند ہے۔ لہٰذا مقتضائے صفت، مقتضائے ذات کو تبدیل نہیں کر سکتے اور حدیث قدسی سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ[2] میں غضب سے مراد غضب صفاتی سمجھنا چاہئے جو گناہ گار مومنوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ غضب ذاتی جو مشرکوں کے ساتھ مخصوص ہے۔[3]

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۶ [2] صحیح مسلم ۲/۳۵۶ (باب سعۃ رحمۃ اللہ)

[3] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۶

متن اما ظلماتِ معاصی و عدم مبالات بأحکامِ منزّلۂ سماوی کی بگذارد کہ نورِ ایمان را بسلامت ببرد

ترجمہ: لیکن گناہوں کی تاریکی اور آسمان سے نازل شدہ احکام سے بیباکی ولاپرواہی کرنا نورایمان کو کیسے سلامتی کے ساتھ لے جانے دیں گے۔

شرح

گناہوں کے ارتکاب سے نورِ ایمان متاثر ہوتا ہے

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ غیر شرعی افعال کے ارتکاب، ناپسندیدہ اعمال کے اکتساب اور ہندوانہ رسومات کے رواج سے بندۂ مومن کے قلب پر غلیظ اور کثیف حجابات آجاتے ہیں کہ جن کی بنا پر اس کا نورایمان متاثر اور آئینہ قلب مکدر ہوجاتا ہے جس کا بنیادی سبب احکام شرعیہ کی طرف سے جسارت و بے پرواہی اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی طرف سے جرأت و بے باکی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان کا خاتمہ بالخیر مخدوش ہوجاتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوات اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ [1] سے واضح ہے۔ بندہ مومن کے قلب کا گناہوں کی وجہ سے محجوب و مستور ہونے کا تذکرہ حدیث پاک میں یوں بیان فرمایا گیا ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَذْنَبَ کَانَتْ نُکْتَۃٌ سَوْدَاءُ فِیْ قَلْبِہٖ فَاِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُہٗ وَاِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰی تَعْلُوَ قَلْبَہٗ فَذَالِکُمُ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ یعنی بندہ مومن جب کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے قلب

---

[1] صحیح بخاری ۲/ ۹۷۸ باب العمل بالخواتیم

پر سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ و استغفار کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو نکتہ کی سیاہی زیادہ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے قلب پر چھا جاتی ہے۔ پس وہ ران ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ [1] سے کیا ہے۔

قلبی حجاب کی اقسام

قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہُ العزیز نے قلب پر چھانے والے حجابات کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ حجاب رینی اور حجاب غینی

حجاب رینی

لغت عرب میں زنگ کو کہتے ہیں یہاں اس سے مراد طبعی اور پیدائشی ہے یہ کفر اور گمراہی کا حجاب ہوتا ہے جو ایمان کے سوا کسی چیز سے دور نہیں ہوتا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مومن کو بھی کلمہ طیبہ کی تجدید و تکرار کی تلقین فرمائی گئی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات جَدِّدُوْا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے عیاں ہے اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق ارشاد فرمایا كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ [2] ایک جماعت کے نزدیک رین وہ حجاب ہے جو کسی طرح بھی زائل نہیں ہوتا کیونکہ کافر قبول اسلام سے محروم ہی رہتا ہے اور جو قبولیت اسلام سے مشرف ہوتا ہے وہ علم الٰہی میں مومن ہی ہوتا ہے۔

حجاب غینی

غین، تاریکی کو کہا جاتا ہے یہاں اس سے مراد عارضی اور طبعی ہے یہ وہ حجاب ہے جو توبہ و استغفار سے اٹھ جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں

---

[1] مشکوٰۃ ۲۰۴ [2] المطففین ۱۴

حجاب خفیف اور حجاب غلیظ

حجاب غلیظ

یہ حجاب غافلین اور کبائر کے مرتکبین کے قلوب پر چھا جاتا ہے، اس حجاب کے ارتفاع کیلئے توبہ ضروری ہے۔

حجاب خفیف

یہ حجاب سب کے دلوں پر آ سکتا ہے خواہ ولی ہوں یا نبی (علیہم الصلوٰۃ) جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللہَ فِیْ کُلِّ الْیَوْمِ مِاْۃَ مَرَّۃٍ[1] یعنی میرے قلب انور پر ہلکا سا غبار طاری کر دیا جاتا ہے اور میں روزانہ سو بار استغفار کرتا ہوں۔ اس حجاب کیلئے رجوع الی اللہ درکار ہوتا ہے۔

بینہ نمبر ۱:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک غین، مضغہ ء گوشت پر عارض ہوتا ہے نہ کہ حقیقت جامعہ پر کیونکہ وہ کلیۃً غین سے باہر آ گئی ہے۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

عروض غین بر مضغہ است نہ بر حقیقت جامعہ کہ او بکلیۃ از غین برآمدہ است[2]

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ قلوب پر حجاب خفیف کے طاری ہونے کی مثال اس آئینہ کی سی ہے کہ جب کوئی شخص اس آئینہ کے سامنے سانس لیتا ہے تو وہ ہلکا سا دھندلا جاتا ہے مگر چند لمحوں کے بعد پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۲۰۳ [2] مبداء و معاد منہا ۱۳

متن علماء فرمودہ اند کہ اِصرار بر صغیرہ بہ کبیرہ میرساند واصرار بر کبیرہ مُفضی بہ کفر است عیاذاً باللّٰہ سُبحانہٗ

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے اور کبیرہ پر اصرار کرنا کفر تک لے جاتا ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز گناہ کے ارتکاب پر جسارت اور اصرار کی مذمت بیان فرما رہے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نیکی اور گناہ کی تعریفات اور تقسیم کو قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی اور گناہ کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ [۱] یعنی نیکی حسن خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو لوگوں کا اس پر آگاہ ہونا ناپسند کرے۔

ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا: اَلْاِثْمُ حَوَّازُ الْقُلُوْبِ یعنی گناہ وہ ہے جو دلوں میں کھٹکے۔ [۲]

ایک مقام پر گناہ کے متعلق یوں بھی مروی ہے اَلْاِثْمُ مَاحَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ یعنی گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور اس سے سینے میں تردد پیدا ہو خواہ لوگ تمہیں اس کے جواز کا فتویٰ دیں۔ [۳]

---

[۱] صحیح مسلم تفسیر البر والاثم ۲/۳۱۴ [۲] شعب الایمان ۵/۴۵۸ [۳] مشکوٰۃ ص ۲۴۲

گناہ کی اقسام

علماء نے گناہ کی دوقسمیں بیان فرمائی ہیں گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ

حضرت علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ گناہ کبیرہ کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

اِنَّ الْکَبِیْرَۃَ کُلُّ ذَنْبٍ رَتَّبَ الشَّارِعُ عَلَیْہِ حَدًّا اَوْ صَرَّحَ بِالْوَعِیْدِ فِیْہِ یعنی ہر وہ ناپسندیدہ فعل جس کے ارتکاب پر حضرت شارع نے کوئی حد مقرر فرمائی ہو یا اس پر عذاب کی وعید سنائی ہو اسے گناہ کبیرہ کہا جاتا ہے۔

بعض علماء نے گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کے متعلق یوں صراحت فرمائی ہے:

گناہ کبیرہ وہ ہے جس پر شریعت مطہرہ میں کوئی حد مقرر ہو یا اس پر کوئی وعید وارد ہوئی ہو یا اس کی ممانعت میں دلیل قطعی نازل ہوئی ہو اور وہ فعل شنیع دین متین کی حرمت کی ہتک کا باعث ہو...... اور جو گناہ اس قسم کا نہ ہو وہ صغیرہ ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ علم کلام اور فقہ کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ روایات میں درج ذیل گناہوں کو کبیرہ گناہ فرمایا گیا ہے۔

۱۔حق تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ،۲۔قتل بے گناہ ،۳۔پاکباز عورت پر بہتان،۴۔یتیم کا مال کھانا، ۵۔زنا،۶۔میدان جہاد سے فرار،۷۔والدین کی نافرمانی۔

✿......ایک روایت میں ہے:

اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ کَمِ الْکَبَائِرُ سَبْعٌ ھِیَ قَالَ ھِیَ اِلٰی سَبْعِ مِائَۃٍ اَقْرَبُ مِنْھَا اِلٰی سَبْعٍ غَیْرَ اَنَّہٗ لَا کَبِیْرَۃَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ اَیِ التَّوْبَۃِ وَلَا صَغِیْرَۃَ مَعَ الْاِصْرَارِ یعنی کسی شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ کبیرہ گناہوں کی تعداد کتنی ہے کیا وہ سات ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ تو سات سو تک ہیں۔ ان میں سے اقرب سات ہیں۔ استغفار و توبہ کرنے کے بعد کوئی گناہ، کبیرہ نہیں ہے اور اصرار کرنے پر کوئی گناہ، صغیرہ نہیں ہے۔ (یعنی وہ صغیرہ

بھی کبیرہ ہو جاتا ہے)۔[۱]

۞......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا ثُمَّ نَدِمَ عَلَيْهِ فَهُوَ كَفَّارَتُهٗ، یعنی جس شخص نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا پھر اس پر نادم ہوا تو یہ ندامت، اس گناہ کا کفارہ ہے۔[۲]

ایک روایت میں یوں ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا قَالَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ثُمَّ عَادَ ثُمَّ قَالَهَا ثُمَّ عَادَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُتِبَ فِى الرَّابِعَةِ مِنَ الْكَبَائِرِ

یعنی جب کوئی شخص کہتا ہے کہ (اے اللہ) میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں پھر اس نے گناہ کیا اور پھر اسی طرح کہا پھر تیسری مرتبہ گناہ کیا اور معذرت کی پھر چوتھی بار کیا تو کبیرہ گناہ لکھا جاتا ہے۔[۳]

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شب مجھے نماز تہجد کے بعد خیال آیا کہ بارگاہ قدس جل سلطانہٗ میں متوجہ ہو کر گناہ کبیرہ کی تعیین کو سمجھنا چاہئے تو قدرے تامل کے بعد بتایا گیا کہ گناہ کبیرہ صرف سات ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے، سات موبقات مہلکات سے بچو جن کی جڑ شرک ہے اور شرک کے علاوہ چھ گناہ اس کے گرد گھومتے ہیں گویا شرک ایک تنا ہے اور چھ کبائر اس کی شاخیں ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر گناہ، صغیرہ کے دائرہ میں داخل ہیں۔ بعض صغائر کی تعیین بھی آپ فرماتے تھے مثلاً سود کھانا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا کہ انکو آپ شرکِ صغیرہ فرماتے تھے۔[۴]

بلینہ:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ شرعی ممنوعات کے

---

[۱] زواجر [۲] بیہقی [۳] دیلمی [۴] حضرات القدس جلد دوم

ارتکاب کے بعد ندامت کا پیدا نہ ہونا بلکہ گناہ کے بعد لذت اور خوشی محسوس ہونے سے خدا کی پناہ، کیونکہ گناہ سے لذت حاصل کرنا گناہ پر اصرار کے مترادف ہے اور صغائر پر اصرار، کبائر تک پہنچا دیتا ہے اور کبائر پر اصرار کفر کی دہلیز ہے۔[1]

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۵۳

دفترِ اوّل مکتوب ۹۷

مکتوب الیہ

حضرت شیخ درویش رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

عباداتِ شرعیہ بجا لانے سے مقصود ایمانِ حقیقی کا حصول ہے

مکتوب - ۹۷

متن ہم چنانکہ مقصود از خلقتِ انسانی ادائی عبادات مامورہ است مقصود از ادائی عبادات تحصیلِ یقین است کہ حقیقتِ ایمان ست تواند بود کہ کریمۂ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ رمزی باین معنی باشد

ترجمہ: جس طرح انسانی تخلیق سے مقصود عبادات مامورہ کا بجالانا ہے اسی طرح عبادات بجالانے سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے جو حقیقت ایمان ہے ممکن ہے کہ آیۂ کریمہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ میں اسی معنیٰ کی طرف اشارہ ہو۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جن عبادات مامورہ کا انسان کو مکلّف فرمایا گیا ہے ان سے مقصود حصول یقین ہے جسے حقیقت ایمان کہا جاتا ہے۔ اہل طریقت نے ایمان کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں...... صورت ایمان اور حقیقت ایمان

ارشاد ربانی جل سلطانہٗ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا[1] کی تفسیر کے متعلق حضرت

---

[1] النساء ۱۳۶

امام ربانی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں:

اَیِ الَّذِیۡ اٰمَنُوۡا صُوۡرَۃً اٰمِنُوۡا حَقِیۡقَۃً بِاَدَاءِ وَظَائِفِ الۡعِبَادَاتِ الۡمَأۡمُوۡرَۃِ یعنی اے لوگو! جو ظاہری طور پر ایمان لائے ہو عبادات ماموره کے وظائف ادا کر کے حقیقی طور پر ایمان لاؤ۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰی یَاۡتِیَكَ الۡیَقِیۡنُ [1]

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے یقین سے مراد موت لی ہے اور کلمہ حَتّٰی کو نہایت و غایت کے معنی میں لیا ہے اور عبادت پر استقامت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کلمہ حَتّٰی کو سبب اور علت کے معنی میں لیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک آیت کی تفسیر یوں ہوگی لِاَجۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَكَ الۡیَقِیۡنُ یعنی اپنے رب کی عبادت کر...... تا کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔ گویا جو ایمان عبادت کرنے سے پہلے ہے وہ ایمان کی صورت ہے، نہ کہ ایمان کی حقیقت، جسے آیت مبارکہ میں یقین سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

بیّنہ نمبرا:

واضح رہے کہ یقین (حقیقت ایمان) کا حصول، ولایت پر موقوف ہے جو فنا اور بقا سے حاصل ہوتی ہے اسی کو معرفت کہتے ہیں جس کے لئے انسان کی تخلیق فرمائی گئی ہے۔

بیّنہ نمبر۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ صورت ایمان کو ایمان مجازی بھی کہتے ہیں اسے صورت معرفت بھی کہا جاتا ہے اور حقیقت ایمان کو ایمان حقیقی کہتے ہیں اس کو حقیقت

---

[1] الحجر ۹۹

معرفت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ ایمان مجازی، زوال سے محفوظ نہیں ہوتا جبکہ ایمان حقیقی، خلل سے محفوظ اور زوال سے مامون ہوتا ہے حدیث شریف اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ[1] میں ایمان حقیقی کیلئے ہی دعا کی نصیحت فرمائی گئی ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا بِصَدَقَۃِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ

علمائے عظام اور صوفیائے کرام کے ایمان میں فرق

جانشین امام ربانی عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہُ العزیز اس کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ملاحظہ ہو!

معرفت کی دو قسمیں ہیں

- ......قسم اول، وہ معرفت ہے جسے علمائے عظام نے بیان فرمایا ہے، قسم دوم وہ معرفت ہے کہ جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں۔
- ......پہلی قسم نظر و استدلال سے مربوط ہے اور دوسری قسم کشف و شہود سے منوط ہے۔
- ......پہلی قسم دائرہ علم میں داخل ہے جو تصور و تعقل کے قبیل سے ہے اور دوسری قسم دورہَ حال میں داخل ہے اور جنس تحقق (متصف ہونے) سے ہے۔
- ......پہلی قسم وجود عارف کو فنا کرنے والی نہیں ہے جبکہ دوسری قسم وجود سالک کو فنا کرنے والی ہے کیونکہ اس طریقہ میں معرفت فنا فی المعروف (حق تعالیٰ) سے عبارت ہے ؎

قرب نے بالا و پستی رفتن است
قرب حق از قید ہستی رستن است

یعنی اوپر نیچے جانے کا نام قرب نہیں بلکہ حق تعالیٰ کا قرب قید ہستی سے رہائی پانے کا نام ہے۔

---

[1]

۞......پہلی قسم علم حصولی کی قسم سے ہے اور ادراک مرکب ہے اور دوسری قسم علم حضوری کے قبیل سے ہے اور ادراک بسیط ہے کیونکہ اس مقام میں حق سبحانہٗ حاضر ہے بجائے نفس سالک کے کہ وہ فنا حاصل کر چکا ہے۔

۞......قسم اول نفس کی منازعت وانکار کے باوجود حصول معرفت ہے کیونکہ اس مقام میں نفس اپنی صفات رذیلہ پر قائم ہے، فطری امارگی اور تمرّد سے نہیں نکلا اور جبلّی طغیان و سرکشی سے باز نہیں آیا اس مقام میں اگر ایمان ہے تو صورت ایمان ہے اور اگر اعمال صالحہ ہیں تو اعمال کی صورت ہیں کیونکہ نفس ابھی تک اپنے کفر پر ہے اور اپنے آقا کی عداوت پر قائم ہے۔ حدیث قدسی میں ہے عَادِ نَفْسَكَ فَاِنَّهَا اِنْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِی (تو اپنے نفس کی مخالفت کر بلاشبہ وہ میری مخالفت پر کمر بستہ ہے) لہٰذا اس ایمان کو ایمان مجازی کہتے ہیں یہ ایمان، زوال و خلل سے محفوظ نہیں ہے۔ اَلْمَجَازُ یَنْفِی (مجاز کی نفی ہو جاتی ہے)۔

معرفت کی قسم ثانی چونکہ وجود سالک کی مُفْنی (فنا کرنے والی) ہے اور نفس کے مسلمان و مطیع ہو جانے کی نتیجہ بخش ہے اسلئے اس مقام میں ایمان زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے۔ حقیقت ایمان اس مقام میں موجود ہے اور اعمال صالحہ کی حقیقت اس مقام میں ثابت ہے اور حقیقت منتفی نہیں ہوتی۔ بقا اس کیلئے لازم ہے گویا حدیث شریف اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ (اے اللہ میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو) اور آیت کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ) میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے۔

۞......حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسی معرفت کے طالب رہے ہیں کہ اس قدر علم و اجتہاد کے باوجود حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم رکاب جاتے تھے اور

ارادت کے جملہ آداب وشرائط کوملحوظ خاطر رکھتے۔شاگردوں نے عرض کیا کہ حدیث، فقہ، اجتہاد اور دیگر علوم میں آپ کی مثال نہیں لہٰذا اس مجذوب الحال کے ساتھ چلنا آپ کے شایان شان نہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ان تمام علوم کو جاننے میں میں بہتر شمار ہوتا ہوں لیکن خدا تعالیٰ کو وہ مجھ سے بہتر جانتے ہیں یعنی وہ خدا تعالیٰ کو مجھ سے بہتر پہچانتے ہیں اس لئے میں ان کی صحبت وخدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور یوں عرض کرتا ہوں حَدِّثْنِيْ عَنْ رَبِّيْ (یعنی مجھے میرے رب کی کوئی بات سناؤ)

✿......حضرت امام اعظم کوفی صوفی قدس سرہٗ العزیز نے عمر کے آخری دوسال میں جو اجتہاد اور استنباط کو ترک کر کے عزلت اختیار فرمائی تھی چنانچہ اس کے بارے سوال پر انہوں نے جواباً فرمایا لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ (اگر یہ دوسال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا) یعنی آپ اسی معرفت کی تحصیل و تتمیم میں لگے رہے اور اسی ایمان (حقیقت ایمان) کی تکمیل میں مصروف رہے جو کہ اس معرفت کا ثمر ہے ورنہ وہ اعمال میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے۔کونسا عمل ہے جو اجتہاد اور استنباط کے درجہ کو پہنچ سکتا ہے اور کونسی طاعت وعبادت ہے جو درس وتعلیم کے پایہ تک جاتی ہے؟۔

جاننا چاہئے کہ کامل طور پر قبولیت اعمال، کمالِ ایمان کے مطابق ہے اور اعمال کی نورانیت، کمالِ اخلاص سے مربوط ہے۔ایمان جس قدر زیادہ کامل اور اخلاص جتنا زیادہ مکمل ہوگا اعمال کا نور وقبول اور کمال کچھ اور ہی ہوگا۔کمال ایمان اور تمام اخلاص، معرفت کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ یہ معرفت اور ایمان حقیقی، فنا اور موت قبل الموت سے وابستہ ہے پس جس شخص کا قدم فنا میں جتنا زیادہ راسخ ہوگا وہ ایمان میں اسی قدر زیادہ کامل ہوگا اسی لئے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان امت کے ایمان پر فوقیت لے گیا لَوْ اُتْزِنَ اِيْمَانُ اَبِيْ بَكْرٍ مَعَ اِيْمَانِ اُمَّتِيْ لَرَجَحَ (اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کو میری امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو

ابوبکر کا ایمان بھاری رہے گا) کیونکہ وہ فنائیت میں فرد کامل تھے۔ نیز حدیث مبارکہ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اِبْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ (جو شخص زمین پر چلتی پھرتی لاش کو دیکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ ابوقحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے۔ یہ ارشاد نبوی علٰی صاحبہا الصلوات اسی معنی کی تائید کرتا ہے کیونکہ حصول فنا میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تخصیص، تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) میں حصول فنا کے باوجود ان (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) میں اس معنی (فنائیت) کے کمال پر دلیل ہے۔[1]

---

[1] ماخوذ از تحفۃ الجمال خزانۃ الاحوال ومکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۶۱

دفترِ اوّل مکتوب ۹۸

مکتوب الیہ

حضرت علامہ حکیم عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

نرمی اختیار کرنے کی ترغیب

تکبّر کی اقسام ظلم کی مذمّت

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے حضرت عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ آپ کے نام یہی ایک مکتوب ہے۔ آپ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے خسر حضرت شیخ سلطان کے بھائی شیخ زکریا کے صاحبزادے ہیں۔

مختصر تعارف البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب ۱۴۱ میں گزر چکا ہے۔

مکتوب ـ ۹۸

متن قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَالَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَالَا یُعْطِیْ عَلٰی مَاسِوَاہُ

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ رفیق ہے، نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو سختی کرنے پر عطا نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے سوا پر کچھ عطا کرتا ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اخلاق حسنہ، عادات کریمانہ اپنانے اور اخلاق ردّیہ وعادات نامرضیہ ترک کرنے کی نصیحت فرمارہے ہیں بالخصوص نرمی اختیار کرنے اور بدگوئی ودرشت خوئی سے اجتناب کی تلقین فرمارہے ہیں۔
چونکہ اچھی عادات اور اعلیٰ اخلاق حق تعالیٰ کی پسندیدہ ہیں اس لئے بندۂ مومن کو مُتخلّق باَخْلاقِ اللہ اور متصف بصفاتِ اللہ کا حکم فرمایا گیا ہے جیسا کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ وَاتَّصِفُوْا بِصِفَاتِ اللّٰہ سے واضح ہے۔
دراصل حق تعالیٰ صاحب رحم وجمال بھی ہے اور صاحب غضب وجلال بھی، یہی

وجہ ہے کہ بعض صوفیاء نے جمع اضداد کا قول کر دیا لیکن اس کے غضب پر اس کی رحمت غالب ہے جیسا کہ ارشاد قدسی سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ[1] سے عیاں ہے۔ چونکہ حق تعالیٰ خود عفو، رحیم، رفیق اور کریم ہے اس لئے وہ عفو ورحم اور رفق وکرم کو زیادہ پسند فرماتا ہے۔ بنا بریں اپنے بندوں کو بھی انہیں عادات وصفات سے منصبغ دیکھنا چاہتا ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ جہاں رحیم، کریم اور حلیم ہے وہاں وہ جبار، قہار اور عزیز بھی ہے۔ وہ اتنی جلدی گرفت نہیں کرتا بلکہ باگ ڈور ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے تا کہ سرکش ومعصیت کار اور عصیاں شعار مزید گناہ کر لیں جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْا اِثْمًا[2] سے عیاں ہے مگر جب کوئی شخص شریعت مطہرہ کی قائم کردہ حدود پھلانگتا اور ان سے تجاوز کرتا ہے حالانکہ حدود کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا گیا ہے تو حق تعالیٰ کا غضب وجلال جوش میں آتا ہے نتیجتاً ایسا شخص اس کے قہر وغضب کی گرفت میں آجاتا ہے جس سے چھوٹنا نہایت مشکل ہے جیسا کہ آیات کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ[3] اور اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ[4] سے عیاں ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ انسانوں کا باہمی رفق ورحم اور شفقت وکرم ذاتیات کے حوالے سے ہے تا کہ کینہ وعداوت اور انتقام ورقابت جیسی عادات رذیلہ کا انہدام ہو البتہ حدود شرعیہ کے قیام، تربیتی نظام اور انتظامی امور میں کسی قسم کی رُو رعایت اور شفقت ونرمی کی گنجائش نہیں ہے۔

---

[1] صحیح مسلم ۳۵۶/۲ [2] آل عمران ۱۷۸ [3] البقرہ ۱۹۰ [4] البروج ۱۲

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى [1] ......الخ

یعنی اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو۔

نیز ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشَرَ سِنِيْنَ یعنی اپنی اولاد کو جب کہ وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں نماز کا حکم دو اور جب ان کی عمر دس سال کی ہو تو انہیں نماز ادا نہ کرنے پر مارو۔ [2]

علاوہ ازیں ایک مقام پر یوں ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے:

لَا تَضَعْ عَصَاكَ عَنْ أَهْلِكَ [3]

بلینہ نمبرا:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ مبلغین کو تبلیغ و موعظت، نہایت حکمت عملی، سلیقہ شعاری اور احسن و مثبت انداز سے کرنا چاہیے جیسا کہ آیہ کریمہ اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ [4] سے واضح ہے تاکہ اس کے اثرات و برکات کی بدولت لوگ کشاں کشاں دین اسلام کی طرف راغب ہوں اور اعمال صالحہ بجالانے میں وہ کسی قسم کی عار محسوس نہ کریں اور معاشرے کی تشکیل و تعمیر اسلامی نہج پر استوار ہو۔ بصورت دیگر سخت کلامی، دشنام طرازی اور درشت لہجے سے امن و آشتی کی فضا مکدر ہو جاتی ہے اور اپنے بھی بدظن ہو کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بقول اقبال مرحوم

کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے
میر کارواں میں نہیں ہے خوئے دلنوازی

---

[1] البقرہ ۱۷۸ [2] مشکوۃ ۵۸ [3] کنز العمال ۱۱/۵۷٦ [4] النحل ۱۲۵

بینہ نمبر۲:

یہ بھی واضح رہے کہ جو شخص انبیائے کرام، اولیائے عظام، علمائے اعلام اور اہل حق پر طعن و تشنیع کرتا ہے (حالانکہ انہی نفوس قدسیہ کے ذریعے اسلام کی شمع فروزاں ہوئی اور ہم دولت ایمان سے مشرف ہوئے) ایسے بے ادب، بے باک، گستاخ، حیاسوز اور کینہ توز لوگوں کی اصل میں فرق ہوتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ[1] سے عیاں ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی نحوست کے اثرات متعدی ہوتے ہیں جو دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اسی بناء پر اس قسم کے لوگوں سے دور رہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

دور شو از اختلاط یارِ بد
یار بد بد تر بود از مارِ بد
مار بد تنہا بر جان می زند
یار بد بر جان و بر ایمان زند

متن اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَاِنِ اسْتُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اسْتَنَاخَ

ترجمہ: مومن نرم طبع اور مطیع ہوتے ہیں نکیل والے اونٹ کی مانند اگر اسے آگے سے کھینچا جائے تو اطاعت کے لئے گردن رکھ دیتا ہے اور اگر کسی پتھر پر بٹھایا جائے

---

[1] القلم ۱۳

بیٹھ جاتا ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے وہ احادیث مبارکہ نقل فرمائی ہیں جن میں مومنوں کی علامات، غصہ کے مضرات اور اس کا علاج تجویز فرمایا گیا ہے۔ دراصل غصہ ایک روحانی واخلاقی مرض ہے جس میں انسان کے حواس معطل اور ذہنی توازن برقرار نہیں رہتا یہی وجہ ہے کہ ایسی حالت میں ثالث کو فریقین کے درمیان فیصلہ بھی نہیں کرنا چاہئے بلکہ فیصلہ کو کسی اور وقت پر مؤخر اور ملتوی کردینا چاہئے تاکہ اس میں کسی قسم کی نفسانی خواہشات اور بہیمانہ اطوار کا عمل دخل نہ رہے جیسا کہ حدیث مبارکہ لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ [1] سے عیاں ہے۔

جب کوئی شخص صاحب منصب وثروت ہو اور غصہ کے اقتضاء واجراء پر پوری قدرت بھی رکھتا ہو اور متعلقہ شخص ماتحت اور کمزور بھی ہو اندریں حالات انسان بدزبانی، فحش گوئی اور گالی گلوچ پر خواہ مخواہ اتر آتا ہے جس میں بندۂ مومن کے ایمان کے فاسد ہونے کے قوی امکانات ہوتے ہیں ایسی صورت حال میں ایمان کو بچانے کیلئے غصہ کو پینا اشد ضروری ہے تاکہ وہ زبانی آفات سے مامون اور حیوانی حرکات سے محفوظ رہے۔ یہی بندۂ مومن کی علامت ہے، جیسا کہ آیہ کریمہ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ [2] سے آشکار ہے۔

---

[1] کنز العمال ۱۰۳/۶ [2] آل عمران ۱۳۴

متن مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ

ترجمہ: جو شخص اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے رفعت عطا کرتا ہے پس وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے مگر لوگوں کی نظروں میں بزرگ ہوتا ہے اور جس شخص نے تکبر کیا اللہ اسے پست کر دیتا ہے وہ لوگوں کی نظروں میں صغیر ہوتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو بڑا خیال کرتا ہے یہاں تک کہ ایسا شخص لوگوں کے نزدیک کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ حقیر و خوار ہوتا ہے۔

شرح

زیرِ نظر ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں دوسروں کو حقیر و خفیف جاننے اور خود کو عظیم و کبیر سمجھنے کی مذمت فرمائی جارہی ہے اور تواضع اختیار کرنے اور تکبر سے اجتناب کرنے کی نصیحت فرمائی گئی ہے تا کہ بندۂ مومن ہر قسم کے اخلاق رذیلہ اور عادات نامرضیہ سے نجات حاصل کر سکے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تواضع اور تکبر کی قدرے وضاحت کر دی جائے تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق

تواضع

تواضع اس قلبی کیفیت کو کہتے ہیں جس کا اظہار بندۂ مومن کی عاجزانہ حرکات و

سکنات، عادات واطوار اور کردار وافعال سے ہوتا ہے۔
اہل طریقت نے تواضع کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱......تواضع مذموم ۲......تواضع محمود

تواضع مذموم

علماء وصوفیاء کا ارباب بست وکشاد اور اصحاب متاع وثروت کی خوشامد کرنا اور ان کے آگے سر نیاز خم کرنا تواضع مذموم کہلاتا ہے چونکہ ان کی ملاقات وصحبت زہر قاتل ہے اور انکے مرغن لقمے اور تر نوالے قلبی حجاب کا باعث ہوتے ہیں اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع مذموم کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:
مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِيٍّ لِغِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِيْنِهٖ فَوَيْلٌ لِمَنْ تَوَاضَعَهُمْ لِغِنَاهُمْ [۱] یعنی جس شخص نے کسی صاحب ثروت کی اس کی دولت کی وجہ سے تواضع کی اس کے دین کا دو تہائی حصہ برباد ہوگیا۔ پس افسوس وہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس نے ارباب دولت کی ان کی دولتمندی کی وجہ سے تواضع کی۔

تواضع محمود

ارکان سلطنت اور امرائے مملکت کا علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین کے ساتھ ادب و نیاز اور عجز وانکسار کے ساتھ پیش آنا تواضع محمود کہلاتا ہے۔ اس قسم کے لوگ قابل احترام اور مبارکباد کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے طُوْبٰی لِمَنْ تَوَاضَعَ فِي غَيْرِ مَسْكَنَةٍ [۲] یعنی خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جو صاحب ثروت ہو کر بھی تواضع اختیار کرے۔

---

۱ شعب الایمان للبیہقی ۲ سنن کبریٰ کتاب الزکوٰۃ

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ علمائے ربانیین اور اہل اللہ کا دولتمندوں اور بادشاہوں کے ساتھ میل ملاپ محض تائید ملت اور ترویج شریعت کے لئے ہوتا ہے، ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

تکبر

یہ ایسا روحانی اور مہلک مرض ہے جس کا اظہار اخلاق رذیلہ اور عادات ذمیمہ سے ہوتا ہے۔ اہل طریقت نے اس کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱......تکبر مذموم　　۲......تکبر محمود

تکبر مذموم

مخلوق خدا کی تعظیم نہ کرنا بلکہ انہیں حقیر و ذلیل جان کر خود کو ان سے بہتر و اعلیٰ سمجھنا۔

دراصل تکبر حق تعالیٰ کی صفت اور چادر ہے جس میں اسے کسی قسم کا اشتراک گوارا نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اَلْمُتَکَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ[۱] اور حدیث قدسی اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَۃُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِّنْھُمَا اَدْخَلْتُہُ النَّارَ[۲] سے عیاں ہے۔

ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّہٗ لَایُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ[۳] یعنی اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

۱ الحشر ۲۳　۲ مشکوٰۃ ۴۳۳　۳ النحل ۲۳

لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ کِبْرٍ یاء یعنی جس شخص کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔[1]

تکبر محمود

غلبۂ حق کی بنا پر سالک کے قلب ونظر سے ماسوی اللہ کی محبت وقدر ومنزلت کے اٹھ جانے اور دنیا ومافیہا کے ہیچ وحقیر جاننے کو تکبر محمود کہتے ہیں۔

بینہ نمبرا:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ اہل اللہ کا دنیا دار متکبرین کے ساتھ بے اعتنائی و بے پروائی اور بے نیازی کے ساتھ پیش آنا تکبر محمود کے قبیل سے ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں ملاحظہ ہو!

ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے متقی لوگ تکلف سے بری ہیں اَمَّا التَّکَبُّرُ مَعَ الْمُتَکَبِّرِیْنَ صَدَقَةٌ (یعنی تکبر کرنے والوں کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے) کسی شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے متعلق کہا کہ یہ شخص متکبر ہے آپ نے (جواباً) فرمایا تکبرِ من از کبریائی اُوست یعنی میرا تکبر کبریا (حق تعالیٰ) کی جانب سے ہے۔[2]

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان ۱/۶۵ [2] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۶۸

متن اَتَدۡرُوۡنَ مَا الۡمُفۡلِسُ قَالُوۡا اَلۡمُفۡلِسُ فِيۡنَا مَنۡ لَا دِرۡهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الۡمُفۡلِسَ مِنۡ اُمَّتِيۡ مَنۡ يَّأۡتِيۡ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَيَأۡتِيۡ قَدۡ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعۡطِيۡ هٰذَا مِنۡ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنۡ حَسَنَاتِهٖ فَاِنۡ فَنِيَتۡ حَسَنَاتُهٗ قَبۡلَ اَنۡ يُّقۡضٰى مَا عَلَيۡهِ اُخِذَ مِنۡ خَطَايَاهُمۡ فَطُرِحَتۡ عَلَيۡهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ

ترجمہ: جانتے ہو مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم اور سامان نہ ہو آپ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو روز قیامت نماز، روزہ اور زکوۃ کے ساتھ حاضر ہوگا لیکن اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کو ناحق قتل کیا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو حقدار کو اس کی نیکیوں میں سے (بقدر حق) دے دی جائیں گی اور دوسرے حقدار کو بھی نیکیاں دے دی جائیں گی پھر اگر ادائے حقوق سے قبل ہی اس کی حسنات ختم ہوگئیں تو حقداروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اسے دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔

شرح

زیرِ نظر ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں اس امر کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ کوئی شخص خواہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہی کیوں نہ ہو اسے پھر بھی حقوق العباد کا ہر حال میں خیال رکھنا پڑے گا چنانچہ اگر اس نے دشنام طرازی، الزام تراشی، حرام خوری، دل آزاری اور قتل ناحق وغیرھا کا ارتکاب کیا ہو تو اسے دنیا میں ہی اپنا حساب وکتاب بے باق کر لینا چاہئے تا کہ کل روز قیامت کسی قسم کی پریشانی و پشیمانی کا سامنا نہ کرنا پڑے کیونکہ حقداروں کے حقوق ادا کرنے ہی پڑیں گے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰی اَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ[1] سے عیاں ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ظلم کی قدرے وضاحت کر دی جائے تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق

ظلم کی مذمت

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ظلم کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ وَفِی الشَّرِيْعَةِ هُوَ التَّصَرُّفُ فِیْ مِلْكِ الْغَيْرِ وَمُجَاوَزَةِ الْحَدِّ[2]

یعنی کسی چیز کے نامناسب اور غیر موزوں مقام پر رکھنے کو ظلم کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں مِلک غیر میں تصرف کرنے اور حد سے تجاوز کرنے کو ظلم کہا جاتا ہے۔

ظلم، رحم کا متضاد ہے یہ ایسی وحشیانہ حرکت اور بہیمانہ عادت ہے جس کی کتاب وسنت میں شدید مذمت فرمائی گئی ہے۔ چند آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ پیش خدمت

---

[1] ریاض الصالحین باب تحریم الظلم ص ۱۰۲ [2] کتاب التعریفات ص ۶۲

ہیں ملاحظہ ہوں

✿......ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ [1] یعنی ظالموں کا نہ تو کوئی دوست ہوگا اور نہ شفاعت کرنے والا جس کی بات مانی جائے۔

✿......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ [2] یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

✿......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ [3]

ہر مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت، دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

✿......ایک مقام پر یوں ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے:

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ [4] وَفِيْهِ اَيْضًا سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهٗ كُفْرٌ یعنی مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے...... کسی انسان کے برا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے نیز مسلمان کو گالی دینا گناہ اور اس سے لڑنا کفر ہے۔ [5]

✿......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِّيُقَوِّيَهٗ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ یعنی جو شخص ظالم کو تقویت دینے کیلئے اس کا ساتھ دے یہ جانتے

---

[1] المؤمن ۱۸ [2] ریاض الصالحین باب تحریم الظلم ص ۱۰۴ [3] مسند احمد ۲/۲۷۷
[4] صحیح مسلم ۲/۳۱۷ [5] مسند ابی یعلی ۴/۳۲۰

ہوئے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا یعنی جس نے کسی انسان کو قتل کیا سوائے قصاص اور زمین میں فساد کرنے کے جرم میں تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔[2]

✿ ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَعَانَ ظَالِمًا سَلَّطَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ یعنی جو شخص کسی ظالم کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ ظالم کو اسی پر مسلط کر دیتا ہے۔[3]

✿ ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا يَقِفَنَّ اَحَدُكُمْ مَوْقِفًا فِيْهِ رَجُلًا ظُلْمًا فَاِنَّ اللَّعْنَةَ تَنْزِلُ عَلٰى مَنْ حَضَرَهٗ حِيْنَ لَمْ يَدْفَعُوْا عَنْهُ[4]

تم میں سے کوئی شخص اس جگہ کھڑا نہ ہو جہاں کسی مظلوم کو مارا جا رہا ہو کیونکہ جو لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں لیکن اس سے ظلم کو دور نہیں کرتے ان پر لعنت نازل ہوتی ہے۔

✿ ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مُطِلُّ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ یعنی مالدار شخص کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔[5]

✿ ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ ضَرَبَ سَوْطًا ظُلْمًا اُقْتُصَّ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

یعنی جو شخص ظلماً کسی کو ایک کوڑا بھی مارے گا قیامت کے روز اس سے بدلہ لیا جائے گا۔[6]

---

[1] مشکوۃ ۴۳۶ [2] المائدہ ۳۲ [3] کنز العمال ۳/۴۹۹ [4] مجمع الزوائد ۶/۲۸۷
[5] صحیح بخاری ۱/۳۲۳ [6] جامع ترمذی ۲/۲۲

⚙......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِنَ الْاَرْضِ طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ

یعنی جو شخص بالشت بھر زمین ظلماً ہتھیائے گا اللہ تعالیٰ روز قیامت سات زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالے گا۔[1]

⚙......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یوں بھی مرفوعاً روایت ہے:

وَمَنْ رَضِيَ عَمَلَ قَوْمٍ كَانَ شَرِيْكَ مَنْ عَمِلَ بِهٖ یعنی جو شخص کسی قوم کے کسی کام سے راضی ہوا وہ اس پر عمل کرنے والے کا شریک ہے۔[2]

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ عقائد اہلسنت اور اعمال صالحہ کے بعد اکل حلال اور صدق مقال حصول ولایت کے لئے بنیادی ارکان ہیں جن کی بدولت سالک کو علم و حکمت، عشق و رقت، سوز و گداز اور ادب و نیاز حاصل ہوتا ہے جو سلوک طے کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

علم و حکمت زاید از نان حلال
عشق و رقت آید از نان حلال

محمد اقبال مرحوم نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے

سر دیں صدق مقال، اکل حلال
خلوت و جلوت تماشائے جمال

بینہ نمبر ۲:

یہ بھی واضح رہے کہ لقمہء حلال کے بغیر عبادات وطاعات اور حسنات و دعوات،

---

[1] ریاض الصالحین باب تحریم الظلم ص ۱۰۳ [2] مسند ابی یعلیٰ

حریم قدس میں شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذَالِکَ [1] سے عیاں ہے، بقول شاعر

میری شب وروز دعائیں جو نہیں قبول ہوتیں
میں سمجھ گیا یقیناً ابھی مجھ میں کچھ کمی ہے

بینہ نمبر۳:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ مظلوم کی دود آہ اور بددعا سے بچنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور مظلوم کی دعا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات میں ہے اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَیْسَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ [2] دوسری روایت میں ہے اِیَّاکُمْ وَدَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ وَاِنْ کَانَتْ مِنْ کَافِرٍ فَاِنَّهٗ لَیْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ [3]

حضرت شیخ سعدی نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے

ستم کش گر آہے بر آرد ز دل — زند سوز او شعلہ در آب و گل
بآزار مظلوم مائل مباش — ز دود دل خلق غافل مباش

متن سَلَامٌ عَلَیْکُمْ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَی اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ کَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ

---

[1] مشکوٰۃ ۲۴۱ [2] ترمذی ۲/۲۲ [3] کنزالعمال ۳/۵۰۲

النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ

ترجمہ: السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص لوگوں کی ناراضگی کو خاطر میں لائے بغیر اللہ کی رضا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی روگردانی اور تکلیف سے محفوظ رکھتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلے میں لوگوں کو راضی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے اور تجھ پر سلام ہو۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے وہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات نقل فرمایا ہے جسے امیر المسلمین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں تحریر فرمایا تھا۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امارت و بادشاہت کے عہدہ پر متمکن تھے اس لئے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ان کے منصب کے پیش نظر یہ ارشاد گرامی تحریر فرمایا۔ چونکہ مکتوب الیہ کو دنیوی عیش و آرام اور لوگوں پر غلبہ وحکومت حاصل تھی اسلئے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے بھی یہ حدیث مبارکہ تحریر فرمائی ہے جس میں لوگوں کو خوش کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نصیحت فرمائی گئی ہے جو بندۂ مومن کیلئے سب سے بڑی دولت ہے جیسا کہ آیۃ کریمہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ [1] سے عیاں ہے اور حقداروں اور رشتہ داروں کے حقوق کے سلسلے میں ایسی حرکات وسکنات اور افعال واعمال

---

[1] التوبہ ۷۲

سے قطعاً مجتنب رہنا چاہئے جن میں احکام شرعیہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی مخالفت پائی جائے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات لَاطَاعَةَ لِلْمَخْلُوْقِ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ [۱] سے واضح ہے۔

---

[۱] کنز العمال ۵/۹۲ے

دفترِ اوّل مکتوب ۹۹

مکتوب الیہ

حضرت شیخ مُلا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

معرفت کی اقسام

عارف کامل کلیتہً مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت شیخ حسن کشمیری ثم دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا آپ نے طریقت کی تکمیل حضرت شیخ نجم چائیں سہنوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی پھر شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہٗ العزیز کی صحبت اختیار کر کے اکتساب فیض کیا۔ آپ علم وفضل و بزرگی میں مشہور اور حقائق و معارف میں ممتاز تھے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز انہی کی وساطت سے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز کی خدمت عالیہ میں پہنچے تھے۔ مکتوبات شریفہ میں ان کے نام پانچ مکتوب ملتے ہیں۔ دفتر اول مکتوب ۹۹......۱۰۰......۱۰۱......۲۷۹ دفتر سوم مکتوب ۱۲۲۔ آپ نے ۱۰۵۱ھ میں وفات پائی۔ (نزھۃ الخواطر ۵/۱۳۲)

مکتوب - ۹۹

متن پس ناچار تا زمانیکہ این اجتماع و انتظام برپاست غفلتِ ظاہر عینِ غفلت باطِن است

ترجمہ: پس ناچار جب تک یہ اجتماع وانتظام برپا ہے ظاہر کی غفلت، عین باطن کی غفلت ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ حق تعالیٰ نے کمال حکمت کے ساتھ روح کو جسم انسانی کے قفس میں محبوس کر دیا فَسُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ النُّوْرِ وَالظُّلْمَةِ وَقَرَنَ الْاَمْرَ بِالْخَلْقِ مگر روحانی ارتقاء وعروج کو عبادات شرعیہ، سنن نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوات) اور ریاضات شاقہ کیساتھ مربوط کر دیا تا کہ یہ رجعت قہقری کر کے دوبارہ عالم قدس تک رسائی حاصل کر لے۔ چونکہ عامتہ الناس میں عالم خلق اور عالم امر کے لطائف عشرہ کے باہمی اختلاط والتباس کی بناء پر ایک کی غفلت دوسرے کی غفلت کو متضمن ہوتی ہے جبکہ صوفیائے کاملین کے پیکر جسمانی میں لطائف عالم خلق کے اثرات، لطائف عالم امر پر غالب نہیں ہوتے بلکہ عالم امر کے برکات، وفیوضات عالم خلق کے

لطائف کو مغلوب و متاثر کر دیتے ہیں بنا بریں عارف کامل کا متوجہ بخلق ہونا متوجہ الی اللہ ہونے میں حائل نہیں ہوتا اسی لئے ان کی غفلت ظاہری، غفلت باطنی کا باعث نہیں ہوتی جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ [1] (یعنی میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا قلب انور نہیں سوتا) سے مفہوم ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے اس حقیقت کو ایک مثال کے ذریعے بیان فرمایا ہے کہ روغن بادام جب تک پھوک (بادام کا ملغوبہ یا کھلی) کے ساتھ مخلوط ہے دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور جب روغن کھلی سے جدا ہو گیا دونوں کے لیے الگ الگ احکام ہو گئے تو اب ایک کا حکم دوسرے پر جاری نہیں ہوگا۔ اسے مرتبۂ احسان و عرفان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی مقصد کے لیے جنات اور انسانوں کی تخلیق فرمائی گئی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ [2] اَیْ لِيَعْرِفُوْنَ سے واضح ہے۔

بلینہ:

واضح رہے کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں۔

صورت معرفت اور حقیقت معرفت

صورت معرفت

یہ عامة المسلمین کو خدا تعالیٰ کی معرفت تقلیدی طور پر حاصل ہوتی ہے اس کی ذات اور صفات پر استدلالی اعتبار سے ایمان رکھتے ہیں اور قضایائے شرعیہ کی تصدیق قلب کے ساتھ تو کرتے ہیں مگر بہ ایں ہمہ ان میں نفس امارہ کی انکار و منازعت قائم رہتی ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۴۷۹ [2] الذاریات ۵۶

حقیقت معرفت

یہ ہے کہ عارف کے جملہ اعضاء وجوارح حق تعالیٰ کی معرفت سے آشنا ہو جاتے ہیں چونکہ عارف کا قلب، تصدیق سے شادکام اور اس کا نفس، ایمان واطاعت واطمینان سے فائز المرام ہو جاتا ہے اور اس کے لطائف عالم امر کا تصفیہ اور لطائف عالم خلق کا تزکیہ ہو جاتا ہے اسی بناء پر احکام شرعیہ اور اوامر دینیہ کی بجا آوری پر عارف کے لطائف عالم امر، مسرور اور لطائف عالم خلق، محظوظ ہوتے ہیں۔ اسی حقیقت کو ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات خِیَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا [1] میں بیان فرمایا گیا ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا

بعد ازیں دست من و دامن دوست
بعد ازیں گوش من و حلقہء یار

o

بے غم و درد تو صد حیف ز عمری کہ گزشت
پیش ازیں کاش گرفتار غمت می بودم

حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت نواب مکرم خان مرحوم (جنکی عمر ۶۴ برس تھی اور ایمان حقیقی اور حقیقت معرفت سے مشرف تھے) سے استفسار فرمایا کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ انہوں نے عرض کیا عالیجاہ! میری عمر چار برس ہے۔ حضرت اورنگ زیب نے حیرت سے پوچھا کیا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ عُرْوَةُ الْوُثْقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت عالیہ میں چار سال گزارے ہیں، اسے ہی عمر حقیقی شمار کرتا ہوں۔ بقیہ ساری عمر میرے حساب وشمار میں نہیں ہے کیونکہ وہ تو ہوا وہوس اور نفسانی خواہشات میں گزری ہے۔ بقول شاعر ؎

---

[1] مشکوٰۃ ۳۲

عمر ہماں است کہ با یار بسر رفت
باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری بود

اسی مفہوم کو شاعر نے بزبان اردو یوں بیان کیا ہے ؎

حقیقت میں وہی سرمایۂ عمر گرامی ہے
جو لمحات حسیں ہم ان کی محفل میں گزار آئے

متن روئی او بتمام بخلق می گردد بی آنکہ گرفتاری بایں ہا پیدا کند

ترجمہ: اس کی تمام تر توجہ خلق کی طرف ہوتی ہے بغیر اس کے کہ اسے ان کے ساتھ کسی قسم کی گرفتاری حاصل ہو۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس عارف کامل کا تذکرہ فرما رہے ہیں جو عروجی منازل اور نزولی مراتب کی تکمیل کے بعد کلیتہً مخلوق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مخلوق کی رشد و ہدایت میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس کا لوگوں کے ساتھ امتزاج و اختلاط حق تعالیٰ کے ساتھ حضور میں حاجب و مانع نہیں ہوتا۔ مقنن قوانین طریقت سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی قدس سرہُ العزیز نے اسی کیفیت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اَلنِّھَایَۃُ ھِیَ الرُّجُوْعُ اِلَی البَدَایَۃِ یعنی نہایت، بدایت کی طرف ہی رجوع کرنا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے اس مکتوب گرامی میں مبتدی سالک اور منتہی عارف کے درمیان فرق چار طرح سے بیان فرمایا ہے۔

اول...... یہ کہ مبتدی بخلاف منتہی کے مخلوق کی طرح دنیا میں پھنسا ہوا ہے۔
دوم...... یہ کہ مخلوق کی طرف متوجہ ہونا منتہی کے لیے غیر اختیاری و بغیر رغبت کے صرف رضائے حق کی وجہ سے ہے اور مبتدی میں مخلوق کی طرف رجوع ہونا ذاتی اغراض، برغبتِ خویش اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ہے۔
سوم...... یہ کہ مبتدی کو خلق سے روگردانی کر کے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا آسان ہے اور منتہی کے لیے مخلوق سے اعراض کرنا محال ہے اور مخلوق کی طرف متوجہ رہنا اس کے مقام کے لیے لازم ہے۔
چہارم...... یہ کہ مبتدی صاحب حجابات ہوتا ہے جبکہ منتہی سے سارے حجابات اور پردے اٹھ جاتے ہیں۔

متن

مشائخِ طریقت قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَہُمْ در تعینِ مقامِ دعوت سخنان فرمودہ اند جمعی بجمعِ توجہ بین الحق والخلق گفتہ اند

ترجمہ: مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم نے مقام دعوت کی تعیین میں مختلف ارشادات فرمائے ہیں ایک گروہ نے اس مقام کو جمع توجہ بین الحق والخلق کہا ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے مقام دعوت کے تعین وتقرر میں صوفیائے طریقت کے مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں۔ صوفیاء کرام کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ عارف اس وقت مقام دعوت کے منصب پر متمکن ہوسکتا ہے جب اسے

جمع توجہ بین الحق والخلق کا مرتبہ میسر آ جائے۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں سالک وعارف ظاہری طور پر مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن باطنی طور پر خالق کی طرف متوجہ رہتا ہے کہ اس نے مقامات عروج کو پوری طرح طے نہیں کیا اور نزول کر لیا ہے اس لئے اسے لازماً فوق کی نگرانی ہمہ وقت دامنگیر رہتی ہے جو کلیتہً اس کی توجہ، خلق کے ساتھ ہونے میں مانع ہے۔ بس اسی بناء پر یہ مرتبہ، کامل مرتبہ نہیں ہے۔ اس مرتبے میں فیضان ولایت کا غلبہ ہوتا ہے جبکہ محققین طریقت کے دوسرے گروہ کے نزدیک مقام دعوت کے قابل وہ عارف ہوتا ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر مکمل مخلوق کی طرف متوجہ ہو۔ یہ مقام منتہی حقیقی عارف کا ہے کیونکہ اس میں نفس اور روح دونوں کا نزول ہوتا ہے اور وہ مخلوق کی رشد وہدایت کے لیے کلیتہً مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس مرتبے میں کمالات نبوت کا غلبہ ہوتا ہے جو اقربیت کا نشان بتاتا ہے۔ اس گروہ کے سرخیل حضرت سیدنا جنید بغدادی قدس سرہٗ ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا موقف بھی یہی ہے۔

متن اشارت بدوامِ آگاہی نیست بلکہ اِخبار است از عدمِ غفلت از جریَانِ احوالِ خویش واُمتِ خویش لہٰذا نوم درحقِ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناقضِ طہارت نگشت

ترجمہ: اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اپنے اور اپنی امت کے احوال کے جاری رہنے سے عدم غفلت کی خبر دیتی ہے اسی لئے آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں نیند ناقضِ وضو نہیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مکتوب الیہ کے ایک سوال کا جواب ارشاد فرمارہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نیند میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے تھے جب کہ عارف کامل، ظاہری اور باطنی طور پر کلیۃً مخلوق کی طرف ہی متوجہ رہتا ہے مطابقت کیسے ہوگی؟۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ مذکورہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں دوام آگاہی مراد نہیں بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت امت کی طرف توجہ مبذول رکھتے ہیں۔ غفلت منصب نبوت کے شایان شان نہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عروجی کمالات سے فارغ ہیں اور مخلوق خدا کی ہدایت ورہنمائی کے لئے کلیۃً متوجہ اِلَی الخلق ہیں۔

متن این تجلی ازان جانب ست متجلّٰی لہ را دران صُنعی نیست از قبیل سیر معشوق در عاشق ست عاشق از سیر سیر گشتہ است..... بیت

آئینۂ صورت از سفر دور ست
کان پذیرائی صورت از نور ست

ترجمہ: یہ تجلی اس جانب سے ہے متجلی لہٗ کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ یہ تجلی

معشوق کے عاشق میں سیر کی قسم سے ہے عاشق تو سیر سے سیر ہو چکا ہے۔

ہے آئینہ کی مثل جو عاشق سفر سے دور
صورت کا عکس دور سے لیتا ہے اس کا نور

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے کلیتہً خلق کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَایَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَانَبِیٌّ مُرْسَلٌ[1] میں تجلی ذاتی برقی کی طرف اشارہ ہے اور اس تجلی سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دوران نماز خالق کی طرف متوجہ ہو جاتے بلکہ یہ تجلی حق تعالیٰ کی طرف سے عاشق میں معشوق کی سیر کے قبیل سے ہے۔

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ منصب دعوت وارشاد پر متمکن عارف جو مکمل طور پر متوجہ الی الخلق ہوتا ہے اور اس کے لطائفِ عالم امر کا تصفیہ اور لطائف عالم خلق کا تزکیہ ہو چکا ہوتا ہے وہی تجلیات الٰہیہ کا مظہر ہوتا ہے۔بقول شاعر

رو تو زنگار از رخ خود پاک کن
بعد ازاں آن نور را ادراک کن

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جس سالک کی کدوراتِ بشریہ، عاداتِ ردیہ اور

---

[1] تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات مکتوب ا جلد اول

اخلاق رذیلہ زائل نہیں ہو جاتیں کلیتہً اس کا تصفیہ وتزکیہ نہیں ہو جاتا اگر چہ متوجہ الی الحق ہی کیوں نہ ہو، مظہر تجلیات نہیں بن سکتا۔ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی قدس سرہُ العزیز تاجدار اجمیر شریف فرماتے ہیں۔

خانہ خالی کن از اغیار و بجو یار معین
ایں محال است کہ ضدین یکدم می طلبی

شاید اسی بناء پر عارف کامل حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے دریا عبور کرتے ہوئے اپنے مرید کو کہا تھا تو مرا یاد کن و من خدارا یاد میکنم (یعنی تو مجھے یاد کر اور میں خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہوں) ان عارف کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ ان کے اور حق تعالیٰ کے درمیان سارے حجابات اٹھ گئے ہیں اس لئے وہ مظہر تجلیات بن چکے تھے جبکہ مرید مبتدی تھا۔ ابھی تک تصفیہ وتزکیہ کے مراحل ومدارج طے نہ کرنے کی وجہ سے اس کے درمیان اور حق تعالیٰ کے درمیان حجابات حائل تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عارف کامل اگر چہ متوجہ بخلق ہوتا ہے لیکن مظہر تجلیات اور مہبط فیوضات ہوتا ہے مگر جو سالک اگر چہ متوجہ الی الخلق ہی کیوں نہ ہو مظہر تجلیات تب ہی ہوتا ہے جب اس کے لطائف مطہر ومزکی ہو جاتے ہیں۔

بقول شاعر

اول بروب خانہ پس آں مہماں طلب
آئینہ شو وصال پری طلعتاں طلب

دفترِ اوّل مکتوب ۱۰۰

مکتوب الیہ

حضرت شیخ مُلا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

عالم الغیب ہونا حق تعالیٰ کا خاصہ ہے

ملامت اور اسبابِ ملامت کا بیان

مکتوب ۔ ۱۰۰

متن خود را عالم الغیب می فرماید نفیِ علمِ غیب کردن ازو سبحانہ بسیار مُستَقبَح و مُستَنکَر است وفی الحقیقت تکذیب است مر حق را سبحانہ غیب را معنی دیگر گفتن از شناعت نمی برآرد کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ

ترجمہ: حق تعالیٰ اپنے آپ کو عالم الغیب فرماتا ہے اس ذات سبحانہ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت قبیح اور برا ہے اور فی الحقیقت حق سبحانہ، کی تکذیب ہے۔ غیب کا کچھ اور معنی کرنا بھی اس برائی سے نہیں نکال سکتا۔ بڑی بات ہے جو ان لوگوں کے منہ سے نکلتی ہے۔

شرح

عالم الغیب ہونا حق تعالیٰ کا خاصہ ہے

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز حق تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرنے والوں کی تردید اوران کی باطل تاویلات وتوجیہات کی تغلیط فرمارہے ہیں۔ دراصل عالم الغیب ہونا حق تعالیٰ کا خاصہ ہے جس کا منکر دائرہ

اسلام سے خارج ہے جیسا کہ ارشادات باری تعالیٰ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ[1] اور قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ[2] سے عیاں ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں غیب کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کر دی جائیں تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔

غیب

لغت قرآن کے جلیل القدر امام حضرت علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ میں "اَلْغَیْبَ" کے تحت فرماتے ہیں مَالَا یَقَعُ تَحْتَ الْحَوَاسِ وَلَا تَقْتَضِیْهِ بِدَاهَةُ الْعُقُوْلِ اِنَّمَا یُعْلَمُ بِخَبَرِ الْاَنْبِیَاءِ یعنی غیب سے مراد وہ اشیاء ہیں جو حواس اور عقول سے بالاتر ہوں اور انبیائے کرام علیہم السلام کے بتانے سے ان کا علم ہو۔[3]

۞......حضرت علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی تفسیر میں غیب کی دو قسمیں بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: وَهُوَ قِسْمَانِ قِسْمٌ لَا دَلِیْلَ عَلَیْهِ وَهُوَ الْمَعْنٰی بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَ قِسْمٌ نُصِبَ عَلَیْهِ دَلِیْلٌ کَالصَّانِعِ وَصِفَاتِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَحْوَالِهٖ یعنی غیب کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور یہ معنی ارشاد باری تعالیٰ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ سے ثابت ہے۔

اور دوسری قسم جس پر کوئی دلیل (عقلی یا نقلی) قائم کی جا سکے جیسے صانع تعالیٰ، اس کی صفات، روز قیامت اور اس کے احوال۔

۞......حضرت علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اَلْعِلْمُ بِالْغَیْبِ اَمْرٌ تَفَرَّدَ بِهِ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا سَبِیْلَ اِلَیْهِ

---

[1] الانعام ۷۳ [2] الملک ۲۶ [3] مفردات ۳۷۳

لِلْعِبَادِ اِلَّا بِاِعْلَامٍ مِّنْهُ اَوْ اِلْهَامٍ بِطَرِیْقِ الْمُعْجِزَةِ اَوِ الْکَرَامَةِ یعنی غیب جاننا ایک ایسی بات ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے بندوں کو اس تک کوئی راہ نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے بتانے یا الہام فرمانے کے، معجزہ یا کرامت کے طریقہ پر۔[1]

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

چنانچہ بر علم غیب کہ مخصوص باوست سبحانہ خاص رسل را اطلاع می بخشد یعنی علم غیب جو اس سبحانہٗ ہی کے لیے مخصوص ہے اپنے خاص رسولوں کو اس سے اطلاع بخشتا ہے۔[2] آیات کریمہ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا[3] اور اَللّٰهُ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ[4] میں یہی موقف بیان فرمایا گیا ہے۔

۞......غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز تحدیث نعمت کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ بُؤْبُؤَةَ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَاَنَا غَائِصٌ فِیْ بِحَارِ عِلْمِ اللّٰهِ یعنی میرا گوشہ چشم لوح محفوظ میں رہتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے علم کے سمندروں میں غوطہ زن رہتا ہوں۔[5]

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ کا علم غیر متناہی، لامحدود اور قدیم ہے جبکہ انبیائے عظام اور اولیائے کرام کا علم متناہی، محدود اور حادث ہے۔ عَلَیْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَ التَّسْلِیْمَات

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب نصوص قطعیہ اور ارشادات نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوات) سے ثابت ہے اس لئے اس کا انکار جائز نہیں۔ اہل

---

[1] شرح عقائد [2] دفتر اول مکتوب ۳۱۰ [3] الجن ۲۶ [4] آل عمران ۱۷۹ [5] زبدۃ الاسرار

اسلام کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف قابل افسوس ہے، اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو حق پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین

متن اگر متکلمِ این کلام مقصود از اظہارِ این کلام ملامتِ خَلق داشتہ باشد و نفرتِ ایہنا آن نیز مستکرَہ است و مستہجَن از برائے تحصیل ملامتِ خلق را راہ ہا بسیار است بچہ ضرورت کسی تا بسر حد کفر رساند

ترجمہ: اگر اس کلام کے متکلم کا اس کلام کے اظہار سے مقصود خلق کی ملامت اور ان کی طرف سے نفرت ہے تو یہ بھی مکروہ اور قبیح ہے۔ مخلوق کی ملامت کے حاصل کرنے کے لئے اور بہت سے طریقے ہیں ایسے کلمات کی کیا ضرورت ہے کہ انسان اپنے آپ کو کفر کی حد تک پہنچائے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ سالک کو شہرت کی آفت اور نفس کی مخالفت کے پیش نظر ایسے ناپسندیدہ کلمات کے اعلان و اظہار سے اجتناب کرنا چاہئے جو بندہ مؤمن کے لیے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا موجب ہوں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ملامت کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

بعض اہل طریقت مخلوق خدا کے ہجوم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ایسے

افعال واعمال اور حرکات وکلمات کا قصداً ارتکاب کر دیتے ہیں جو عند اللہ تو مذموم نہیں ہوتے البتہ عامۃ الناس قلت علم وفہم کی بناء پر اس کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے بدظن ہوکر بھاگ جاتے ہیں۔ جو مشائخ ملامت کے طریقہ اور روش کو اختیار کرتے ہیں انہیں فرقہ ملامتیہ کہا جاتا ہے۔

اسباب ملامت

قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز نے ملامت کے تین اسباب بیان فرمائے ہیں۔

۱۔راست روی ۲۔خلاف ورزی کا قصد ۳۔ترک (شریعت)

۞......راست روی کی صورت یہ ہے کہ سالک دین حق کی حفاظت اور معاملات شریعت کی رعایت کرتا ہے اور لوگ اسے ملامت کرتے ہیں مگر وہ لوگوں کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر سب سے بے نیاز ہوکر اپنے کام میں مشغول رہتا ہے۔

۞......قصد خلاف ورزی کی صورت یہ ہے کہ جب کوئی شخص ابنائے جنس میں اعلیٰ منصب پر فائز ہو اور لوگوں کے درمیان اچھی شہرت کا حامل ہو مگر اس کا قلب جاہ ومنصب اور رجوع خلق سے متنفر ہو جائے اور وہ سب سے جدا ہوکر یاد خدا میں مشغول ہو جائے اور لوگ طعن وملامت کرتے ہوئے اس سے بھاگ جائیں۔

۞......ترک شریعت پر ملامت کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو طبعاً کفر وضلالت پکڑ لے اور وہ ترک شریعت اور انکار متابعت کو اختیار کر لے اور یوں کہے کہ یہ تو ملامت کا ایک طریقہ ہے جس کو میں نے اختیار کیا ہے۔ (ملامت کی یہ صورت انسان کو ایمان واسلام سے محروم کر دیتی ہے۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تو گذشتہ زمانہ میں ملامت کا طریقہ تھا اگر آج کوئی شخص طریقہء ملامت کو اختیار کرنا

چاہے تو وہ دو رکعت نماز نفل طویل قیام و قرآت کے ساتھ ادا کرے یا شریعت مطہرہ پر مکمل طور پر کاربند ہو جائے تو لوگ اسے منافق اور ریاکار کہنا شروع کر دیں گے۔ [1]

بیّنات

واضح رہے کہ ملامت کے باعث سالک عجب، خود بینی اور غرور کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اسے عشق و محبت میں مزید استحکام نصیب ہوتا ہے۔

۞......اہل اللہ کے نزدیک ملامت قرب حق کی علامت ہے یہی وجہ ہے کہ جس طرح عوام کالانعام اپنی مقبولیت پر خوش ہوتے ہیں اسی طرح اہل اللہ متروک الخلائق ہونے پر نازاں و فرحاں ہوتے ہیں۔

۞......یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حق تعالیٰ اپنے مقبولین اور مخلصین کو لوگوں کی نگاہوں میں ناپسندیدہ اور مطعون کر دیتے ہیں تاکہ لوگوں کی نظر ان کے باطن کی طرف متوجہ نہ ہو جیسا کہ حدیث قدسی ہے اَوْلِیَائِی تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِی اِلَّا اَوْلِیَائِیْ یعنی میرے دوست میری قبائے قدرت کے نیچے چھپے ہوتے ہیں جنہیں میرے اور میرے اولیاء کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔

۞......واضح رہے کہ وہ صوفیائے کرام جو مسند دعوت و ارشاد پر متمکن ہیں انہیں ملامت سے اجتناب کرنا چاہئے کہ لوگ ان سے متنفر نہ ہوں تاکہ وہ لوگوں کے قلوب کا تصفیہ اور ان کے نفوس کا تزکیہ کر سکیں۔

۞......یہ بھی واضح رہے کہ اگر کوئی سالک، سکر وقت اور غلبہء حال کی بنا پر کسی ایسے قول و فعل کا مرتکب ہو جو بظاہر شریعت مطہرہ سے متصادم ہو تو اسے مجانین کی مانند معذور سمجھ کر اس کے خلاف شرع قول و فعل کی تاویل کرنا چاہئے تاکہ عامۃ المسلمین سوءِ ظن کے فتنہ سے بھی محفوظ ہو جائیں۔

---

[1] کشف المحجوب

دفترِ اوّل مکتوب ۱۰۱

مکتوب الیہ

حضرت شیخ مُلا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

نفسِ مُطمئنہ ذاتی امراض اور
نفسانی وسوسوں سے محفوظ ہوتا ہے

مکتوب - ۱۰۱

متن ہر اعتراضی کہ بر نفس دارند در زمانِ امّارگی مسلّم است امّا بعد از حصولِ اطمینان مجالِ اعتراض نیست چہ نفس درین موطن از حق سبحانہ راضی است و حق سبحانہ از وی راضی پس او مَرضِیٌ و مقبول است بر مقبول اعتراض نمی رود و مرادِ او مراد حق است سبحانہ

ترجمہ: جو اعتراض نفس پر کرتے ہیں زمانہ ءامارگی میں مسلم ہے لیکن حصول اطمینان کے بعد اعتراض کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس مقام میں نفس، حق سبحانہ سے راضی اور حق سبحانہ اس سے راضی ہو جاتا ہے پس جب وہ راضی بہ رضا ہے تو پسندیدہ اور مقبول پر اعتراض روا نہیں کیونکہ اس کی مراد حق سبحانہ کی مراد ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جب نفس امارہ، نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے تو وہ حق تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ یَاَیَّتُهَا النَّفْسُ

الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً [1] سے آشکار ہے۔

درحقیقت اطمینان نفس کا مسئلہ نہایت پیچیدہ ہے اور صوفیائے کرام نے اپنے اپنے نفس کے پیش نظر مختلف قول کئے ہیں چنانچہ کسی عارف نے اس کے متعلق یوں کہا ہے

ہر چند نفس مطمئنہ گردد
ہرگز ز صفات خود نگردد

اہل طریقت نے نفس مطمئنہ کے چار مراتب بیان فرمائے ہیں جن کا تعلق بالترتیب ولایات سہ گانہ اور کمالات نبوت سے ہے (ولایات سہ گانہ سے مراد ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ اور ولایت ملاء اعلیٰ ہیں)۔

۞ ...... ولایت صغریٰ میں سالک کے اصلاح نفس کا معاملہ تجلیات ظلیہ سے مربوط ہوتا ہے اس مرتبے میں نفس مطمئنہ کمال تک نہیں پہنچتا بلکہ مورد اعتراض ہوتا ہے۔

۞ ...... ولایت کبریٰ میں سالک کے اطمینان نفس کا معاملہ ولایت انبیائے عظام سے مربوط ہوتا ہے اس مرتبے میں تجلیات صفات ثمانیہ کی بدولت تزکیہ نفس زیادہ ہوتا ہے لہٰذا چنداں اعتراض کی گنجائش نہیں رکھتا۔

۞ ...... ولایت ملاء اعلیٰ میں عارف کے اصلاح نفس کا معاملہ شیونات واعتبارات سے مربوط ہوتا ہے۔ اس مرتبے میں نفس مطمئنہ تکمیلی مراحل میں ہوتا ہے۔

۞ ...... کمالات نبوت میں عارف کے تزکیہ نفس کے ساتھ عناصر اربعہ کلی طور پر اصلاح یافتہ ہو جاتے ہیں اس لئے نفس میں کسی قسم کی مخالفت باقی نہیں رہتی کیونکہ نفس عناصر اربعہ کا شیرہ اور لب لباب ہے جیسا کہ مختلف اشیاء کے قوام سے عمل کیمیا کے ذریعے ایک نیا معجون تیار ہو جاتا ہے جس کی تاثیر یکسر مختلف ہوتی ہے ایسے ہی احکام شرعیہ اور

---

[1] الفجر ۲۷، ۲۸

سنن نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوات) بجالانے اور شیخ کامل مکمل کی توجہات قدسیہ کی بدولت نفس امارہ کا تزکیہ ہو جاتا ہے اس بناء پر وہ ہر قسم کی مخالفت و منازعت سے باز رہتا ہے۔آیت کریمہ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي [1] میں اسی نفس کو دخول جنت کی بشارت سنائی گئی ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ جب عارف کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو وہ نفسانی وسواس اور شیطانی خطرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

بینہ نمبر ۲:

اولیائے کاملین نے تزکیہ نفس کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱......تزکیہ بدایت ۲......تزکیہ نہایت

تزکیہ بدایت میں عارف کا نفس مکمل طور پر اصلاح یافتہ نہیں ہوتا جبکہ تزکیہ نہایت میں عارف کامل کے نفس کا کلیتہً تزکیہ ہو جاتا ہے اس لئے وہ ہر قسم کے انکار و منازعت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

بینہ نمبر ۳:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے علل نفسانیہ اور امراض قلبیہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

امراض ذاتیہ اور امراض عارضیہ

امراض ذاتیہ

وہ ہیں کہ جو نفس کی وجہ سے وسواس کی صورت میں صادر ہوتی ہیں۔ان امراض

[1] الفجر ۲۹،۳۰

کو درونی اور ذاتی علتیں بھی کہا جاتا ہے۔

امراض عارضیہ

وہ ہیں کہ جو شیطان کی وساطت سے وسواس کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں انہیں بیرونی اور عارضی علتیں بھی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ جب عارف کا نفس، مطمئنہ ہو کر راضیہ اور مرضیہ ہو جاتا ہے تو نفس ذاتی امراض اور اندرونی وسواس سے رہائی پالیتا ہے اس لئے اگر اسے وسوسہ آئے بھی تو وہ وسوسہ شیطانی اور بیرونی ہی ہوتا ہے اندرونی اور نفسانی نہیں ہوتا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ

بینہ نمبر ۴:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز رقمطراز ہیں کہ امراض ذاتیہ اور امراض عارضیہ کے درمیان تمیز کرنا بہت مشکل ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ناقص اپنے زعم باطل کی وجہ سے اپنے آپ کو کامل سمجھ لے اور اپنے مرض ذاتی کو اپنا عارضی مرض خیال کر کے نقصان میں پڑ جائے۔ سترہ سال کے قریب ہو گئے کہ میں بھی اسی شبہ میں تھا اور فساد ذاتی کو فساد عارضی کے ساتھ خلط ملط پاتا تھا لیکن اب حق تعالیٰ سبحانہ نے حق کو باطل سے جدا کر دیا ہے اور مرض ذاتی کو مرض عارضی سے متمیز کرا دیا۔[1]

بینہ نمبر ۵:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ذکر قلبی احکام شرعیہ کے بجالانے اور نفس امارہ کی سرکشی کو دور کرنے میں ممد و معاون ہے۔

---

[1] دفتر سوم مکتوب ۲۷

بینہ نمبر۶:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جب سالک حق تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان اسے وسواس میں مبتلا کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اَلشَّیْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ[1] سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر۷:

واضح رہے کہ اطمینان نفس کے باوجود نفس کی صفات کے باقی رکھنے میں متعدد فوائد و منافع ہیں۔ اگر نفس کو اس کی اپنی صفات کے ظہور سے بالکل روک دیا جائے تو ارتقاء کا رستہ مسدود ہو جائے گا اور روح فرشتے کا حکم پیدا کر لے گی اور اپنے (ایک ہی) مقام میں بندہ ہو کر رہ جائے گی کیونکہ روح کی ترقی نفس کی مخالفت کے باعث ہے۔ اگر نفس میں مخالفت نہ رہے تو روح کو ترقی کہاں سے ہوگی؟[2]

بینہ نمبر۸:

ایسا عارف کہ جس کا نفس مطمئنہ ہو چکا ہو اس سے عزیمت و اولیٰ کے ترک ہونے پر اسے بارگاہ قدس جل سلطانہ میں اس قدر ندامت، پشیمانی، الحاح اور آہ و زاری حاصل ہوتی ہے کہ ایک سال کا کام (ارتقاء وغیرہا) اس کو ایک گھڑی میں حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ نفس کے خلاف جہاد کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ چنانچہ کفار کے خلاف جہاد سے واپسی پر گھروں میں جانے سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کو ادائے نماز کی تلقین فرماتے تھے جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات مَرْحَبًا

---

[1] مشکوٰۃ ۱۹۹ [2] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۱۴۱

بِكُمْ قَدِمْتُمْ مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ [1] اور اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ [2] سے عیاں ہے۔

---

[1] تاریخ بغداد ۱۳/۴۹۳ [2] مسند احمد ۶/۲۱

دفترِ اوّل مکتوب ۱۰۲

مکتوب الیہ

حضرت مُلّا مظفر رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

سُود کی حُرمت کا بیان

مکتوب - ۱۰۲

متن در شریعت ہر عقد یکہ در و فضل است نیز ربا است پس ناچار این عقد ہم محرَّم باشد و ہر چہ بسبب محرَّم تحصیل نمایند محرَّم خواہد بود

ترجمہ: شریعت میں ہر وہ معاملہ جس میں زیادتی ہو وہ بھی سود ہے پس اس طرح کا سودی قرضہ بھی حرام ہے اور جو کچھ حرام کے ذریعے حاصل کیا جائے گا وہ بھی حرام ہوگا۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز سود کی حرمت بیان فرمارہے ہیں۔ یہاں سود کی قدرے تفصیلات پیش خدمت ہیں تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ

سود کو لغت عرب میں ''ربا'' کہا جاتا ہے۔ فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ ربا کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اَلرِّبَاءُ هُوَ فِي اللُّغَةِ "اَلزِّيَادَةُ وَ فِي الشَّرْعِ هُوَ فَضْلٌ خَالٍ عَنْ عِوَضٍ شُرِطَ لِاَحَدِ الْعَاقِدَيْنِ" یعنی ربا لغت میں زیادتی کو کہا جاتا ہے اور شرع میں اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عوض سے خالی ہو اور عاقدین میں ایک کے لیے مشروط ہو۔[1]

[1] کتاب التعریفات ۴۸

علماء کرام نے ربا کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

رِبَاءُ النَّسِیْئَۃِ اور رباء الفضل

رِبَاءُ النَّسِیْئَۃِ

دور جاہلیت میں عربوں کے ہاں دو قسم کے سود کا عام رواج تھا۔

۱......سود مفرد ۲......سود مرکب

۞......حضرت امام ابو بکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ سود مفرد کے متعلق رقمطراز ہیں:

وَالرِّبَا الَّذِیْ کَانَتِ الْعَرَبُ تَعْرِفُہٗ وَتَفْعَلُہٗ اِنَّمَا کَانَ قَرْضُ الدَّرَاھِمِ وَالدَّنَانِیْرِ اِلٰی اَجَلٍ بِزِیَادَۃٍ عَلَی الْمِقْدَارِ اُسْتُقْرِضَ عَلٰی مَا یَتَرَاضُوْنَ بِہٖ یعنی ربا کی وہ صورت جو عربوں کے ہاں معروف تھی اور وہ جس پر عمل پیرا تھے وہ یہ تھی کہ ایک مقررہ مدت کے لیے درہم اور دینار کسی کو قرض پر دیئے جاتے تھے اور قضائے مدت کے بعد اصل رقم پر باہمی رضامندی سے ایک زائد رقم بھی وصول کی جاتی تھی۔[۱]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سود کی اس صورت کو حرام قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ یعنی اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود سے اگر تم مومن ہو[۲]

۞......حضرت امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ سود مرکب کے متعلق رقمطراز ہیں:

وَاَمَّا رِبَاءُ النَّسِیْئَۃِ فَھُوَ الْاَمْرُ الَّذِیْ کَانَ مَشْھُوْرًا مُتَعَارَفًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَذٰلِکَ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَدْفَعُوْنَ الْمَالَ عَلٰی اَنْ یَّاْخُذُوْا کُلَّ شَھْرٍ قَدْرًا مُعَیَّنًا وَیَکُوْنُ رَاْسُ الْمَالِ بَاقِیًا ثُمَّ اِذَا حَلَّ الدَّیْنَ طَالَبُوْا الْمَدْیُوْنَ بِرَاْسِ الْمَالِ فَاِنْ تَعَذَّرَ عَلَیْہِ الْاَدَاءُ زَادُوْا فِی الْحَقِّ وَالْاَجَلِ فَھٰذَا الرِّبَا الَّذِیْ کَانُوْا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ یَتَعَامَلُوْنَ یعنی رِبَاءُ النَّسِیْئَۃِ وہ چیز ہے جو زمانہ جاہلیت میں مشہور اور متعارف

---

[۱] احکام القرآن ۲/۱۸۴ [۲] البقرہ ۲۷۸

تھی اہل عرب کسی شخص کو معین مال اس شرط پر دیتے تھے کہ وہ ہر مہینے ایک معین رقم ادا کرے گا اور جب مدت پوری ہو جاتی تو وہ مدیون سے رأس المال کا مطالبہ کرتے اگر وہ ادائیگی سے معذور ہوتا تو شرح سود اور مدت ادائیگی میں اضافہ کر دیتے تھے۔ ربا کی یہ وہ صورت تھی جو عربوں کے ہاں رائج تھی۔[۱]

سود مرکب کو سود در سود بھی کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سود کی اس قسم کی حرمت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً یعنی اے ایمان والو! نہ کھاؤ سود دوگنا چوگنا کر کے۔[۲]

رباءالفضل

سود کی دوسری قسم رباءالفضل ہے اسے رباءالحدیث بھی کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ ہم جنس اشیاء کی خرید و فروخت میں زیادتی کو حرام قرار دے دیا چنانچہ روایت میں ہے اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مَثَلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سونے کو سونے کے، چاندی کو چاندی کے، گندم کو گندم کے، جَو کو جَو کے، کھجور کو کھجور کے، اور نمک کو نمک کے عوض فروخت کرو برابر برابر اور نقد بہ نقد پس جب یہ اقسام مختلف ہو جائیں تو پھر جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ دست بدست بیع ہو۔[۳]

چونکہ عربوں میں ہم جنس اشیاء کا نقد بہ نقد تبادلہ رائج تھا اور وہ اس میں کمی وبیشی کو روا جانتے تھے فلہٰذا سد باب کے طور پر ہم جنس اشیاء میں تفاضل و زیادتی کو بھی ممنوع قرار دے دیا گیا تاکہ یہ معاملہ کہیں رباءالنسیئہ تک نہ پہنچ جائے جیسا کہ ارشاد

---

[۱] تفسیر کبیر ۳۵۱/۲ [۲] آل عمران ۱۳۰ [۳] صحیح مسلم باب الربا ۲۵/۲

نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات فَاِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمُ الرِّبَا[۱] اس کی طرف مشیر ہے۔

ایسے ہی پیش بندی کے طور پر ہم جنس اشیاء میں قرض اور ادھار کو بھی حرام فرمادیا گیا جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات میں ہے

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا یعنی جو قرض نفع کھینچ لائے وہ سود ہے۔[۲]

اِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيْئَةِ یعنی سود صرف ادھار میں ہے۔[۳]

مذکورہ بالا ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں فقط چھ ہم جنس اشیاء کو دست بدست تفاضل وزیادتی کے ساتھ فروخت کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک ان چھ اشیاء کے علاوہ کسی اور چیز میں کمی وبیشی کے ساتھ بیع حرام نہیں کیونکہ وہ قیاس کے منکر ہیں حالانکہ قیاس مثبتِ احکام میں سے نہیں بلکہ مظہرِ احکام ہے جبکہ ائمہ مجتہدین کے نزدیک قیاس جائز ہے اس لئے انہوں نے غور وخوض فرمایا کہ ان چھ اشیاء میں وہ کونسی علت مشترکہ ہے کہ جس کی بناء پر حرمت کے اس حکم کو دوسری ہم جنس اشیاء میں زیادتی کے ساتھ فروخت کرنے پر جاری کیا جاسکے۔ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علت مشترکہ مطعومات میں طعم اور ثمنیت (نقدیت) ہے جبکہ احناف کے نزدیک علت مشترکہ کیل (پیمائش) اور وزن ہے۔[۴]

احناف کے اس موقف کی تائید درج ذیل ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے ہوتی ہے۔ اتحاد جنس کے ساتھ کیل کی صراحت ملاحظہ ہو!

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھجور (اتحاد جنس) کی خرید وفروخت کا تذکرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فَلَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا یعنی ایسا نہ کرو بلکہ ردی کھجوروں کو درہموں

---

[۱] کنز العمال ۴/ ۱۱۷ [۲] الدر المنثور ۵/ ۳۵۰ [۳] صحیح مسلم باب الربا ۲/ ۲۷ [۴] ہدایہ ۳/ ۸۱

کے عوض فروخت کردو پھر درہموں سے عمدہ کھجوریں خریدلو۔[1]

اتحاد جنس کے ساتھ وزن کی تصریح ملاحظہ فرمائیں لَاتَبِیْعُوْاالذَّھَبَ بِالذَّھَبِ اِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ یعنی سونے کو سونے کے بدلے بغیر برابر برابر وزن کے فروخت نہ کرو۔[2]

یادرہے کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں مذکورہ چھ ہم جنس اشیاء میں زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا تو نص سے ثابت ہے اس لئے ان کی حرمت قطعی اور اعتقادی ہے جبکہ قیاس ائمہ سے ثابت شدہ احکام کی حرمت ظنی اور عملی ہے۔

واضح رہے کہ رباء النسیئہ کی حرمت اعتقادی اور قطعی ہے اور اس پر کتاب وسنت میں وعید شدید سنائی گئی ہے جبکہ رباء الفضل کی حرمت ظنی، عملی اور انسدادی نوعیت کی ہے۔

⊙ ...... سود کے ظالمانہ نظام کے اخلاقی، معاشرتی اور اقتصادی ناقابل تلافی نقصانات کے باعث صاحب ثروت طبقہ میں تن آسانی، لالچ، بخل اور حرام خوری کے جذبات پرورش پاتے ہیں جبکہ مفلس اور نادار طبقہ میں حسد، عناد اور منافرت سے باہمی محبت و الفت کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اس لئے دین اسلام نے تجارت ومنفعت کو حلال کہا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ آیت کریمہ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا[3] سے عیاں ہے۔ نیز تجارت اور سود میں واضح فرق ہے کہ تجارت میں تاجر روپیہ صرف کرتا ہے پھر محنت بھی کرتا ہے اور اپنی ساری ذہنی صلاحیتیں بروئے کار لاتا ہے۔ مزید برآں اپنا قیمتی وقت خرچ کرتا ہے مگر بایں ہمہ نفع یقینی نہیں ہوتا۔ اسے نفع بھی ہوسکتا ہے اور نقصان بھی ہوسکتا ہے لیکن سود خور صرف اپنا فالتو روپیہ دیتا اور چند گھڑیاں معاہدہ طے کرنے میں صرف کرتا ہے وہ نہ جسمانی مشقت برداشت کرتا ہے اور نہ ہی اسے ذہنی قابلیتیں خرچ کرنا پڑتی ہیں لیکن وہ یقینی نفع کا خواستگار اور امیدوار ضرور ہوتا ہے اسی لئے شریعت مطہرہ نے تجارت کو جائز اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ دراصل دین اسلام نے

---

[1] صحیح مسلم باب الربا ۲/۲۶ [2] صحیح مسلم باب الربا ۲/۲۶ [3] البقرہ ۲۷۵

دولتمند کے لئے دو ہی راستے تجویز فرمائے ہیں یا تو اپنی زائد از ضرورت دولت اپنے بھائی کو قرض حسنہ کے طور پر دے ورنہ نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد پر کاروبار میں شریک ہو جائے۔ اس کے لئے تیسرا کوئی راستہ نہیں۔

روز قیامت سود خور کی حالت کو آسیب زدہ اور پاگل شخص کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے اور اس کی وجہ بھی بیان فرمائی گئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا یعنی جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہونگے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے پاگل بنا دیا ہو شیطان نے چھو کر۔ یہ حالت اس لئے ہوگی کہ وہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی سود کی مانند ہے۔[1]

⊙ ...... ممانعت سود کے بعد بھی جو شخص سود لینے کی جرأت کرے گا اس کے خلاف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان جنگ ہے جیسا کہ آیۃ کریمہ ہے فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔[2]

⊙ ...... سود کی مذمت بیان کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلرِّبٰو اسَبْعُوْنَ جُزْءً اَیْسَرُهَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ یعنی سود کے ستر اجزاء ہیں جن میں سب سے گھٹیا ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے نکاح کرے۔[3]

ایک روایت میں ہے لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰکِلُ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَهٗ وَکَاتِبَهٗ وَشَاهِدَیْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اسے لکھنے والے اور اس کا گواہ بننے والے پر لعنت کی اور ارشاد فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر کے شریک ہیں[4] اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذالك

---

[1] البقرہ ۲۷۵ [2] البقرہ ۲۷۹ [3] مشکوٰۃ ۲۴۶ [4] مشکوٰۃ ۲۴۴

متن پس طعام ازان مُبلَغ سود پختن وبمردم خوراندن داخلِ احتیاج نیست وضرورتی بآن متعلِّق نہ

ترجمہ: سودی رقم سے کھانا پکانا اور لوگوں کو کھلانا ہرگز احتیاج میں داخل نہیں ہے اور نہ کوئی ضرورت اس سے متعلق ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ حلال اور حرام کا حکم قطعی ہے اور سود کی حرمت بھی نص قطعی سے ثابت ہے جو محتاج اور غیر محتاج سب کو شامل ہے۔ اس لئے محتاج کو اس حکم قطعی سے خارج کر دینا حکم قطعی کو منسوخ کر دینے کے مترادف ہے البتہ حالت اضطرار ومخمصہ اس سے مستثنٰی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ[1] سے عیاں ہے کیونکہ از روئے قوت آیت ہی آیت کے برابر ہو سکتی ہے۔ بقول شاعر

که رستم را کشد هم رخش رستم

ترجمہ: رستم پہلوان کو رستم جیسا ہی بچھاڑ سکتا ہے۔

بنابریں چونکہ احتیاج بھی منجملہ ضروریات میں سے ہے اور ضروریات کو بقدر اندازۂ ضرورت اختیار کیا جاتا ہے اس لئے ترکہ میت میں سے فقط تکفین وتدفین کے اخراجات مستثنٰی ہونگے اور سودی رقم سے اس کے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانا بھی داخل احتیاج نہیں حالانکہ میت صدقہ وخیرات کی بہت محتاج ہوتی ہے نیز سودی رقم سے پکایا ہوا کھانا اہل تقویٰ وصاحبان قلب کیلئے کس قدر قلبی حجاب کا باعث ہوگا اوران

---

[1] المائدہ ۳

کی روحانیت کو کتنا تیرہ وتار کرے گا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ احکام شرعیہ کا مکلّف نہیں بنایا جیسا کہ آیہ کریمہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[1] سے عیاں ہے تو سودی رقم سے محض نمود ونمائش کی خاطر اتنے تکلفات کی کیا ضرورت ہے کہ بندہ حرام کا مرتکب ہو۔

بینہ نمبر ۲:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مشکوک محتاج کے لئے سودی قرض کے حلال ہونے میں جو بظاہر نص قطعی کے خلاف ہے توقف کرے تو اسے گمراہ قرار نہیں دینا چاہئے اور اسے مجبور نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اپنے اعتقاد میں اس کو حلال جانے بلکہ صواب (درستگی) اس کی جانب راجح و متیقن ہے (جو سودی قرض کی حرمت کا قائل ہے) اور اس کا مخالف خطرے میں ہے۔

بینہ نمبر ۳:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی محتاج کفارہ قسم یا کفارہ صوم یا کفارہ ظہار میں مساکین کو کھانا کھلانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اسے شریعت مطہرہ کے مطابق روزے رکھنے چاہئیں نہ کہ سودی قرض سے کھانا کھلائے اور اگر اسی قبیل کی کوئی اور احتیاج پیدا ہو جائے تو تقویٰ کی برکت سے تھوڑی سی توجہ کرنے سے دور ہو سکتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ہ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ[2] سے عیاں ہے۔

---

[1] البقرہ ۲۸۶ [2] الطلاق ۲، ۳

دفتر اوّل مکتوب ۱۰۳

مکتوب الیہ

سیادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

عافیت کی اقسام

عدل و انصاف کے فوائد اور ناانصافی کے نقصانات کا بیان

مکتوب - ۱۰۳

متن حق سبحانہ وتعالیٰ باعافیت دارد آں عافیت خواستہ می آید کہ عزیزی ہموارہ دعا می کرد وتمنائے عافیت یک روزہ می نمود

ترجمہ: حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے آپ کیلئے وہ عافیت چاہتا ہوں جس کی ایک بزرگ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے اور ایک روز کی عافیت کی تمنا کیا کرتے تھے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے مکتوب الیہ کو عافیت کی دعا دی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عافیت کی قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق

عافیت اسم یا مصدر کے طور پر استعمال ہوتا ہے جس کا معنی کامل صحت، صحت دینا اور بلا اور برائی سے بچانا وغیرہا ہے۔ علمائے کرام عافیت کے متعلق یوں رقمطراز ہیں اَلْعَافِیَۃُ ھِیَ السَّلَامَۃُ عَنِ الذُّنُوبِ یعنی عافیت گناہوں سے سلامتی کا نام ہے عافیت کی دو قسمیں ہیں

۱...... عافیت ظاہری ۲...... عافیت باطنی

عافیت ظاہری

یہ ہے کہ سالک جسمانی امراض، فکر معاش اور مصائب وآلام سے محفوظ ومامون ہو، تاکہ وہ ہر قسم کے دنیوی تفکرات وپریشانیوں سے بے نیاز ہوکر عبادات وطاعات میں مشغول رہے غالبًا یہی وجہ ہے کہ کسی مصیبت زدہ اور بلا رسیدہ کو دیکھ کر دعائے عافیت مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً[1]

عافیت باطنی

یہ ہے کہ سالک نفسانی خطرات، شیطانی اثرات سے محفوظ ہو اور وہ ہر قسم کے ظاہری وباطنی گناہوں سے مجتنب رہے جیسا کہ آیت کریمہ وَذَرُوْا ظَاہِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ[2] اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کُلُّکُمْ مُذْنِبٌ اِلَّا مَنْ عَافَیْتُ ...... الخ[3] سے واضح ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے ایک بزرگ کے بیان فرمودہ عافیت کا مفہوم نقل فرمایا ہے کہ جب اس بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ آپ جس (عمدہ) حالت میں زندگی بسر فرما رہے ہیں کیا یہ عافیت نہیں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ

می خواہم کہ روزی از صباح تا شام مرتکب معصیتی از معاصی حق سبحانہ نباشم

میں چاہتا ہوں کہ ایک دن ہی ایسا نصیب ہو جائے کہ صبح سے شام تک مجھ سے حق سبحانہ کی کوئی نافرمانی سرزد نہ ہو۔

۱؎ مشکوٰۃ ۲۱۴ ۲؎ الانعام ۱۲۰ ۳؎ مشکوٰۃ ۲۰۵

متن مدتی ست کہ سرہند قاضی ندارد و در اِجرائی بعضی اَحکامِ شرعیہ کار بعجز می رسد

ترجمہ: ایک مدت سے سرہند میں کوئی قاضی نہیں ہے جس کی وجہ سے بعض احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے قاضی کے تقرر کا تقاضا فرمایا ہے جسے شرعی جج بھی کہا جاتا ہے جس کا بنیادی مقصد عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق احکام شرعیہ کا اجراء ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عدل وانصاف کی اہمیت وضرورت وفوائد اور ناانصافی کے مضرات ونقصانات کو بیان کر دیا جائے تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

قرآن مجید میں انصاف کیلئے عدل، حق اور قسط کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں۔ ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے امراء، وزراء، حکام اور سربراہان وغیرھا چونکہ اپنے ماتحت افراد واشخاص کی بابت جوابدہ اور ذمہ دار ہیں اس لئے انہیں ہر حال میں عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کسی بھی معاملہ میں دوران فیصلہ سفارش، رشوت، طمع، خوف، ذاتی اغراض، نفسانی خواہشات، طرف داری، اقرباء پروری، دوست نوازی وغیرھا جیسی اشیاء کو اثر انداز نہ ہونے دے ورنہ روز قیامت اس کی بابت بازپرس ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ [1] یعنی اور جب لوگوں کے درمیان

[1] النساء ۵۸

فیصلہ کروتو انصاف سے فیصلہ کرو۔

ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهَا یعنی تم میں سے ہر شخص اپنے مرتبہ کے اعتبار سے پاسبان اور جوابدہ ہے۔امام (خلیفہ) بھی راعی ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا...... خاوند اپنے گھر والوں کا رئیس ہے اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا اور بیوی اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

چونکہ راعی ،نگران ، پاسبان اور حکام جوابدہ ہیں اس لئے انہیں اپنی رعایا کے حالات کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ اس کی بے خبری کی وجہ سے امیر،غریبوں پر اور طاقتور ،کمزوروں پر ظلم ڈھاتے رہیں اور ان کے حقوق کو پامال کرتے رہیں۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنی رعایا کے احوال سے باخبر اور آگاہ رہتے تھے چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا لَوْاَنَّ سُخْلَةً عَلٰى شَاطِئِ الْفَرَاتِ اَخَذَهَا الذِّئْبُ لَيُسْئَالُ عَنْهَا عُمَرُ یعنی اگر ہم سے دور دراز علاقے میں دریائے فرات کے کنارے پر کسی بھیڑ کے بچے کو کوئی بھیڑیا پکڑ لے تو اس کا بھی عمر (رضی اللہ عنہ) کو جواب دینا پڑے گا۔[1]

واضح رہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زبان درازی ، چرب زبانی یا کسی بھی مخالف رجحانات کی بناء پر فیصلہ اپنے حق میں کروالیتا ہے تو وہ مال وغیرھا اس کیلئے نار جہنم کا ٹکڑا ہوگا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہے اِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيَ لَهٗ

---

[1] تفسیر قرطبی

بِنَحْوِ مَا اَسْمَعُ فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِحَقِّ اَخِیْہِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَہٗ قِطْعَۃً مِّنَ النَّارِ یعنی تم میرے پاس جھگڑے چکانے کیلئے آتے ہو ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی شخص یا فریق اپنے مدمقابل کی نسبت چرب زبانی کی وجہ سے اپنے دلائل کے بیان پر زیادہ قدرت رکھتا ہو اور میں (بفرض محال) جس طرح سنوں اسی طرح فیصلہ کردوں۔ پس اگر ایسے شخص کو میں اس کے بھائی کا حق دینے کا فیصلہ کروں (تو وہ سن لے) کہ میں اس کے لئے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ رہا ہوں۔[1]

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں فَلَا یَأْخُذْہُ، پس وہ اسے ہرگز نہ لے۔

اسی لئے حضرت علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ اگر کوئی شخص رشوت دے کر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹی گواہیاں دلوا کر اپنے حق میں فیصلہ کروالے تو قاضی کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کرسکتا فَالْحَرَامُ لَا یَصِیْرُ حَلَالًا بِقَضَاءِ الْقَاضِیْ[2]

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ قانون سازی کا جو حق، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے اس حق کو اپنے ہاتھ میں لے لینے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وضع کردہ قوانین وحدود میں مداخلت کر کے ان کے برعکس حدود وقوانین وضع کرنے والے بادشاہوں اور حکام کو وعید شدید سنائی گئی ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ[3] سے عیاں ہے۔

حضرت علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں یَضَعُوْنَ اَوْ یَخْتَارُوْنَ حُدُوْدًا غَیْرَ حُدُوْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ حدود کے برخلاف اپنی جانب سے حدود کو وضع کرنا یا اختیار کرنا

---

[1] ریاض الصالحین باب تحریم الظلم ص ۱۰۶ [2] [3] المجادلہ ۵

مراد ہے۔

اسی بناء پر احکام شرعیہ کے خلاف مقدمات کا فیصلہ کرنے والے حکام اور عدالتوں کو طاغوت کہا گیا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ[۱] سے واضح ہے۔

حضرت علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ[۲] میں اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کا اختیار آیت کریمہ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ[۳] سے منسوخ ہے اس لئے اب مسلمان حاکم پر ذمیوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنا لازم ہوگا۔[۴]

علمائے کرام نے اس کی مزید صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر جھگڑا مسلمان اور ذمی کے درمیان ہو تو مسلمان قاضی فیصلہ کرے گا لیکن ذمیوں کے باہمی امور متنازعہ جن کا تعلق ان کے شخصی، عائلی، کاروباری اور مذہبی معاملات (نکاح، طلاق، زنا وغیرہ) سے ہو، ان میں مداخلت نہیں کرے گا، بلکہ ان معاملات میں وہ اپنے علماء کی طرف رجوع کریں گے البتہ وہ امور جن کا تعلق ملک کے داخلی امن وامان یا خارجی سلامتی کے ساتھ ہو یا اس سے بے حیائی اور بدچلنی کو فروغ ملتا ہو تو ایسے معاملات میں مسلمان قاضی ہی فیصلہ کرے گا کیونکہ اگر اس قسم کے امور و معاملات میں سستی اور غفلت برتی گئی تو فتنہ و فساد کے پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔[۵]

دین اسلام نے مملکت اسلامیہ کے سربراہ کیلئے دیگر کلمات کے علاوہ خلیفہ کا لفظ پسند و تجویز فرمایا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً سے عیاں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انا پسند، خودسر اور مختار نہیں بلکہ نائب اور قائم مقام ہے تاکہ اس کے قلب ونظر میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ وہ اپنے رب کا نائب اور قائم مقام ہے اور نائب کا کام اپنے آقا کے احکامات کی تعمیل کرنا اور اس کے ارشادات و

---

[۱] النساء ۶۰ [۲] المائدہ ۴۲ [۳] المائدہ ۴۹ [۴] احکام القرآن ۳/۲۹۳ [۵] قرطبی وغیرھا

فرمودات کے مطابق اس کے دیئے ہوئے اختیارات کو استعمال کرنا ہے پس یہ وہ اسلامی نظام سیاست ہے جس سے دنیا کے سارے نظام یکسر محروم ہیں۔

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اور بادشاہ کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرات طلحہ، زبیر، کعب اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا مَا الْخَلِیْفَۃُ مِنَ الْمَلِكُ؟ یعنی زخلیفہ کون ہوتا ہے اور بادشاہ کون؟ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے تولاعلمی کا اظہار کر دیا۔

مگر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اَلْخَلِیْفَۃُ الَّذِیْ یَعْدِلُ فِی الرَّعِیَّۃِ وَیُقْسِمُ بَیْنَھُمْ بِالسَّوِیَّۃِ وَیُشْفِقُ عَلَیْھِمْ شَفَقَۃَ الرَّجُلِ عَلٰی اَھْلِہٖ وَیَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ یعنی خلیفہ وہ ہوتا ہے جو رعایا میں عدل کرے ان میں مال و دولت برابر برابر تقسیم کرے اور ان پر یوں شفقت کرے جیسے کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر مہربان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرے۔[1]

یونہی ایک روز حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے پوچھا مَا اَدْرِیْ أَخَلِیْفَۃٌ اَنَا اَمْ مَلِكٌ یعنی میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ ایک شخص نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! دونوں میں بہت فرق ہے۔ آپ نے فرمایا کیا فرق ہے؟ اس نے کہا اَلْخَلِیْفَۃُ لَا یَاْخُذُ اِلَّا حَقًّا وَلَا یَضَعُہٗ اِلَّا فِیْ حَقٍّ وَاَنْتَ بِحَمْدِ اللّٰہِ کَذَالِكَ وَالْمَلِكُ یَعْسِفُ النَّاسَ فَیَاْخُذُ مِنْ ھٰذَا وَیُعْطِیْ ھٰذَا فَسَکَتَ عُمَرُ یعنی خلیفہ حق و انصاف سے لیتا ہے اور صحیح مقام پر خرچ کرتا ہے اور آپ بحمد اللہ ایسا ہی کرتے ہیں اور بادشاہ

---

[1] کنز العمال ۱۲/۵۷۹

لوگوں پر ظلم وستم کرتا ہے ایک سے لیتا ہے اور دوسرے کو دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔[۱]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نا انصاف حاکم کے متعلق ارشاد فرمایا لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ إِمَامٍ حَكَمَ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے حاکم کی نماز قبول نہیں کرتا جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے بغیر فیصلہ کرے۔[۲]
ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضی کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں چنانچہ ارشاد گرامی ہے

اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ قَاضٍ قَضَى بِالْحَقِّ وَهُوَ يَعْلَمُ فَذَالِكَ فِي الْجَنَّةِ وَقَاضٍ قَضَى بِالْجَوْرِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَوْلَا يَعْلَمُ فَهُوَ فِي النَّارِ وَقَاضٍ قَضَى بِغَيْرِ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ فَهُوَ فِي النَّارِ یعنی قاضی تین قسم کے ہیں...... وہ قاضی جو اپنے علم کے مطابق حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے وہ جنت میں جائے گا...... وہ قاضی جو ظلم کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے وہ دوزخ میں جائے گا جانتا ہو یا...... نہ اور وہ قاضی جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر فیصلہ کرتا ہے وہ بھی دوزخ میں جائے گا۔[۳]

بلینہ:

واضح رہے کہ حالت غصہ میں قاضی کا فیصلہ کرنا حرام وممنوع ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات لَا يَقْضِي الْحَكَمُ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ[۴] سے عیاں ہے اور جب وہ جاہل، بدنیت اور بدکردار ہو، تقویٰ شعار نہ ہو تو وہ مکمل طور پر ناقص ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ خود بخود عہدۂ قضاۃ سے معزول ہو جائے۔

---

۱ تفسیر مظہری ۲ المستدرک للحاکم ۸۹/۴ ۳ المستدرک للحاکم کتاب الاحکام ۹۰/۴

۴ ابوداؤد ص ۵۰۵

دفتر اوّل مکتوب ۱۰۴

مکتوب الیہ

قضاتِ پرگنہ مستکن

موضوع

ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت

مکتوب ۔۱۰۴

متن از برائی بودن نیاورده اند از برائی کار کردن آورده اند کار باید کرد و اگر کار کردہ رفت باکی نیست بلکہ پادشاہ است

ترجمہ: کارکنان قضاوقدر (انسان کو) یہاں رہنے کے لئے نہیں لائے، کام کرنے کیلئے لائے ہیں ۔کام کرنا چاہئے اور اگر کام کرتا ہوا گیا تو کوئی خطرہ نہیں بلکہ بادشاہ ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز انسان کے دنیا میں آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں کہ دنیا میں ہمارا آنا لایعنی، فضول اور بے مقصد نہیں بلکہ ہمیں دنیا میں عبادات وطاعات کیلئے بھیجا گیا ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ [1] سے عیاں ہے۔اس لئے اگر کوئی شخص احکام الٰہیہ اور عبادات شرعیہ بجا نہیں لاتا تو وہ سراسر خسارے میں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ [2] سے واضح ہے مگر جب کوئی بندۂ مومن افعال ناپسندیدہ سے احتراز اور اعمال

---

[1] الذاریات ۵۶ [2] المومنون ۱۱۵

صالحہ کا اکتساب کرتا ہے تو ایسے فرشتہ سیرت انسان کو لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کا مژدۂ جانفزا سنایا جاتا ہے۔ درحقیقت یہی بادشاہ ہے۔ حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

روح سلطانی ز زندانی بجست
جامہ چہ دریم و چہ خائیم دست
روز ملک ست و گہے شاہنشہی
گر تو یک ذرہ ازیشاں آگہی

متن اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ درشانِ اوثابت

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے یہ مقولہ ایسے ہی شخص کی شان میں ثابت ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جب کسی بندۂ مومن کے سینے میں عشق الٰہی کی آگ شعلہ زن ہو جاتی ہے تو وہ ہمہ وقت محبوب حقیقی کی ملاقات کیلئے بے تاب رہتا ہے اور لقائے محبوب اور دیدار یار کیلئے موت کو بھی بخوبی قبول کر لیتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللهِ لَاٰتٍ [1] سے عیاں ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اپنی حالت احتضار میں بآواز بلند پکار پکار

---

[1] العنکبوت ۵

کر کہہ رہے تھے جَاءَ حَبِیْبٌ عَلٰی نَاقَۃٍ لَا اَفْلَحَ مَنْ نَدِمَ یعنی موت جو میرا محبوب ہے عین انتظار اور کمال اشتیاق میں جلوہ گر ہے جو شخص اس کی آمد پر نادم ہوا وہ کبھی رستگار نہ ہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لشکر کفار کے سپہ سالار رستم بن فرخ کو اپنے نامہ گرامی میں تحریر فرمایا فَاِنَّ مَعِیَ قَوْمًا یُّحِبُّوْنَ الْمَوْتَ کَمَا یُحِبُّ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ یعنی میں اپنے ہمراہ ایسی قوم کو لا رہا ہوں جو موت کو ایسے پسند کرتے ہیں جیسے عجمی لوگ شراب کو پسند کرتے ہیں۔[1]

متن بدعا و استغفار و تصدّق امداد باید نمود

ترجمہ: ہمیں دعا، استغفار اور صدقات سے میت کی امداد کرنا چاہئے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فوت شدگان کیلئے ایصال ثواب کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ علمائے متکلمین اہل سنت کے نزدیک اہل قبور کو زندوں کے اعمال صالحہ کا ثواب پہنچتا ہے اور اس کا فائدہ بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ میں فوت شدگان کیلئے دعائے مغفرت کرنے کو بطور استحسان ذکر فرمایا گیا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ[2] سے واضح ہے۔

درج ذیل ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں دعا، استغفار اور صدقہ تینوں کا ذکر ہے مَا الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا کَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْہُ کَانَ اَحَبَّ

---

[1] تفسیر عزیزی [2] ابراہیم ۴۱

اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا وَاِنَّ اللہَ تَعَالٰی لَیُدْخِلُ عَلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَھْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاِنَّ ھَدِیَّۃَ الْاَحْیَاءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ یعنی میت قبر میں ڈوبنے والے فریادی کی طرح ہوتی ہے اور دعا کے انتظار میں رہتی ہے جو اسے اس کے باپ، ماں، بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ جب دعا پہنچتی ہے تو وہ میت کیلئے دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعا سے پہاڑوں کے برابر اجر عطا فرماتا ہے یقیناً مرنے والوں کے لئے زندہ لوگوں کا خاص تحفہ ان کیلئے استغفار (دعائے مغفرت) ہے۔[1]

ایک روایت میں اخ کی بجائے ولد کے الفاظ بھی آتے ہیں اور امثالَ الجبال کے بعد رحمت اور غفران وغیرھا کے الفاظ بھی ملتے ہیں نیز اَلْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ کے بعد وَالصَّدَقَۃُ عَنْھُمْ کے الفاظ بھی موجود ہیں۔[2]

جب کوئی بندۂ مومن اپنے مسلمان بھائی کیلئے اخلاص و صدق نیت کے ساتھ دعا و استغفار اور صدقہ کرتا ہے تو وہ ہدیہ اس میت کیلئے تسکین اور راحت و مسرت کا باعث ہوتا ہے چنانچہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں ہے

یعنی جب اہل خانہ اپنے کسی فوت شدہ عزیز کے لئے صدقات و خیرات کرتے ہیں تو اس کے اجر و ثواب کا تحفہ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام ایک نورانی طبق میں رکھ کر اس قبر والے کے سرہانے جا کر پیش کرتے ہیں کہ تیرے اہل و عیال نے تجھے یہ تحفہ بھیجا ہے فَیَدْخُلُ عَلَیْہِ فَیَفْرَحُ بِھَا وَیَسْتَبْشِرُ تو وہ اسے بغور ملاحظہ کرتا ہے، خوش و خرم ہوتا ہے اور بشارت پاتا ہے اور اس کے ہمسائے جن کی طرف کوئی تحفہ نہیں بھیجا گیا وہ غمگین ہوتے ہیں۔[3]

---

[1] مشکوٰۃ ص ۲۰۶ [2] مسند فردوس لدیلمی ۳۹۱/۴ [3] رواہ الطبرانی فی الاوسط ۲۶۰/۷

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ ایصال ثواب کے انتظام وانصرام کو دنیوی رسومات اور نمود و نمائش جیسی خرافات سے پاک رکھنا چاہیئے تاکہ وہ عنداللہ درجہ قبولیت پا سکے چنانچہ بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی قدس سرہُ العزیز صاحب تفسیر مظہری اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں

وازکلمہ ودرودوختم قرآن واستغفاروازمال حلال صدقہ بفقراء باخفاء امداد فرمایند یعنی کلمہ، درود، ختم قرآن، استغفار اور حلال مال سے فقراء پر مخفی صدقہ کے ذریعے میری امداد کرنا۔[1]

بینہ نمبر ۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ دعا، استغفار وصدقہ گناہ گاروں کے تخفیف عذاب کا باعث ہوتا ہے جبکہ صالحین کیلئے بلندی درجات اور ترقی مقامات کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو قبروں پر کھجور کی تازہ شاخیں گاڑ دیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبِسَا یعنی آقا! آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہونگی امید ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔[2]

اسی روایت کے پیش نظر فقہائے کرام نے لکھا ہے وَضْعُ الْوَرْدِ وَالرَّيَاحِيْنَ عَلَى الْقُبُوْرِ حَسَنٌ لِاَنَّهٗ مَادَامَ رَطْبًا يُسَبِّحُ وَيَكُوْنُ لِلْمَيِّتِ اُنْسٌ بِتَسْبِيْحِهٖ یعنی گلاب اور دیگر پھول قبور پر ڈالنا خوب ہے کیونکہ جب تک وہ تر رہتے ہیں خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور ان کی تسبیح سے میت کو انس ہوتا ہے۔[3]

---

[1] وصیت نامہ [2] مشکوٰۃ ۴۲ [3] کنزالعباد، فتاویٰ غرائب

دوسری روایت میں ہے اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ لَیَرْفَعُ الدَّرَجَۃَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ اَنّٰی لِیْ ھٰذِہٖ فَیَقُوْلُ بِاِسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ یعنی اللہ تعالیٰ جنت میں ایک نیک بندے کا درجہ بلند فرماتا ہے وہ عرض کرتا ہے اے میرے رب یہ کیسے ہوا تو فرمایا جاتا ہے تیرے بیٹے نے تیرے لئے دعائے بخشش کی ہے۔[1]

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ اعمال صالحہ کا ایصال ثواب کرنے والا ثواب سے محروم نہیں ہوتا بلکہ اسے بھی اجر و ثواب ملتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ سے عیاں ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سے جب ختم قرآن اور دیگر تسبیحات وغیرہا کے ثواب کو والدین، اساتذہ اور دیگر اعزاء و اقرباء کو بخشنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ثواب بخشنا بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں دوسروں کو بھی نفع پہنچتا ہے اور خود کو بھی اور عجب نہیں کہ اس عمل کو دوسروں کے طفیل قبول کرلیں اور نہ بخشنے میں صرف اپنا ہی نفع ہے۔[2]

بینہ نمبر ۴:

واضح رہے کہ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک آیہ کریمہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی شریعت مطہرہ میں منسوخ الحکم ہے اور اس کی ناسخ آیہ کریمہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ[3] ......الخ ہے۔

بینہ نمبر ۵:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ ایصال ثواب کرنے والوں کا تقویٰ و اخلاص نیت

---

[1] مشکوٰۃ ۲۰۶ [2] مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۷۷ [3] الطور ۲۱

اہل قبور تک پہنچتا ہے جیسا کہ لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَادِمَاؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ [1] سے عیاں ہے اور طعام وغیرھا کی مثالی صورت بھی پہنچتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِھًا سے مفہوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اپنا ایک خواب نقل فرماتے ہیں جس کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو!

اب سے چند سال قبل فقیر کی عادت تھی کہ (بغرض ایصال ثواب) طعام پکواتا تھا تو اہل عبا کی روحانیات مطہرہ کیلئے مخصوص کرتا تھا اور آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت امیر، حضرت فاطمہ اور حضرت امامین (حسنین) کو شامل کرلیتا تھا (علیہم الصلوات والتسلیمات) ایک رات فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آن سرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام تشریف فرما ہیں فقیر نے سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور چہرۂ انور دوسری جانب پھیرلیا۔ اسی اثناء میں فقیر سے فرمایا کہ من طعام درخانۂ عائشہ میخورم ہر کہ مرا طعام فرستد بخانہ عائشہ فرستد یعنی میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر میں کھانا کھاتا ہوں جس کسی کو میرے لئے طعام بھیجنا ہو وہ عائشہ کے گھر بھیج دے۔

اس وقت فقیر کو معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ شریف نہ فرمانے کا باعث یہ ہے کہ فقیر اس طعام میں حضرت عائشہ کو شریک نہ کرتا تھا بعد ازاں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بلکہ تمام ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کو جو تمام اہل بیت ہیں شریک کرلیا کرتا تھا اور تمام اہل بیت کو وسیلہ بناتا تھا۔[2]

بینہ نمبر ٦:

مومنین اہل قبور کیلئے استغفار کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ

---

[1] الحج ٣٧ [2] دفتر دوم مکتوب ٣٦

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ مَرْحُوْمَۃٌ تَدْخُلُ قُبُوْرَھَا بِذُنُوْبِھَا وَ تَخْرُجُ مِنْ قُبُوْرِھَا لَاذُنُوْبَ عَلَیْھَا تُمَحِّصُ عَنْھَا بِاسْتِغْفَارِ الْمُؤْمِنِیْنَ لَھَا[1] یعنی میری امت، امت مرحومہ ہے اپنی قبروں میں گناہوں کے ساتھ داخل ہوگی اور جب قبروں سے نکلے گی تو اس کے ذمہ ایک گناہ بھی نہ ہوگا کیونکہ مؤمنین کے استغفار کی بدولت اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔

بینہ نمبر ۷:

یہ امر متحضر رہے کہ ایصال ثواب کیلئے رزق حلال میں سے صدقہ وخیرات وغیرھا اسی شخص کا شرف قبولیت پاتا ہے جو پرہیزگار اور تقویٰ شعار ہو چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے ایک روز اپنے وفات یافتہ فرزند ارجمند کی روح مبارک کے ایصال ثواب کیلئے کھانا پکوایا تو غلبۂ انکسار کی وجہ سے آپ کی زبان اقدس سے نکلا کہ یہ صدقہ ہماری طرف سے کس طرح قبول ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ صدقہ قبول کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ[2] (اللہ تعالیٰ صرف متقین سے قبول کرتے ہیں) ابھی یہ فرما ہی رہے تھے کہ ندا آئی اِنَّکَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (بیشک تم متقیوں میں سے ہو)۔[3]

بینہ نمبر ۸:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ ہر شب نماز تہجد کے بعد پانچ سو مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر اپنے مرحوم بچوں محمد عیسیٰ، محمد فرخ اور ام کلثوم کی ارواح کو بخشتا تھا۔ اس کے بعد ہر روز محمد عیسیٰ کی روح تہجد کے وقت آتی اور مجھ کو بیدار کر کے چلی جاتی تا کہ ختم کلمہ طیبہ کروں۔ اس کے بعد وہ محمد فرخ اور ام کلثوم کی ارواح کو بلا کر لاتی

---

[1] شرح الصدور [2] المائدہ ۲۷ [3] زبدۃ المقامات مترجم فصل پنجم

کہ پدر بزرگوار بیدار ہو گئے ہیں۔ میں جب تک وضو کر کے نماز تہجد ادا کرتا اور ختم کلمہ طیبہ کرتا وہ میرے گرد و پیش رہتے جس طرح کہ ماں روٹی پکاتی ہے اور اس کے چھوٹے بچے اس کے گرد رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کو روٹی دے۔ پس میں کلمہ طیبہ کا ثواب ان کو بخشتا اس کے بعد وہ چلے جاتے۔ مگر اب وہ بکثرت ثواب پانے کی وجہ سے معمور ہو گئے ہیں اس لئے نہیں آتے۔[1]

---

[1] حضرات القدس دفتر دوم

دفترِ اوّل مکتوب ۱۰۵

مکتوب الیہ

حضرت علامہ حکیم عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

صاحبِ قلبِ مریض کے لیے عبادات مُضر ہیں

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت علامہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔ غالبًا علامہ عبدالقادر بن ابی محمد بغدادی ثم الاجینی مراد ہیں جو منطق اور حکمت کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ آپ نے ۱۰۲۱ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ۵/۲۳۲)

مکتوب-۱۰۵

متن پس آدمی تازمانیکہ بمرض قلبی مبتلاست فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ ہیچ عبادتی وطاعتی اورانافع نیست بلکہ مُضِرست

ترجمہ: پس آدمی جب تک قلبی امراض میں مبتلا ہے تو ان کے دلوں میں مرض ہے کوئی عبادت وطاعت اس کو نفع نہیں دیتی بلکہ مضر ثابت ہوتی ہے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جب تک سالک کا قلب ماسوی اللہ کی گرفتاری ومحبت سے آزاد وبے زار نہیں ہوجاتا کوئی عبادت وطاعت اس کیلئے فائدہ بخش نہیں بلکہ نقصان دہ ہے جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ[۱] اور رُبَّ تَالٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ[۲] سے واضح ہے۔ اسی کو قلب سقیم کہا جاتا ہے اور جس سالک وعارف کا قلب ہر قسم کے قلبی امراض اور روحانی آفات سے محفوظ اور ماسوی اللہ کی گرفتاری سے آزاد ہوا سے قلب سلیم کہا جاتا ہے آیت کریمہ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ٥ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ[۳] میں قلب سلیم کا ہی ذکر ہے۔ صاحب قلب سلیم ہی تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کی نعمت عظمیٰ

---

[۱] ابن ماجہ ۱۲ [۲] احیاء العلوم [۳] الشعراء ۸۸، ۸۹

سے سرفراز اور حقیقت ایمان سے سرشار ہونے کی بنا پر شریک زمرۂ لَا تَحْزَنُوْن کی نوید جانفزا سے شادکام ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ[1] سے واضح ہے۔

یہی وہ مردان خدا ہیں کہ جن کی ہر ہر ادا ذوق افزا اور ہر ہر عشوہ دلربا ہوتا ہے۔ ان کا ایک ایک لمحہ باخدا اور ایک ایک جملہ معرفت آشنا ہوتا ہے۔ ان کی صحبت سالکین کیلئے نعمت غیر مترقبہ اور ان کی مجلس عاشقین کے لئے وصل یار کی نوید جانفزا ہوا کرتی ہے۔ ان کی نگاہ روحانی امراض کیلئے دوا، ان کا کلام قلبی آفات کیلئے شفاء اور ان کا ہر ہر سخن چہرۂ حقیقت کیلئے نقاب کشا ہوتا ہے۔ عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں
اک اک سخن شریف اوہناں دا محرم کردا رازوں

صاحب قلب سلیم اور صاحب قلب سقیم کے درمیان تفریق وامتیاز کرتے ہوئے مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا
و آن خورد گردد ہمہ نور خدا
این خورد زاید ہمہ بخل و حسد
و آن خورد زاید ہمہ عشق خدا

بلینہ:

واضح رہے کہ صفراوی مزاج شخص کو جس طرح شیریں اشیاء کڑوی محسوس ہوتیں اور اَحول (بھینگا) کو ایک کی بجائے دو نظر آتے ہیں، وہ اپنی مرض اور نقص کی وجہ سے

---

[1] سورہ یونس ۶۲

معذور ہیں اس لئے انہیں مٹھاس اور چیز کے ایک ہونے کے دلائل کے ذریعے قائل کرنے کی بجائے اس کی بیماری و نقص کا علاج کرنا چاہئے کیونکہ استدلال کا میدان بہت تنگ ہے۔ دانا اور عقلمند حکیم پہلے ان کے امراض کا علاج کرتا ہے ایسے ہی شیخ کامل سالک کے قلب سے، پہلے دنیوی محبتوں اور نفسانی خواہشوں کی بیخ کنی کرتا ہے تاکہ وہ حقیقت یقین و ایمان اور تزکیۂ نفس و اطمینان کی دولت سے سرفراز ہو جائے۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۰۶

مکتوب الیہ

حضرت مولانا محمد صادق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

حق تعالیٰ کا قرب اہل اللہ کی معرفت پر موقوف ہے

اہل اللہ کے ساتھ بغض و عداوت زہرِ قاتل ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت خواجہ محمد صادق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ اپنے زمانے کے مشہور علماء میں سے تھے۔ حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ حدائق الحنفیہ میں رقمطراز ہیں کہ آپ بڑے فصیح اللسان اور حاضر دماغ علماء میں سے تھے۔ جزئیات خوب یاد تھیں اور منطق، حکمت اور طب میں بڑی مہارت رکھتے تھے اسی وجہ سے جہانگیر نے آپ کو اپنی مجلس میں بلوایا اور ملا حبیب اللہ شیعہ سے مناظرہ کروایا۔ آپ نے اس کو لاجواب کر کے ساکت کر دیا۔ کشمیر میں آپ کا انتقال ہوا۔ مکتوبات شریفہ میں آپ کے نام پانچ مکتوب ملتے ہیں مکتوب ۱۰۶، ۱۰۷ دفتر اول مکتوب ۲۲، ۲۸ دفتر دوم اور مکتوب ۳۹ دفتر سوم۔

(نزہۃ الخواطر ۵/۳۷۸)

مکتوب - ۱۰۶

متن محبّت این طائفہ کہ متفرّع بر معرفت است از اجلِ نعمِ خداوندیست جَلَّ سُلطَانُہٗ تا کدام صاحبِ دولت را باین نعمت مشرّف سازند شیخ الاسلام ہَرَوی می فرماید الٰہی چیست اینکہ دوستان خود را کردی کہ ہر کہ ایشان را شناخت ترا یافت و تا ترا نیافت ایشان را نشناخت

ترجمہ: اس گروہ کی محبت جو ان کی معرفت پر مترتب ہوتی ہے یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ دیکھئے کس صاحب نصیب کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام ہرَوی فرماتے ہیں کہ الٰہی تو نے اپنے دوستوں کے ساتھ یہ کیا معاملہ رکھا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھ کو پالیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہ پہچانا۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ حق تعالیٰ جل سلطانہ کی یافت اور اہل اللہ کی شناخت باہم لازم وملزوم ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب، اہل اللہ کی معرفت ومحبت پر موقوف ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اہل اللہ کی مودت ومحبت لوگوں کے قلوب میں جاگزیں فرما دیتا ہے جیسا کہ

آیت کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا[1] سے عیاں ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اللہ کے ساتھ محبت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقُبُوْلُ فِی الْاَرْضِ یعنی اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو سیدنا جبریل (علیہ السلام) کو فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ تو جبریل (علیہ السلام) بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر آسمان والوں میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پس تمام اہل سماء اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کے بعد زمین میں اسے مقبولیت عامہ عطا کردی جاتی ہے۔[2]

یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کو اگرچہ ابتداء میں بڑی مزاحمتوں اور کلفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، طرح طرح کی الزام تراشیوں اور بہتان طرازیوں کے ذریعے انہیں بدنام کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں، بعض اوقات ان کے خلاف طوفان بدتمیزی بھی برپا کردیئے جاتے ہیں لیکن بالآخران کی دلآویز شخصیت اور بے داغ سیرت لوگوں کے قلوب کو مسخر کرلیتی اور دلوں کو موہ لیتی ہے۔ پھر بہتان طرازوں کی زبانیں ان ثنا گستری میں زمزمہ سنج ہوجاتی ہیں اور مخالفین، جان نثار و وفادار ساتھی بن جاتے ہیں۔ سلاطین، بلاد و امصار کو فتح کرتے ہوئے لوگوں کی گردنوں کو تو خم کرلیتے ہیں لیکن لوگوں کے دلوں میں گھر کرنا ان کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ یہ انعام و اکرام حق تعالیٰ نے فقط اپنے مقبول و محبوب بندوں کو ارزانی فرمایا ہوتا ہے کہ ان کی محبت لوگوں کو پلادی جاتی ہے۔ اسی بناء پر لوگ جوق درجوق ان کے آستانوں اور خانقاہوں کی طرف کھچے چلے

---

[1] مریم ۹۶ [2] مشکوٰۃ ص ۴۲۵

جاتے ہیں۔

کوئی تو بات ہے ساقی کے میکدے میں ضرور
کہ دُور دُور سے میخوار آ کے پیتے ہیں

شیخ الاسلام حضرت شیخ عبداللہ انصاری قدس سرہُ العزیز کا مختصر تعارف

آپ میزبانِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ بروز جمعۃ المبارک ۲ شعبان المعظم ۳۹۶ھ کو متولد ہوئے۔ آپ کو بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اوقات کو قرآن وحدیث پڑھنے اور لکھنے میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ کھانا کھانے کی بھی فرصت نہ ملتی تھی تو میری والدہ محترمہ اپنے ہاتھ سے نوالے بنا بنا کر میرے منہ میں رکھتی جاتی تھیں اور میں لکھنے میں مشغول رہتا تھا۔ حافظہ ایسا عمدہ تھا کہ مجھے تین ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تحصیل علم کی ابتداء میں یہ نیت کی تھی کہ یہ تحصیل علم دنیا کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اور سنت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج واعانت کیلئے ہو اور آج تک وہی نیت قائم ہے۔ آپ کی وفات ۹ ربیع الاول ۴۸۱ھ کو ہوئی۔ [1]

متن بُغضِ این طائفہ سمِّ قاتِل است وطعنِ ایشان موجِب حرمانِ اَبدی است نجّانا اللہُ سُبحانہٗ وَاِیَّاکُمْ عَنْ ھٰذَا الْاِبْتِلَاءِ

ترجمہ: اس گروہ کے ساتھ بغض رکھنا زہر قاتل ہے اور ان پر طعن کرنا، ہمیشہ کی محرومی

[1] نفحات الانس

کا باعث ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس آزمائش سے بچائے۔ (آمین)

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ اہل اللہ کے ساتھ دشمنی وعداوت رکھنا ازلی شقاوت اور ان پر طعن وملامت کرنا قلبی قساوت کی علامت ہے جو حق تعالیٰ کے غضب وجلال کو دعوت دینا اور مطرود و مغضوب و مردود ہونے کا موجب ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ یعنی جس نے میرے کسی ولی سے عداوت رکھی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔[1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَیُبْغِضُهٗ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادٰی فِیْ اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَیُبْغِضُوْنَهٗ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِی الْاَرْضِ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض ونفرت رکھتا ہے تو جبریل (علیہ السلام) کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے بغض رکھتا ہوں تو بھی اس سے بغض رکھا کر۔ ارشاد فرمایا سیدنا جبریل علیہ السلام اس سے بغض رکھتے ہیں پھر آسمان والوں میں منادی کروادی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے بغض رکھا کرو۔ ارشاد فرمایا وہ بھی اس سے بغض رکھنے لگ جاتے ہیں۔ پھر زمین میں اسے مبغوض قرار دے دیا جاتا ہے۔[2]

ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے:

---

[1] مشکوٰۃ ۱۹۷ [2] مشکوٰۃ ۴۲۵

اِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا قَذَفَ بُغْضَہٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمَلٰئِکَۃِ ثُمَّ یُقْذَفُہٗ فِیْ قُلُوْبِ الْاٰدَمِیِّیْنَ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو فرشتوں کے دلوں میں اس کا بغض ڈال دیتا ہے پھر لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق بغض ڈال دیا جاتا ہے۔[1]

---

[1] جمع الجوامع

دفترِ اوّل۔ مکتوب ۱۰۷

مکتوب الیہ

حضرت مولانا محمّد صادق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

خوارق کی سات اقسام ○ اظہارِ معجزہ کی اقسامِ ثلاثہ

اظہار کرامت کی اقسامِ ثلاثہ

ولایت کی افضلیت کا دار و مدار قربِ حق پر موقوف ہے

کوئی شخص بھی القائے شیطانی سے محفوظ نہیں ○ ظن کی اقسامِ اربعہ

مکتوب ۔ ۱۰۷

متن ظہورِ خوارِق نہ از ارکانِ ولایت ست و نہ از شرائطِ آن بخلافِ معجزۂ مر نبی را عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کہ از شرائطِ مقامِ نبوّت ست

ترجمہ: خوارق کا ظہور نہ تو ارکان ولایت میں سے ہے اور نہ اس کی شرائط میں سے بخلاف معجزۂ نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے جو آپ سے مخصوص ہے، کہ وہ مقام نبوت کے شرائط میں سے ہے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ خوارق عادات، ولایت کے ارکان و شرائط میں سے نہیں البتہ خصوصی معجزۂ، نبوت کی شرائط میں سے ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خوارق کی قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

عمدۃ المتکلمین حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ خرق عادت کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

کُلُّ فِعْلٍ تَکَرَّرَ صُدُوْرُہٗ عَنِ الصَّانِعِ سُبْحَانَہٗ فَھُوَ

مَنْسُوْبٌ اِلَی الْعَادَةِ ثُمَّ اِنْ ظَهَرَ فِعْلٌ عَلٰی خِلَافِهٖ فَهُوَ خَارِقٌ لِلْعَادَةِ یعنی صانع تعالیٰ سبحانہ سے کسی فعل کا بار بار صادر ہونا عادت الٰہیہ کی طرف منسوب ہے۔ پھر اگر وہ فعل اس کے خلاف عادت ظاہر ہو جائے تو اسے خارق عادت کہا جاتا ہے۔

خوارق کی اقسام سبعہ

حضرت علامہ پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے خوارق کی سات اقسام بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ **معجزہ**...... یہ نبی کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتا ہے۔

۲۔ **کرامت**...... یہ ولی کے ہاتھوں ظاہر ہوتی ہے۔

۳۔ **معونت**...... اس کا اظہار ایسے عام مومن سے ہوتا ہے جو اگرچہ ولی تو نہیں ہوتا مگر فاسق بھی نہیں ہوتا۔

۴۔ **ارہاص**...... یہ اعلان نبوت سے قبل نبی (علیہ السلام) کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پتھروں کا ہدیہ ہائے سلام پیش کرنا۔ بعض علمائے کرام نے اس کو کرامت شمار کیا ہے اور بعض علمائے متکلمین نے اسے مجازاً معجزہ کہا ہے۔

۵۔ **استدراج**...... بے باک فاسق اور کافر کے ہاتھوں اس کی غرض و منشا کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور اس کیلئے تدریجاً وصل جہنم کا باعث ہوتا ہے۔

۶۔ **اہانت**...... کافر اور فاسق کیلئے اس کی غرض کے برعکس اس کا اظہار ہوتا ہے جو اس کی ذلت و رسوائی کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے کلی کرنے سے میٹھا پانی کھاری ہو گیا۔

۷۔ **سحر**...... شیاطین کے تعاون سے مخصوص عمل کے ذریعے کسی شریر کے ہاتھوں ظاہر ہوتا

ہے۔[1]

معجزہ کی تعریف

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی قدس سرہُ العزیز معجزہ کی تعریف کرتے ہوئے ارقام پذیر ہیں:

اَمْرٌ خَارِقٌ لِلْعَادَةِ دَاعِيَةٌ اِلَى الْخَيْرِ وَالسَّعَادَةِ مَقْرُوْنَةٌ بِدَعْوَى النُّبُوَّةِ قَصَدَ بِهٖ اِظْهَارُ صِدْقِ مَنِ ادَّعٰى اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ

یعنی معجزہ وہ خلافِ عادت امر ہے جو خیر وسعادت کا داعی، دعویٔ نبوت کے ساتھ مقرون ہوتا ہے جس کے اظہار کا مقصود اس شخصیت کی تصدیق کرنا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت کا مدعی ہوتا ہے۔[2]

اظہار معجزہ کی اقسام ثلاثہ

علمائے اعلام نے خلاف عادت فعل (معجزہ) کے ظہور کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں:

✿ ...... پہلی صورت یہ ہے کہ وہ امر خارق محض اللہ تعالیٰ (جل سلطانہ) کا فعل ہو اور نبی (علیہ السلام) کے قصد، کسب اور اختیار کا اس میں کوئی دخل نہ ہو مثلاً جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت پر علامت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم تین روز تک کلام نہ کرو گے جیسا کہ آیت کریمہ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا[3] سے عیاں ہے۔

ایسے ہی قرآن مجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے لیکن اس کے نازل کروا لینے پر آپ کے کسب اور قصد کا دخل نہیں۔

---

[1] النبراس ۲۷۲ [2] کتاب التعریفات ۹۶ [3] آل عمران ۴۱

۞ ......دوسری صورت یہ ہے کہ نبی (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امر خارق کے ظہور کیلئے دعا مانگیں اور اللہ تعالیٰ اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے وہ خلاف عادت فعل ظاہر فرما دے۔ اب اس امر خارق فعل کا ظہور محض وقتی ہوگا یا دائمی ہو گا۔ اگر وہ وقتی طور پر ہے تو اس میں نبی (علیہ السلام) کے کسب وقصد کا دخل نہیں ہوگا جیسا کہ شق قمر اور ردّ شمس کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر وہ خلاف عادت فعل (امر خارق) اللہ تعالیٰ اپنے نبی (علیہ السلام) کو دائمی اور مستقل طور پر عطا فرما دے تو بعد از عطا، نبی (علیہ السلام) کے کسب وقصد کا اس میں دخل ہوگا کہ جب چاہیں اس خلاف عادت فعل کو ظاہر فرما دیں۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبولیت دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ہوا کو مستقل طور پر ان کیلئے مسخر کر دیا تھا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ [۱] سے واضح ہے۔

۞ ......تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی امر خارق بغیر دعا کئے بلا تاخیر، نبی (علیہ السلام) کے ہاتھوں ظاہر ہو تو نبی کے قصد، کسب واختیار کا اس میں عمل ودخل ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ یعنی اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے اپنی ٹانگ پھیلائی تو آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ پھر ایسے لگتا تھا جیسے اس میں کبھی تکلیف ہی نہ ہوئی ہو۔ [۲]

یاد رہے کہ جن علمائے کرام نے معجزہ سے کسب کی نفی کی ہے اور اسے محض اللہ تعالیٰ کا فعل قرار دیا ہے اس سے ان کی مراد معجزہ کی پہلی صورت ہے اور جن علماء

---

[۱] ص ۳٦ [۲] مشکوٰۃ ۵۳۲

نے معجزہ میں نبی کے کسب کا دخل قرار دیا ہے وہ معجزہ کی تیسری صورت ہے۔

فاضل اجل حضرت علامہ میر سید جرجانی رحمۃ اللہ علیہ معجزہ پر نبی کے اختیار وعدم اختیار کے متعلق متکلمین کے اختلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قَالَ الْاٰمَدِیُّ هَلْ یُتَصَوَّرُ کَوْنُ الْمُعْجِزَةِ مَقْدُوْرَةُ الرَّسُوْلِ اَمْ لَا اِخْتَلَفَتِ الْاَئِمَّةُ فِیْهِ فَذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰی اَنَّ الْمُعْجِزَةَ فِیْمَا ذُکِرَ مِنَ الْمَثَالِ لَیْسَ هُوَ الْحَرْکَةُ بِالصَّعُوْدِ اَوِ الْمَشْیِ لِکَوْنِهَا مَقْدُوْرَةٌ لَهٗ بِخَلْقِ اللّٰهِ فِیْهِ الْقُدْرَةُ عَلَیْهَا اِنَّمَا الْمُعْجِزَةُ هُنَاكَ هُوَ نَفْسُ الْقُدْرَةِ عَلَیْهَا وَهٰذِهِ الْقُدْرَةُ لَیْسَتْ مَقْدُوْرَةً لَهٗ وَذَهَبَ اٰخَرُوْنَ اِلٰی اَنَّ نَفْسَ هٰذِهِ الْحَرْکَةِ مُعْجِزَةٌ مِنْ جِهَةِ کَوْنِهَا خَارِقَةً لِلْعَادَةِ وَمَخْلُوْقَةَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِنْ کَانَتْ مَقْدُوْرَةٌ لِلنَّبِیِّ وَهُوَ الْاَصَحُّ

یعنی علامہ آمدی کہتے ہیں کہ معجزہ کا رسول (نبی) کی قدرت میں ہونا ممکن ہے یا نہیں اس مسئلہ میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ مذکورہ مثال میں اوپر اڑنے، پانی پر چلنے کی حرکت معجزہ نہیں کیونکہ یہ اس قدرت کی بناء پر نبی کی مقدور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نبی میں پیدا کر دیا ہے بلکہ معجزہ محض اسی قدرت علی الحرکۃ کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے نبی کی ذات میں پائی جاتی ہے اور یہ قدرت نبی کی مقدور نہیں ہوتی اور دیگر ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ (قدرت علی الحرکۃ نہیں بلکہ خود) حرکت ہی معجزہ ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ بطور خرق عادت اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے اگر چہ نبی کی مقدور ہو اور یہی اصح ہے۔[1]

---

[1] شرح مواقف ۲۲۴/۸ مطبوعہ مصر

کرامت کی تعریف

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کرامت کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اَلْكَرَامَةُ خَارِقٌ لِلْعَادَةِ اِلَّا اَنَّهَا غَيْرُ مَقْرُوْنَةٍ بِالتَّحَدِّيْ یعنی کرامت خارق عادت امر کو کہتے ہیں مگر اس کے ساتھ معارضہ مقرون نہیں ہوتا۔[۱]

علمائے کرام نے معجزہ کی مانند کرامت کی بھی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔

اظہار کرامت کی تین اقسام

پہلی قسم یہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ ولی کے کسب و اختیار کے بغیر اس کے ہاتھوں خلاف عادت افعال کا ظہور فرما دیتا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ ولی کی دعا سے کوئی خلاف عادت فعل ظاہر فرما دیتا ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ ولی کے قصد، کسب اور اختیار پر کوئی خلاف عادت فعل ظاہر فرما دیتا ہے۔

کرامت کی تعریف اور اس کے اختیاری ہونے کے متعلق علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اَلْكَرَامَةُ ظُهُوْرُ اَمْرٍ خَارِقٍ لِلْعَادَةِ بِلَا دَعْوَى النُّبُوَّةِ وَهِيَ جَائِزَةٌ وَلَوْ بِقَصْدِ الْوَلِيِّ مِنْ جِنْسِ الْمُعْجِزَاتِ لِشُمُوْلِ قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَوَاقِعَةٌ كَقِصَّةِ مَرْيَمَ وَاٰصِفَ وَاَصْحَابِ الْكَهْفِ وَمَا تَوَاتَرَ جِنْسُهٗ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَكَثِيْرٌ مِّنَ الصَّالِحِيْنَ

یعنی کرامت دعویٰ نبوت کے بغیر خلاف عادت امر کے ظہور کو کہا جاتا ہے اور یہ جائز

---

[۱] شرح فقہ اکبر ص ۷۹

ہے اگر چہ ولی کے قصد سے ہو اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے شامل ہونے کی وجہ سے یہ معجزات کے قبیل سے ہے اور یہ واقع ہے جیسے حضرات مریم، آصف بن برخیا اور اصحاب کہف کے واقعات اور اس قسم کے واقعات جو صحابہ کرام، تابعین اور صالحین سے بکثرت صادر ہوتے ہیں۔[1]

✿......قطب ربانی حضرت امام عبدالوہاب شعرانی ارقام پذیر ہیں:

فَالْكَامِلُ مَنْ قَدَرَ عَلَى الْكَرَامَةِ یعنی کامل وہی ولی ہوتا ہے جسے کرامت پر قدرت حاصل ہو۔[2]

اظہار کرامت میں صوفیاء کا اختلاف

قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز اظہار کرامت کے سلسلہ میں اہل طریقت کا اختلاف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

چونکہ اہل طریقت ارباب کشف وحال ہوتے ہیں اس لئے ان کا اختلاف بر بنائے حال ہوتا ہے۔ چنانچہ اظہار کرامت کے متعلق صوفیائے طریقت کے دو گروہ ہیں۔

پہلا گروہ

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ العزیز اور ان کے ہمنوا صوفیاء کا یہ موقف ہے کہ ولی سے کرامت کا اظہار حالت سکر اور غلبہء حال میں ہوتا ہے۔ عالم صحو میں فقط معجزۂ نبی ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک معجزہ اور کرامت میں واضح فرق یہی ہے کہ ولی اظہارِ کرامت کے وقت حالت سکر میں ہوتا ہے فلہٰذا مغلوب الحال ہونے کی وجہ سے دعوت سے معذور ہوتا ہے اور معجزہ کا ظہور نبی سے حالت صحو میں ہوتا

---

[1] مقاصد [2] الیواقیت والجواہر ۳/۱۰۵

ہے کیونکہ وہ تحدی کرتا ہے اور لوگوں کو اس کے معارضہ کے لئے بلاتا ہے۔

دوسرا گروہ

سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی قدس سرہٗ العزیز اور ان کے ہم خیال صوفیائے طریقت کا یہ مذہب ہے کہ ولی سے کرامت کا اظہار حالت صحو اور عالم تمکین میں ہوتا ہے سکر کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اہل اللہ مدبران مملکت اور حاکمان وقت ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انہیں عالم دنیا کا کارپرداز اور والی بنایا ہوتا ہے، بندوبست عالم اور جہان کا انتظام ان سے متعلق ہوتا ہے اور عالم کے جملہ احکام ان کی ہمت کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں لہٰذا صحیح ترین رائے انہی حضرات کی ہوتی ہے اور ان کے قلوب، تمام دلوں سے شفیق ترین ہوتے ہیں اور یہ خدارسیدہ اور درجہ کمال پر متمکن ہوتے ہیں اور سکر و تلوین ابتدائے حال میں ہوتے ہیں۔ واصل باللہ ہونے کے بعد تلوین، تمکین میں اور سکر، صحو میں بدل جاتے ہیں۔ درحقیقت اسی وقت وہ ولی (کامل) ہوتا ہے اور اس کی کرامت صحیح ہوتی ہے۔ اہل طریقت میں یہ بات معروف ہے کہ اوتاد کو ہر شب تمام عالم کے گرد چکر لگانا ہوتا ہے اگر کوئی جگہ نظر انداز ہو جائے تو دوسرے روز وہاں فساد اور خلل پیدا ہو جاتا ہے تو وہاں کے قطب کو مطلع کرتا ہے تاکہ وہ اپنی ہمت وہاں مبذول کرے اور وہ خلل، عالم سے اس کی برکات کی بدولت زائل ہو جائے۔ [۱]

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک خوارق عادات کی اقسام

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے ذات وصفات وافعال کے علوم و معارف کے القاء وظہور اور اشیائے کائنات میں تصرف کے اعتبار سے خوارق کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

---

۱ ماخوذ از کشف المحجوب ۲۴۳ تا ۲۴۵

خوارق عادات کی دو قسمیں ہیں

قسم اول...... وہ علوم و معارف الٰہی جل سلطانہ ہیں کہ جن کا تعلق ذات و صفات اورافعال واجبی جلّ وعلا کے ساتھ ہے اور وہ نظر و عقل کے دائرے سے ماوراء ہیں اور متعارف و معتاد (جانا پہچانا اور عرف و عادات) کے خلاف ہیں۔ لہٰذا (حق تعالیٰ) نے اپنے خاص بندوں کو ان کے ساتھ ممتاز فرمایا ہے۔

قسم دوم...... مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور ان غیبی باتوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبریں دینا ہے جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

نوع اول کا تعلق اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوع دوم میں محق اور مُبطل (سچے اور جھوٹے دونوں طرح کے لوگ) شامل ہیں کیونکہ دوسری قسم اہل استدراج کو بھی حاصل ہے۔

قسم اول، خدائے جلّ وعلا کے نزدیک بزرگی اور اعتبار رکھتی ہے اسی وجہ سے اس نے اس (قسم اول) کو اپنے اولیاء کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اور اپنے دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا اور دوسری قسم عام خلائق کے نزدیک معتبر ہے اور ان کی نظروں میں معزز و محترم ہے۔ یہی باتیں (یعنی خرق عادت) اگرچہ استدراج والوں سے ظاہر ہوتی ہیں لیکن ممکن ہے کہ عام لوگ اپنی نادانی کی وجہ سے ان کی پرستش شروع کر دیں اور رطب و یابس (وہ تصنع سے کریں) کی وجہ سے اس کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں۔ بلکہ یہ محجوبان (عام لوگ) قسم اول کو خوارق سے نہیں جانتے اور کرامات میں سے شمار نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک خوارق قسم دوم میں منحصر ہے اور کرامات ان ناواقف لوگوں کے خیال میں مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور غیب کی خبروں سے متعلق ہے۔ ان بے وقوفوں پر افسوس ہے جو اتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضر یا غائب مخلوقات کے احوال سے تعلق رکھتا ہے اس میں کونسی شرافت اور کرامت پائی جاتی ہے، بلکہ یہ علم

تو اس قابل ہے کہ وہ جہالت سے بدل جائے تا کہ مخلوقات سے اور ان کے احوال سے نسیان حاصل ہو جائے۔ وہ تو حق تعالیٰ وتقدس کی معرفت ہی ہے جو شرافت و کرامت کے لائق ہے اور اعزاز و احترام بھی اسی کے شایان شان ہے۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز　　بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

(پری چھپی ہے، دکھاتا ہے دیو ناز و ادا　　عجب معاملہ ہے عقل جس سے حیراں ہے)[1]

بینہ:

واضح رہے کہ معجزہ و کرامت کے اظہار میں انبیائے عظام اور اولیائے کرام متصف بصفات اللہ اور متخلق باخلاق اللہ ہونے کی بنا پر اس کی صفات و اخلاق کے مظہر ہوتے ہیں۔ خالق اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ سے عیاں ہے۔

متن اما کثرتِ ظہورِ خوارِق بر اَفضلیت دلالت ندارد تفاضُل آنجا باعتبارِ دَرَجاتِ قربِ الٰہی ست جَلَّ سُلْطَانُہٗ تواند بود کہ از ولیِّ اَقرب ظہورِ خوارِق اقلّ باشد و از اَبْعد اَکثر

ترجمہ: خوارق کا کثرت ظہور افضلیت پر دلالت نہیں کرتا البتہ وہاں فضیلت کیلئے قرب الٰہی کے درجات کا اعتبار ہے۔ ممکن ہے کہ کسی ولی اقرب سے بہت کم خوارق ظاہر ہوئے ہوں اور ولی ابعد سے بکثرت ظاہر ہوں۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۹۳

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ ولایت کی افضلیت کا دارومدار کثرت کرامات پر نہیں بلکہ فضیلت کا انحصار حق تعالیٰ کے ہاں درجات قرب پر ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی ولی سے کسی کرامت کا ظہور نہ ہو لیکن وہ اس ولی سے افضل ہو جس سے کرامات بکثرت ظاہر ہوئی ہوں جیسا کہ بعض اولیائے کرام سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسبت کرامات کا ظہور کثرت کے ساتھ ہوا ہے حالانکہ سب سے افضل ولی ادنیٰ صحابی (رضی اللہ عنہ) کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ولی اَقرب اور ولی اَبعد کی تعریفات بیان کردی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق

ولی اَقرب

وہ ولی ہوتا ہے جسے حق تعالیٰ جل سلطانہٗ کا بہت ہی زیادہ قرب حاصل ہو۔

ولی اَبعد

وہ ولی ہوتا ہے جو حریم قدس جل سلطانہٗ سے نسبتاً بہت دور ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ

بینہ نمبر ا:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ عروج کے وقت میں بہت زیادہ عروج کرنا اور نزول کے وقت میں بہت کم نیچے اترنا۔ بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں کلیہ قاعدہ قلت نزول ہے خواہ وہ عروج کی جانب کسی بھی کیفیت سے ہو کیونکہ صاحب نزول، عالم اسباب

میں اتر تا ہے اور اشیاء کے وجود کو اسباب سے وابستہ پا تا ہے اور مسبّب الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے پیچھے دیکھتا ہے۔ جس شخص نے نزول نہیں کیا اور نزول کے اسباب تک نہیں پہنچا اس کی نظر صرف مسبّب الاسباب کے فعل پر ہے کیونکہ (مسبّب الاسباب کے فعل پر اس کی نظر ہونے کے باعث) تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع (اٹھ گئے) ہیں...... پس حق سبحانہ وتعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ظن کے موافق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام، اسباب پر ڈال دیتا ہے اور جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام بغیر وسیلے کے مہیا کر دیتا ہے۔ حدیث قدسی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ اس مطلب پر دلیل ہے۔

بہت مدت تک دل میں یہ خلش رہی کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیاء بہت گذرے ہیں مگر جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ سے ظاہر ہوئے ہیں اس قدر خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ آخر کار حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس معما کا راز ظاہر کر دیا اور معلوم ہوا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء سے بلند تر واقع ہوا ہے اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔[1]

بیّنہ نمبر ۲:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں کہ جس طرح نفس ولایت حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے اسی طرح بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے اس کے خوارق نقل کرتے ہیں (حالانکہ) اسکو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اولیاء جو صاحب علم وکشف ہیں ہوسکتا ہے کہ ان کو بھی اپنے بعض خوارق پر اطلاع حاصل نہ ہو بلکہ ان کی صور اِمثالیہ (مثالی صورتوں)

---

[1] دفتر اول مکتوب ۲۱۶

کو (کارکنان قضاوقدر) متعدد مقامات پر ظاہر کردیں اور دور دراز مقامات پر عجیب و غریب امور ان صورتوں سے ظہور میں لائیں کہ جن کی ان صاحبِ صورت کو ہرگز اطلاع نہ ہو۔ ع

از ما و شما بہانہ برساختہ اند (بہانہ ہم سے تم سے ہے بنایا)

حضرت مخدومی قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہ) قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ عجیب معاملہ ہے کہ لوگ اطراف و جوانب سے (میرے پاس) آتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو مکہ معظّمہ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے (بلکہ) ہم نے (آپ کے) ساتھ مل کر حج کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا تھا اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ میں اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے۔ کتنی بڑی تہمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا [۱]

متن خوارقی کہ از بعضی اولیائی این اُمت بظہور آمدہ از اصحابِ کِرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن عشرِ عَشِیْر آن بظہور نیامدہ باآنکہ اَفْضَلِ اَوْلیاء بمرتبۂ ادنائی صحابی نرسد

ترجمہ: وہ خوارق جو اس امت کے بعض اولیاء سے ظاہر ہوئے ہیں، اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس کا عشر عشیر (۱۰۰واں) حصہ بھی ظہور میں نہیں آیا حالانکہ اولیاء میں سے سب سے افضل ولی، ایک ادنیٰ صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔

---

[۱] دفتر اول مکتوب ۲۱۶

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) کے بعض اولیائے کرام سے خوارق عادات و کرامات کا ظہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی زیادہ ہوا ہے حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اولیائے کاملین سے افضل و اعلیٰ ہوتے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ولی اور صحابی کی تعریفات بیان کر دی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

ولی کی تعریف

محدث کبیر حضرت علامہ ملا علی قاری احراری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ولی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اَلْوَلِیُّ هُوَ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ بِقَدْرِ مَا يُمْكِنُ لَهُ الْمُوَاظِبُ عَلَى الطَّاعَاتِ الْمُجْتَنِبُ عَنِ السَّيِّئَاتِ الْمُعْرِضُ عَنِ الْاِنْهِمَاكِ فِي اللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ وَالْغَفَلَاتِ وَاللَّهَوَاتِ یعنی ولی حتی المقدور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا عارف ہوتا ہے جو طاعات پر مواظبت کرتا، گناہوں سے اجتناب کرتا، لذات و شہوات اور غفلات و فضولیات میں انہماک سے اعراض کرتا ہے۔[1]

صحابی کی تعریف

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ صحابی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں هُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْاَصَحِّ

---

[1] شرح فقہ اکبر ۷۹

یعنی صحابی اس شخصیت کو کہا جاتا ہے جسے بحالت ایمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہو اور اس کا وصال بھی اسلام پر ہی ہوا ہو، اگرچہ درمیان میں زمانہ ارتداد بھی ہو۔ اصح یہی ہے۔[1]

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ محدثین کرام کے نزدیک جو شخص حالت ایمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظر زیارت سے مشرف ہوا یا آپ کا ایک ارشاد گرامی سن لیا یا ذرا سی دیر آپ کی خدمت مبارکہ میں رہا ہو وہ صحابی کہلانے کا سزاوار اور حقدار ہے اور اس کی روایت مقبول ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

جبکہ علمائے اصولیین کے نزدیک جو شخص مدتِ مدید تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہا ہو اور عُسر و یُسر، رزم و بزم اور سفر و حضر میں آپ کی معیت میں رہا ہو، اس کی ہر لحاظ سے تہذیب ہو چکی ہو اور وہ ہر ابتلاء و آزمائش میں ثابت قدم رہا ہو جیسا کہ آیت کریمہ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ[2] سے عیاں ہے وہ صحابی کہلانے کا مستحق ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی متحضر رہے کہ اگر کوئی بندۂ مؤمن مرتد ہو جانے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات وزیارت سے مشرف ہو تو صحابی کہلانے کا حقدار ہے ورنہ نہیں کیونکہ ارتداد سے اعمال اکارت اور صحابیت باطل ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ[3] سے واضح ہے۔

---

[1] نخبۃ الفکر ۱۰۰ [2] الحجرات ۳ [3] المائدہ ۵

متن ہیچ کس از القاءِ شیطانی محفوظ نیست ہرگاہ کہ در انبیاء متصوّر باشد بلکہ متحقِق در اولیاء بطریقِ اَوْلٰی خواہد بود

طالبِ صادق چہ باشد

ترجمہ: کوئی شخص بھی القائے شیطانی سے محفوظ نہیں جبکہ یہ دخل اندازی انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) میں بھی متصور بلکہ متحقق ہے تو اولیاء کرام میں بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ پھر طالب صادق کس شمار میں ہے؟۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جب انبیائے کرام اور اولیائے عظام علیہم الصلوات والتسلیمات شیطان کی خلل اندازی سے محفوظ نہیں تو راہ طریقت کا سالک القائے شیطانی سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے؟۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات میں القائے شیطانی کا مختصر تذکرہ کردیا جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

حضرت علامہ ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ حضرات ابن عباس، سعید بن جبیر، ضحاک، محمد بن کعب اور محمد بن قیس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آیہ کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ[1] کے نزول کا سبب یہ تھا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ

[1] الحج ۵۲

علیہ وسلم نے سورہ والنجم کی آیت اَفَرَأَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی۰ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی [۱] تلاوت فرمائی تو شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت میں ان الفاظ تِلْكَ الْغَرَانِيْقِ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى (یعنی بت بلند پرواز مرغ ہیں اوران کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے) کے ساتھ خلل انداز ہو گیا۔ [۲]

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس روایت کا کثیر الاسناد ہونا اس امر پر دلیل ہے کہ اس واقعہ کی اصل موجود ہے۔ [۳]

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے ادوار قدسیہ میں ایسا ممکن تھا کہ عامۃ الناس شیطان کی آواز سنا کرتے تھے جیسا کہ دار الندوہ میں شیطان سراقہ بن مالک کی صورت میں متشکل ہو کر آیا اور مشرکین مکہ کو یوں مخاطب ہوا لَاغَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ (الآیۃ) [۴] یعنی لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا نیز دشمنان اسلام، انبیائے کرام علیہم الصلوات کے خلاف افواہیں اڑاتے اور سازشوں کے جال بچھاتے ہی رہے ہیں اور بالآخر خائب وخاسر ہوتے رہے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا [۵] سے مفہوم ہوتا ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر مستحضر رہے کہ آیہ کریمہ لَايَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا

---

[۱] النجم ۱۹،۲۰ [۲] احکام القرآن سورہ حج [۳] تفسیر مظہری سورہ حج [۴] الانفال ۴۸
[۵] الانعام ۱۱۲

مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ [۱] میں ہ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے جیسا کہ اس سے قبل آیہ کریمہ اِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيْزٌ سے عیاں ہے نیز یہ آیہ کریمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلاوت قرآن کے متعلق نہیں بلکہ نزول قرآن کے متعلق ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ سے واضح ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حق تعالیٰ القائے شیطانی پر انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو آگاہ فرمادیتا ہے اور حق کو باطل سے جدا کردیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيَاتِهٖ [۲] سے واضح ہے۔ فلہٰذا مومنوں کا قرآن مجید کے کلام ربانی ہونے پر اعتماد اور وثوق متزلزل نہیں ہوتا بلکہ مستحکم ومضبوط ہوتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيَاتِهٖ ہمیشہ انکے مدنظر رہتا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

بینہ نمبر ۴:

یہ بھی واضح رہے کہ یہ القائے شیطانی محض انہی لوگوں کیلئے فتنہ وآزمائش ہوتے تھے جو قساوت قلبی اور کفر ونفاق کے مرض میں مبتلا ہوتے تھے جیسا کہ آیہ کریمہ لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ [۳] سے آشکار ہے۔ بنابریں وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کیلئے بھی گمراہی وضلالت کا باعث ہوئے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ

---

[۱] حٰم السجدہ ۴۲ [۲] الحج ۵۲ [۳] الحج ۵۳

متن طالبِ مبتدی را درین تفرقہ دلیلِ واضح است وآن وِجدانِ صحیح اوست کہ اگر دلِ خود را در صحبتِ او بحق سبحانہ وتعالیٰ جمع خواہد یافت خواہد دانست کہ آن ولی صاحب کرامات ست واگر خلاف این معنی خواہد یافت معلوم خواہد کرد کہ او مدعی صاحبِ استدراج است

ترجمہ: مبتدی طالب کو ان دونوں (تصرف واستدراج) میں فرق وامتیاز حاصل کرنے کیلئے واضح دلیل موجود ہے اور وہ دلیل اس کا صحیح وجدان ہے۔ (یعنی) اگر وہ اس شخص (ولی) کی صحبت میں اپنے دل کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ پائے تو جان لے کہ وہ ولی صاحب کرامت ہے اور اگر اس کے خلاف پائے تو جان لے کہ وہ مدعی صاحبِ استدراج ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرمارہے ہیں کہ راہ طریقت کے مبتدی طالب کو کرامت اور استدراج میں امتیاز اپنے وجدان کے ذریعے کرنا چاہئے۔ یوں اسے ولی اور صاحب استدراج کے درمیان فرق معلوم ہوجائے گا جبکہ عوام کالانعام اپنے مرض قلبی اور غشاوۂ بصری کی بناپر اس حقیقت پر مطلع نہیں ہوسکتے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وجدان اور استدراج کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

استدراج کی تعریف

حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ استدراج کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اَلْاِسْتِدْرَاجُ ظُهُوْرُ اَمْرٍ خَارِقٌ لِلْعَادَةِ مَالَا يَكُوْنُ مَقْرُوْنًا بِالْاِيْمَانِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ یعنی استدراج اس امر کو کہا جاتا ہے جو ایسے شخص کے ہاتھوں خلاف عادت ظاہر ہوتا ہے جو ایمان اور عمل صالح کے اکتساب سے محروم ہوتا ہے۔

۞......حدیث میں استدراج کی تعریف یوں کی گئی ہے اِذَا رَاَيْتَ اللّٰهُ يُعْطِى الْعَبْدَ مَا يُحِبُّ مِنَ النِّعْمَةِ وَهُوَ مُقِيْمٌ عَلَى الْمَعْصِيَةِ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ اِسْتِدْرَاجٌ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کی خواہشات کے مطابق نعمتیں عطا فرماتا رہے اور وہ شخص معصیت پر ڈٹا رہے بس یہی استدراج ہے۔ [1]

۞......استدراج ایک قرآنی اصطلاح ہے جو آیہ کریمہ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ سے ثابت ہے۔ [2]

۞......حضرت علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ استدراج کا معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اَلْاِسْتِدْرَاجُ هُوَ الْاَخْذُ بِالتَّدْرِيْجِ مَنْزِلَةً بَعْدَ مَنْزِلَةٍ یعنی درجہ بدرجہ نعمتوں کے چھن جانے اور آہستہ آہستہ ذلیل ورسوا ہوجانے کو استدراج کہا جاتا ہے۔ [3]

دراصل جب کسی شخص پر مال ودولت، عیش وعشرت اور اختیار و اقتدار کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ سکون وآرام اور خوشحالی کی زندگی بسر کررہا ہوتا ہے جبکہ پند ونصائح کے باوجود اس کے کفر وعصیان اور فسق وطغیان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے مگر جب اس سے اچانک یہ ساری نعمتیں سلب کرلی جاتی ہیں تو اس کا سارا آرام وچین لٹ

---

[1] شرح فقہ اکبر [2] الاعراف ۱۸۲ [3] تفسیر قرطبی

جاتا ہے اور وہ تمام بھلائیوں سے مایوس اور متحیر ہو جاتا ہے بس یہی استدراج ہے جیسا کہ آیہ کریمہ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ [۱] سے واضح ہے۔

وجدان کی تعریف

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی نقشبندی قدس سرہٗ العزیز وجدان کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اَلْوِجْدَانُ مَا يَكُوْنُ مُدْرِكَةً بِالْحَوَاسِ الْبَاطِنَةِ یعنی وہ چیز جس کا حواس باطنیہ کے ذریعے ادراک ہو وجدان کہلاتا ہے[۲]

بلینہ:

خازن الرحمہ حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت امام ربانی قدس سرہما استدراج کی اقسام بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں ملخصاً اردو ترجمہ ملاحظہ ہو!

ہندو جوگیوں اور یونانی فلسفیوں نے مجاہدات شدیدہ اور ریاضات شاقہ بہت کئے ہیں اور ان سے تہذیب اخلاق اور تحقیق اذواق بھی ظاہر ہوئے ہیں چونکہ دولتِ اتباع سے محروم ہیں اس لئے ساحتِ قرب سے مہجور ومطرود ہیں۔ یہ صورتِ کمالات ان کے حق میں استدراج سے زیادہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ درحقیقت استدراج ہر قوم کے موافق حال ہوتا ہے چنانچہ طالبانِ دنیا کیلئے استدراج اموال واولاد کی امداد کے ذریعہ ہوتا ہے اور اہل عرفان کے لئے معارف ومقامات کی عطا کے ذریعہ ہوتا ہے حالانکہ مقصود اصلی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت متابعت کی دولت کا حصول ہے جیسا کہ آیہ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ سے عیاں ہے۔[۳]

---

[۱] الانعام ۴۴ [۲] کتاب التعریفات ۱۱۰ [۳] مکتوبات سعیدیہ مکتوب ۶۴

ظن کی اقسام اربعہ

متن عوام معنی تخلّق را برنگِ دیگر فہمیدہ اند ناچار در تیہِ ضلالت فرونشستہ اند خیال کردہ اند کہ ولی را اِحیائی جَسَدی درکار است واَشیائی غیبی میباید کہ اکثر بروی منکشف شود واَمثال اینہا وَھُوَ کَمَا تَرٰی مِنَ الظُّنُوْنِ الْفَاسِدَۃِ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

ترجمہ: عوام نے تخلق کے معنی دیگر (غلط) سمجھے ہیں اور خواہ مخواہ گمراہی کے جنگل میں جا پڑے ہیں۔ انکا خیال ہے کہ ولی کیلئے احیائے جسمی ضروری ہے اور اس پر اشیائے غیبی کا انکشاف ہونا چاہئے وَغَیْرَ ذٰلِکَ۔ حالانکہ یہ باتیں فاسد گمانوں کی مانند ہیں اور بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ اہل اللہ کے ساتھ بالخصوص اور عامۃ المسلمین کے ساتھ بالعموم بدگمانی سے احتراز کرنا چاہئے۔ دراصل سوءِ ظن (بدگمانی) باہمی نفرت، شکر رنجی اور غلط فہمی کا موجب ہوتا ہے جس سے خیر خواہی اور خیر سگالی کے جذبات مفقود ہو جاتے ہیں اور کینہ و کدورت وعداوت اور قتل و غارت گری جیسی قبیح عادات وحرکات کا باعث ہوتا ہے اسی بناء پر بندۂ مومن کو سوءِ ظن سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ [۱] اور ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اِيَّاكُمْ وَالظَّنِّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ [۲] اور حُسْنُ الظَّنِ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ [۳] سے واضح ہے۔

حضرت علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر احکام القرآن میں ظن کی چار صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

⦿ ...... ایک وہ ظن جس کی ممانعت ہے۔

⦿ ...... دوسرا وہ ظن جس کا حکم ہے۔

⦿ ...... تیسرا وہ ظن جسکی ترغیب دی گئی ہے۔

⦿ ...... چوتھا وہ ظن جو مباح ہے۔

۱...... حق تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا فرض اور سوء ظن رکھنا ممنوع ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال مبارک سے قبل تین بار ارشاد فرمایا لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللهِ یعنی تم میں سے کوئی شخص موت سے ہمکنار نہ ہو مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔ [۴]

دوسری روایت میں ہے: يَقُوْلُ اللهُ تَعَالىٰ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ فَلْيَظُنَّ بِيْ مَاشَاءَ [۵] یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے۔ اب اس کی مرضی جیسا چاہے میرے ساتھ ظن رکھے۔

۲...... ایسے ہی اس مؤمن کے متعلق بدگمانی ممنوع اور حرام ہے جو بظاہر صالح اور تقویٰ شعار ہو اور احکام شرعیہ میں خیانت کا مرتکب نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللهَ حَرَّمَ مِنَ الْمُسْلِمِ دَمَهٗ وَعِرْضَهٗ وَاَنْ يُّظَنَّ بِهٖ

---

[۱] الحجرات ۱۲ [۲] مشکوٰۃ ۴۲۷ [۳] مشکوٰۃ ۴۲۹ [۴] ابن حبان ۱۶ [۵] ابن حبان ۱۵

ظَنَّ السُّوْءِ یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے خون، اس کی عزت اور اس کے متعلق بدگمانی کو حرام کر دیا ہے۔[1]

ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا مَنْ اَسَاءَ بِاَخِيْهِ الظَّنَّ فَقَدْ اَسَاءَ بِرَبِّهِ الظَّنَّ یعنی جس شخص نے اپنے بھائی کے متعلق بدگمانی کی اس نے اپنے رب کے متعلق بدگمانی کی۔[2]

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہُ العزیز کسی شہر میں تشریف لائے۔ لوگوں نے خیر مقدم کیا اور اعزاز و اکرام سے پیش آئے۔ آپ جس قدر لوگوں سے قریب ہوئے اسی قدر خدا سے اپنے آپ کو دور دیکھا۔ آپ بے چین ہو کر شہر سے بھاگ نکلے۔ آپ کے ساتھ شہر والے بھی باہر نکل آئے۔ آپ نے یہ نظارہ دیکھ کر اپنے خادم ابوعبداللہ دویلی سے کہا۔ ''دیکھو! اس ہجوم کو ہم اپنے پاس سے کیونکر بھگاتے ہیں'' خادم نے کہا میں دیکھتا رہا کہ آپ کیا کرتے ہیں۔

آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب یہ سمجھے کہ اب کچھ دعا کریں گے۔ آپ نے فرمایا اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ (میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم میری پرستش کرو)۔ سب نے بیک زبان کہا...... بایزید کافر ہوگیا کہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ سب لوگ ان کو تنہا چھوڑ کر لوٹ آئے حالانکہ آپ نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت فرمائی تھی۔ پھر خادم کی طرف منہ پھیر کر فرمایا ''اے لڑکے! تو نے دیکھا میں نے قرآن پاک کی ایک آیت پڑھ کر اتنی بلاؤں سے چھٹکارا حاصل کیا۔[3]

۳...... ایسا شخص جس کے احوال مشکوک و مشتبہ ہوں اس کے متعلق بدگمانی کرنا مباح ہے لیکن جب تک یقینی دلائل موجود نہ ہوں اس وقت تک محض ظن کے مطابق اس کے

---

[1] تفسیر قرطبی ۱۶/۳۳۲، سورہ الحجرات [2] تفسیر روح المعانی سورہ الحجرات ۱۳/۱۵۶ پارہ ۲۶

[3] مکتوبات صدی مترجم ۴۳۲

خلاف کاروائی کرنا جائز نہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہے اِذَا ظَنَنْتُمْ فَلَا تُحَقِّقُوْا یعنی اگر کسی شخص کے بارے تمہیں گمان وشبہ پیدا ہو جائے تو اس کی تحقیق میں نہ لگ جاؤ۔[1]

۴...... یونہی مؤمنین کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا[2] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِ خَيْرًا یعنی مؤمن کے ساتھ حسن ظن رکھو۔[3]

بلینہ:

حضرت علامہ ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی دوسرے شخص پر اپنے گمان کی بناء پر تہمت وغیرہ لگاتا ہے اس کی تکذیب کرنا واجب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (یعنی اسے سنتے ہی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا بہتان ہے)۔[4]

جب قاذف کی تکذیب واجب اور حسن ظن کا حکم دیا گیا ہے تو یہ اس امر کا مقتضی ہے کہ جس شخص کے بارے میں سوء ظن کیا گیا ہے اس کی تحقیق وتفتیش کے درپے نہ ہوا جائے اور نہ ہی اس بدگمانی کی تشہیر وشکایت کی جائے بلکہ پردہ پوشی کی جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ یعنی کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے متعلق کوئی بات مجھ تک نہ پہنچائے کیونکہ مجھے یہ پسند ہے کہ

---

[1] کنز العمال ۳/۴۹۷ [2] النور ۱۲ [3] تفسیر کبیر ۲۸/۱۳۴ سورۃ الحجرات [4] النور ۱۲

میں جب تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ (دل) تمہاری طرف سے بالکل صاف ہو۔[1]
تاج العارفین حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی قدس سرہٗ العزیز گمان کے متعلق رقمطراز ہیں جس کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو!

گمان چار قسم کا ہوتا ہے۔

۞......پہلی قسم ماموریہ۔ یہ نیک گمان ہے اللہ تعالیٰ اور مومنوں کی نسبت اور حدیث میں آیا ہے حُسْنُ الظَّنِّ مِنَ الْاِیْمَانِ نیک گمان ایمان کا حصہ ہے۔

۞......دوسری قسم حرام گمان کی ہے اور یہ خدا تعالیٰ اور مومنوں کی طرف بدگمانی ہے۔

۞......تیسری قسم مندوب الیہ کی ہے اور یہ امور اجتہادیہ میں گمان غالب سے کام لینا ہے۔

۞......چوتھی قسم مباح کی ہے اور یہ وہ گمان ہے جو دنیا اور تلاش معاش کی مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ اس میں بدگمانی اکثر سلامتی کا باعث اور بڑے بڑے کاموں کے انتظام میں مفید ہوتی ہے اور اسے اچھی صورت میں شمار کیا گیا ہے۔

بد نفس مباش و بد گماں باش
و ز فتنہ و مکر در اماں باش

یعنی بدنفس مت بن، بدگمان بے شک بن جا اور اس طرح فتنہ و مکر سے امان میں رہ۔[2]

---

[1] مشکوٰۃ ۴۱۴ [2] مجموعۃ الاسرار مترجم مکتوب ۵۳

دفترِ اوّل مکتوب ۱۰۸

مکتوب الیہ

حضرت میاں سید احمد بجواڑی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

نبوّت، ولایت سے افضل ہے

مکتوب - ۱۰۸

متن بعضی از مشائخ در سُکرِ وقت گفتہ اند کہ ولایت افضل از نبوت است و بعضی دیگر ازین ولایت ولایتِ نبی خواستہ اند تا وہمِ افضلیّتِ ولی بر نبی رفع شود امّا فی الحقیقت کار برعکس است زیرا کہ نبوتِ نبی از ولایتِ او افضل است

ترجمہ: بعض مشائخ نے سکر وقت میں کہا ہے کہ ولایت، نبوت سے افضل ہے اور بعض دیگر مشائخ نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے تا کہ نبی پر ولی کی افضلیت کا وہم رفع ہو جائے لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک اہم مسئلہ کو بیان فرمارہے ہیں جس کے متعلق صوفیائے کرام کی مختلف آراء ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک نبوت ولایت سے افضل ہے اور یہی علمائے متکلمین اہل سنت کا موقف ہے کیونکہ نبی، مرتبۂ نبوت اور مرتبۂ ولایت دونوں سے متصف ہوتا ہے اس لئے دعوت وارشاد کے دوران اسے فوق کی نگرانی کی فکر دامنگیر نہیں رہتی جبکہ

ولی کو ہر وقت فوق کی نگہداشت کرنا ہوتی ہے۔ یہ وہ معرفت ہے کہ جس کے ساتھ اصحاب صحو اور مستقیم الاحوال مشائخ ممتاز ہیں جو کمالات نبوت سے متصف ہیں جبکہ دیگر مشائخ نے اس کے برعکس قول کیا ہے جو ان کے ارباب سکر ہونے اور کمالات نبوت سے حظ وافر نہ ملنے کی علامت ہے۔ مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات مکتوب ۷۷ جلد دوم۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ نبوت بوقت نزول ظاہر و باطن سے مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور مخلوق کو کلیۃً حق تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں مشغول رہتی ہے۔ محض مخلوق کی طرف متوجہ رہنا عوام کالانعام کا درجہ ہے، مقام نبوت اس سے بہت بالا ہے لیکن اس حقیقت کا سمجھنا ارباب سکر کے بس کا روگ نہیں۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی متحضر رہے کہ گو فضیلت، نبوت میں ہے لیکن لذت، ولایت میں ہے اور نبوت میں بظاہر دوری ہے لیکن درحقیقت حضوری ہے۔

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اولیائے کرام پر عروجی مراتب میں ولایت کا غلبہ ہوتا ہے اور نزولی مدارج میں کمالات نبوت کا غلبہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ عروجی مراتب میں اولیائے کرام سے کرامات کا ظہور زیادہ ہوتا ہے جبکہ نزولی منازل میں صوفیائے کرام غلبۂ کمالات نبوت کے باعث مسند دعوت وارشاد پر متمکن ہوتے ہیں جن کا مطمع نظر ظہور کرامات نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصود لوگوں کی رشد وہدایت ہوتا ہے کیونکہ اس قسم کے اولیائے کرام، انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی نیابت و

خلافت کے منصب وراثت پر فائز ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ [1] سے عیاں ہے اور مشائخ طریقت اور علمائے حقیقت کے اسی پر استقامت گزیں ہونے کی وجہ سے رحمتوں کا ورود اور فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ [2] سے واضح ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا

ما برائے استقامت آمدیم
نے پئے کشف و کرامت آمدیم

---

۱ مشکوٰۃ ۳۴ ۲ حٰمٓ السجدہ ۳۰

دفتر اوّل مکتوب ۱۰۹

مکتوب الیہ

مسیح الزماں میرزا صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

اہل اللہ امراضِ باطنیہ اور عللِ معنویہ
کے طبیب ہوتے ہیں

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت مسیح الزماں میرزا صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ مکتوبات شریفہ میں آپ کے نام دو مکتوب ہیں دوسرا مکتوب ۱۱۰ ہے۔ مسیح الزماں مرزا صدرالدین بن فخرالدین شیرازی دور اکبری میں ہندوستان آئے اور جہانگیر کے زمانے میں تمام اطباء میں ممتاز ہوئے اور حکمت و حذاقت میں شہرت پائی، شاہجہانی دور میں مزید ترقی پائی۔ ۱۰۶۱ھ میں انتقال ہوا۔

(نزہۃ الخواطر ج ۵/ ۷۹)

مکتوب - ۱۰۹

متن اہلُ اللہ اَطِبَّاءِ امراضِ قلبیہ اند ازالۂ عِلَل باطنیہ منوط بتوجہ این بزرگواران است کلامِ ایشان دواست ونظر ایشان شفا هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ وَهُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ

ترجمہ: اہل اللہ امراض قلبیہ کے طبیب ہیں اور امراض باطنیہ کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفا ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والے بد بخت نہیں ہوتے اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہیں، انہی لوگوں کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی کے طفیل (مخلوق کو) رزق دیا جاتا ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اہل اللہ کے فیوض و برکات اور ان کی صحبت و مجلس کے فوائد و ثمرات کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ دراصل اہل اللہ امراض باطنیہ اور علل معنویہ کے طبیب ہوتے ہیں اس لئے سالک کو اپنے ذاتی مفادات، نفسانی خواہشات اور دنیوی اغراض کو پس پشت ڈال کر ہمیشہ ان کا نیاز مند رہنا چاہئے تاکہ ان کی توجہات قدسیہ اور ارشادات عالیہ کی بدولت اسے قلبی

امراض اور ماسوا اللہ کی محبت سے نجات حاصل ہو جائے۔ بقول شاعر

ہم نشینی اولیاء چوں کیمیا است　　کیمیائے خود بایں خوبی کجا است

حضرت شیخ ابوبکر بن سعدان رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ صَحِبَ الصُّوْفِيَّةَ فَلْيَصْحِبْهُمْ بِلَا نَفْسٍ وَلَا قَلْبٍ وَلَا مِلْكٍ فَمَتٰى نَظَرَ اِلٰى شَیْءٍ مِنْ اَشْيَائِهٖ قَطَعَهٗ ذَالِكَ عَنْ بُلُوْغِ مَقْصَدِهٖ یعنی جو شخص صوفیاء کی صحبت اختیار کرے تو اسے چاہئے کہ بے نفس و بے قلب اور بے ملکیت ہو کر ان کی صحبت اختیار کرے پس جب وہ اپنی اشیاء میں سے کسی شئی کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اسے مقصود تک رسائی سے روک دیتی ہے [۱]...... بلکہ بقول شاعر طالب صادق کی کیفیت یوں ہونی چاہئے

بہ چہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام

دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال کے ذریعے اچھی اور بری صحبت کا تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً یعنی اچھے اور برے مصاحب کی مثال کستوری اٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے۔ کستوری اٹھانے والا یا تمہیں کستوری دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس کی خوشبو آئے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس کی ناگوار بدبو آئے گی۔ [۲]

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا

---

[۱] مکتوبات معصومیہ جلد دوم مکتوب ۱۱۰　[۲] مشکوٰۃ ۴۲۶

ہے:

نیکاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا بھانویں مول نہ لیے حلّے آون ہزاراں
بریاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے بھانویں کنج کنج بہیئے چنگاں پین ہزاراں

جب کوئی مرید صادق کسی اہل اللہ کی صحبت میں عقیدت و نیاز مندی سے سرشار ہو کر چند لمحے گذارتا ہے تو باہمی اخلاص کی بدولت اس مقام کی فضا میں لطافت اور مٹی میں شرافت آ جاتی ہے کیونکہ وہاں رحمتوں کا ورود اور فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ [1] سے واضح ہے۔ بقول شاعر

آسمان سجدہ کند پیش زمینے کہ درو
یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشیند

چونکہ اہل اللہ، اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندے اور اس کے جلیس و ہم نشین ہوتے ہیں اس لئے گنہگار بھی ان کی مجلس سے محروم نہیں لوٹتا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کو مغفرت کا مژدہ سنایا تو فرشتوں نے عرض کی رَبِّ فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ وَإِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُولُ وَلَهُ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ یعنی اے رب تعالیٰ ان میں فلاں شخص بڑا ہی گنہگار تھا وہ تو فقط گذر رہا تھا کہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں نے اسے بھی بخش دیا کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی حرمان نصیب نہیں ہوتا۔ [2]

ایک روایت میں یوں ہے کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ یعنی

---

[1] حٰمٓ السجدہ ۳۰ [2] مشکوٰۃ ۱۹۷

ان میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو ان میں سے نہیں بلکہ وہ تو کسی کام کیلئے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا یہ وہ ارباب مجلس ہیں کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا شخص کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔ [1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَاءِ كُمْ یعنی ضعیفوں کی بدولت تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ [2]

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی ارشاد فرمایا:

يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَآءِ یعنی ان (اہل اللہ) کی برکت سے بارشیں برستیں اور دشمنوں پر فتح و نصرت عطا ہوتی ہے۔ [3]

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

متن این حالت نزدِ اہل اللہ معبَّر بفناء است و قدمِ اوّل ست درین راہ وَمَبدأ ظہورِ انوارِ قدم است و منشاءِ ورودِ معارِف و حِکَم وَ بِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ

---

[1] مشکوٰۃ ۱۹۷ [2] مشکوٰۃ ۴۴۶ [3] مشکوٰۃ ۵۸۳

ترجمہ: اسی حالت کو اہل اللہ فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ فنا اس راہ میں قدم اول ہے اور یہ مقام انوار قدم کے ظہور کا مبداء ہے اور معارف و حکم کے ورود کا منشا ہے۔ وَ بِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جب سالک کے قلب سے ماسوا اللہ کے تعلقات اور دنیوی محبتیں سرد ہو جائیں اور وہ ہر چیز کو کلیۃً فراموش کر دے تو اہل طریقت کے نزدیک اس کیفیت کو فنا کہا جاتا ہے اسے ولایت صغریٰ بھی کہتے ہیں۔ صوفیائے کرام کے نزدیک فنا بمنزلہ وضوء ہے اور حق تعالیٰ کا قرب بمنزلہ نماز ہے۔

فنا راہِ طریقت کا پہلا قدم ہے جہاں سے عالمِ وجوب کے انوار و تجلیات کا ظہور اور علوم و معارف کا ورود شروع ہوتا ہے۔ اہل طریقت نے فنا کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱......فنائے صوری ۲......فنائے حقیقی

فنائے صوری

یہ ہے کہ سالک کے قلب سے ہر ماسوا فراموش ہو جائے اور اسے ظلال صفات تک جو وجوب و امکاں کے درمیان برزخ ہے رسائی حاصل ہو جائے۔

فنائے حقیقی

یہ ہے کہ سالک کو صفات و شیونات و اعتبارات تک رسائی نصیب ہو جائے۔
اہل طریقت نے ولایات سہ گانہ اور کمالات نبوت کے متعلق کچھ یوں وضاحت فرمائی ہے۔

ولایت صغریٰ

اس ولایت میں سالک کو ظلال صفات تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔

ولایت کبریٰ

یہ ولایت صفات کے ساتھ مربوط ہے اسے ولایت انبیاء بھی کہا جاتا ہے۔

ولایت ملاء اعلیٰ

یہ ولایت حق تعالیٰ کے شیونات سے متعلق ہے۔

کمالات نبوت

یہ کمالات ذات بحت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ چونکہ ولایت انبیاء، صفات کے ساتھ مربوط ہے اور ولایت ملاء اعلیٰ شیونات سے متعلق ہے اس لئے حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی اور حضرت امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہما نے خواص ملک کو خواص بشر سے افضل قرار دے دیا۔ اگر یہ حضرات کمالات نبوت سے بہرہ ور ہوتے تو اس قسم کا قول نہ کرتے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی متحضر رہے کہ کمالات نبوت تک رسائی کامل مرادوں اور محبوبوں کو میسر ہوتی ہے مریدین کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ

دفتر اوّل مکتوب ۱۱

مکتوب الیہ

مسیح الزماں میرزا صدرالدّین رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

مُقربینؒ کے نزدیکؒ
جنّت کی نعمتیںؒ مقاصد میںؒ سے نہیں ہیں

مکتوب - ۱۱۰

متن مقصود از خلقت انسانی ادائی وظائف بندگیست ودوام اقبال است بجناب حق سبحانہ وتعالیٰ واین معنی بی متحقق شدن بکمال اتباع سید اوّلین وآخرین ظاہرا و باطنا علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات ایمنہا میسر نیست.

ترجمہ: انسان کی پیدائش سے مقصود طاعت وعبادت کے وظائف کی ادائیگی اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کامل طور پر دائمی توجہ رکھنا ہے اور یہ بات سید الاولین والآخرین علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات ایمنہا کی ظاہری وباطنی کامل تابعداری کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ انسان کی تخلیق کا مقصد وظیفۂ عبودیت بجالانا اور ہمہ وقت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری اور باطنی متابعت کے بغیر ممکن نہیں اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا ۔ دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

محال است سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

متن اَمّا نزد مقرّبان از سئیات است

ترجمہ: لیکن مقربین کے نزدیک سیئات سے ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ سالک کا مقصود جنت و رضوان اور حور و غلمان بھی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ ابرار کا کام ہے بلکہ اس کا مقصود صرف ذات حق تعالیٰ ہونا چاہئے اور یہ مقربین کا کام ہے۔ بقول شاعر

بعد از خدائے ہر چہ پرستند ہیچ نیست
بے دولت است آنکہ بہیچ اختیار کرد

ترجمہ: بجز حق کے وہ جس کو پوجتے ہیں ہیچ و باطل ہے۔ جو باطل کی کرے پوجا بڑا بد بخت و جاہل ہے۔

مقنن قوانین طریقت سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

اگر در نماز وسوسہ جنت پیدا شود سجدۂ سہو می کنم واگر خطرۂ دنیا بیاید نماز خود را دوبارہ می خوانم یعنی اگر مجھے نماز میں جنت کا خیال آ جائے تو میں سجدہ سہو کرتا ہوں اور اگر دنیا کا خیال آ جائے تو میں نماز کا اعادہ کرتا ہوں۔ حضرت خواجہ حافظ شیرازی نے خوب فرمایا:

تو و طوبیٰ ما و قامت یار فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

بلینہ:

واضح رہے کہ اولیائے مقربین نزولی مراتب میں جنت کی خواہش فقط اس لئے رکھتے ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کی رضا کا محل ہے اور نار جہنم سے اس لئے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کے غضب کا محل ہے نہ کہ دفع ایلام وتکالیف کیلئے۔ کسی عارف نے خوب کہا ہے رِضَاءُ اللّٰهِ فِيْ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَسَخَطُ اللّٰهِ فِي النَّارِ شَرٌّ مِنَ النَّارِ یعنی جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا جنت سے بہتر ہے اور جہنم میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی جہنم سے بدتر ہے۔

قطب الارشاد حضرت نور المشائخ قدس سرہٗ العزیز نے اس مفہوم کو یوں ادا فرمایا ہے لَوْ كَانَتِ الْجَنَّةُ نَصِيْبًا الْعَاشِقِيْنَ بِدُوْنِ وِصَالِهٖ فَوَا وَيْلَاهُ وَلَوْ كَانَتِ النَّارُ نَصِيْبًا الْعَارِفِيْنَ مَعَ جَمَالِهٖ فَوَا شَوْقَاهُ یعنی اگر عشاق کو وصل یار کے بغیر جنت مل گئی تو ہائے افسوس! اور اگر عارفین کو جمال یار کے ساتھ جہنم میں جھونک دیا گیا تو بہت خوب!

شیخ الشیوخ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ العزیز نے خوب فرمایا:

گفتے کہ ترا عذاب خواہم کرد — در حیرتم کہ در کجا خواہد بود

جائے کہ توئی عذاب نبود — وانجا کہ توئی کجا خواہد بود

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں منظوم فرمایا ہے:

بہار ہووے وچہ یار نہ ہووے لگدا ای اوتھے دل کس دا

اجاڑاں، وانگ بہاراں دسن یار ہووے وچہ پھردا

متن ہرگاہ در امور اخروی حال بدین منوال باشد از امور دنیویہ چہ گوید کہ دنیا مغضوبہ حق است سبحانہ

ترجمہ: جب اُخروی امور کی نوعیت کا یہ حال ہے تو دنیوی کاموں کی بابت کیا کہا جائے کیونکہ دُنیا حق سبحانہٗ کی سخت ناپسندیدہ ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جب جنت کی نعمتیں ولذتیں اور حور وقصور عارفین کے مقاصد میں سے نہیں ہیں تو دنیا کے فانی عیش وعشرت اور مال ودولت انسان کا مقصود کیسے ہوسکتے ہیں کیونکہ دنیا حق تعالیٰ کی مغضوب وملعون ہے جس کی محبت تمام گناہوں کی بنیاد ہے اور اس کے چاہنے والے لعنت کے حقدار ہیں جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیۡئَۃٍ[1] اور لُعِنَ عَبۡدُ الدِّیۡنَارِ وَلُعِنَ عَبۡدُ الدِّرۡھَمِ[2] سے واضح ہوتا ہے۔ بقول شاعر

اہل دنیا چہ کہین و چہ مہین
لعنت اللہ علیہم اجمعین

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ دنیا کو مغضوبہ اور ہر گناہ کی بنیاد اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ یہ نفس امارہ کی پسندیدہ ہے اور احکام شرعیہ کی مخالفت کرنا اور حق تعالیٰ کے ساتھ عداوت رکھنا اس کی سرشت میں داخل ہے جیسا کہ حدیث قدسی عَادِ نَفۡسَكَ فَاِنَّھَا اِنۡتَصَبَتۡ

---

[1] مشکوٰۃ ۴۴۴ [2] مشکوٰۃ ۴۴۱

بِمُعَادَاتِیْ سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ نفس کی حق تعالیٰ کے ساتھ عداوت ذاتی نہیں بلکہ صفاتی ہے کیونکہ جب نفس، امارگی وسرکشی سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے اور اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو یہ مرتبۂ محبوبیت سے مشرف ہو جاتا ہے جیسا کہ یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ○ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً........الخ سے مفہوم ہوتا ہے فلہٰذا یہ عداوت، نفس کی امارگی کی طرف راجع ہے۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۱۱

مکتوب الیہ

علامۂ زماں حضرت شیخ **حمید سنبھلی** رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

توحید کے مراتبِ اربعہ

اہلُ اللہ کے توحیدی احوال و اسرار کے اظہار کی وجوہات

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے شیخ حمید سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا۔ آپ قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنے کی حیثیت سے علامۂ زماں اور یکتائے دوراں مشہور تھے آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔

(تذکرہ علمائے ہند)

مکتوب - ۱۱۱

متن توحید عبارت از تخلیصِ قلب است از توجہ ما دونِ او سبحانہ تا زمانیکہ دِل را گرفتاری بما سوای متحقق است اگرچہ اقلّ قلیل باشد از اَرباب توحید نیست بی تحصیلِ این دولت واحد گفتن و واحد دانستن نزد اَربابِ حصول از فضول است آری از واحِد گفتن و دانستن کہ در تصدیقِ ایمان معتبر است لابد است امّا بمعنی دیگر است

ترجمہ: توحید سے مراد یہ ہے کہ قلب کو ماسوائے حق کی توجہ سے خلاصی حاصل ہو جائے، جب تک دل ماسوا کی گرفتاری میں پھنسا ہوا ہے اگرچہ بہت ہی تھوڑا ہو، اربابِ توحید میں سے نہیں۔ (توحید کی) اس دولت کے حاصل ہوئے بغیر (اللہ تعالیٰ کو) ایک کہنا، ایک جاننا ارباب حصول کے نزدیک فضول ہے۔ ہاں ایک کہنا اور ایک جاننا ایمان کی تصدیق کے لئے معتبر ہے اور اس سے چارہ نہیں لیکن وہ دوسرے معنی میں ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مسئلہ توحید کا تذکرہ فرما

رہے ہیں جو دین اسلام کا بنیادی اور اہم ترین رکن ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

لفظ توحید بابِ تفعیل کا مصدر ہے جو وحدت سے ماخوذ ہے اور وحدت سے واحد مشتق ہے اور واحد کا معنی ''ایک'' ہے اور لغت میں توحید کا معنی یگانہ کردن یعنی ایک کرنا ہے۔

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی نقشبندی قدس سرہُ العزیز توحید کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اَلتَّوْحِیْدُ فِی اللُّغَةِ اَلْحُکْمُ بِاَنَّ الشَّیْءَ وَاحِدٌ وَالْعِلْمُ بِاَنَّهٗ وَاحِدٌ وَفِی اِصْطِلَاحِ اَهْلِ الْحَقِیْقَةِ تَجْرِیْدُ الذَّاتِ الْاِلٰهِیَّةِ عَنْ کُلِّ مَا یُتَصَوَّرُ فِی الْاَفْهَامِ وَیُتَخَیَّلُ فِی الْاَوْهَامِ وَالْاَذْهَانِ یعنی لغت میں توحید کسی چیز پر ایک ہونے کا حکم لگانا ہے اور اس بات کا علم ہے کہ وہ چیز واحد ہے اور اہل حقیقت کی اصطلاح میں ذات الٰہیہ کو ہر اس چیز سے جو عقلوں میں متصور ہو سکے اور وہموں اور ذہنوں میں متخیل ہو سکے مجرد جاننا توحید کہلاتا ہے۔[1]

ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

اَلتَّوْحِیْدُ ثَلَاثَةُ اَشْیَاءٍ مَعْرِفَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی بِالرَّبُوْبِیَّةِ وَالْاِقْرَارُ بِالْوَحْدَانِیَّةِ وَنَفْیُ الْاَنْدَادِ عَنْهُ جُمْلَةً یعنی توحید تین چیزوں کا نام ہے...... اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی معرفت ...... اس کی وحدانیت کا اقرار...... اور اس سے تمام شریکوں کی نفی کرنا۔[2]

حق تعالیٰ کے لئے لفظ احد اور واحد دونوں استعمال ہوتے ہیں جیسا کہ آیات کریمہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ[3] سے عیاں ہے۔ اَحد میں

---

[1] کتاب التعریفات ۳۱ [2] کتاب التعریفات ۳۱ [3] البقرہ ۱۶۳

احدیت الٰہیہ اور واحد میں وحدت مطلقہ کا بیان ہے بنابریں خالق کے ایک ہونے اور مخلوق کے ایک ہونے میں نمایاں فرق ہے نیز حق تعالیٰ کو بطریق عدد، واحد نہیں کہنا چاہئے بلکہ وحدہٗ لاشریک ہونے کے اعتبار سے اسے واحد کہنا چاہئے کیونکہ واحد (ایک) منقسم ہے اور احد (یکتا) غیر منقسم اور یہی حق تعالیٰ کے شایان شان ہے۔[1]

عمدۃ الابدال قدوۃ الاقطاب حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہٗ العزیز نے توحید کے چار مراتب بیان فرمائے ہیں

۱.....توحید ایمانی ۲.....توحید علمی ۳.....توحید حالی ۴.....توحید الٰہی

توحید ایمانی

یہ ہے کہ کوئی شخص زبان سے حق تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کرے خواہ اس کا قلب اس سے غافل ہو یا اس کا منکر ہو جیسے منافق۔

توحید علمی

یہ ہے کہ کوئی شخص نقلی وعقلی دلائل کے باوجود زبان اور قلب سے حق تعالیٰ کی توحید کا تقلیدی طور پر اعتقاد رکھے اس توحید کا قائل شرک جلی سے محفوظ ہوتا ہے۔ عامۃ المسلمین اور علمائے ظواہر اسی توحید کے قائل ہوتے ہیں، صوفیائے کرام اس توحید میں عام مؤمنوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں لیکن دیگر مراتب توحید میں ان سے متفرد ہوتے ہیں۔

توحید حالی

یہ ہے کہ سالک طریقت کو احکام شرعیہ اور سنن نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوات) اور شیخ کامل مکمل کی توجہات قدسیہ کی بدولت عقیدۂ توحید میں ایسا رسوخ اور ملکہ حاصل ہو

---

[1] مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب ۷۰ ملاحظہ فرمائیں

جائے کہ اس کے قلب میں نور بصیرت جلوہ گر ہو جائے اور وہ فاعل حقیقی، محض ذاتِ واحد کو جانے اور مقامِ مجاہدہ سے گذر کر مقام مشاہدہ پر فائز ہو جائے۔ ایسے عارف کو مؤحد کہا جاتا ہے اور وہ اس توحید میں شرک خفی (ریا) سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

توحید الٰہی

یہ ہے کہ حق تعالیٰ ازل سے بذات خود وصف وحدانیت سے موصوف اور نعت فردانیت سے منعوت ہے نہ کہ کسی دوسرے کے بنانے سے وہ واحد ہوا ہے اور جس طرح ازل سے وہ اس وصف سے متصف ہے اسی طرح ابدالاباد تک اس صفت سے متصف و موصوف رہے گا جیسا کہ کَانَ اللّٰہُ تَعَالٰی سُبْحَانَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ شَیْءٌ سے عیاں ہے اور اس کی شان اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے۔

جب سالک کے قلب پر کثرت عبادات و مراقبات کی بدولت تجلیات ذاتیہ اور صفات الٰہیہ کا ورود شروع ہو جائے اور اسے وجود واحد کے سوا کوئی چیز حقیقی نظر نہ آئے اور اشیائے کائنات اسے خواب یا سراب معلوم ہونے لگیں اور وہ مشاہدۂ ذات میں کلیۃً مستغرق ہو جائے تو اس پر فنا فی التوحید (توحید وجودی، توحید شہودی) اور فنا و بقا کے مراتب و مدارج منکشف ہوتے ہیں۔[1]

متن فرقی درمیانِ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ و درمیانِ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ بیّن است تصدیقِ ایمانِ علمی است و ادراکِ وجدانی حالی پیش از حال سخن از آن راندن محظور است

---

[1] ماخوذ از فصل الخطاب بوصل الاحباب

ترجمہ: لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ اور لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ کے درمیان فرق واضح ہے۔ تصدیق، ایمان علمی ہے اور ادراک، وجدانی حال ہے۔ حال سے قبل اس کے متعلق گفتگو کرنا ممنوع ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز یہ وضاحت فرمارہے ہیں کہ بندۂ مؤمن کا لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ کا قول محض تقلیدی واستدلالی طور پر ہی ہوتا ہے لیکن جب عارف کو انوار وتجلیات کے غلبہ کے باعث وجود واحد کے سوا کوئی چیز مشہود نہ ہو تو اس کا لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ کا قول کرنا بر بنائے قال نہیں ہوتا بلکہ بر بنائے کشف وحال ہوتا ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اہل اللہ کے توحید کے احوال واسرار کو ظاہر کرنے کی دو وجوہات بیان فرمائی ہیں

۱...... انہوں نے غلبۂ حال سے مغلوب ہونے کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔

۲...... یہ احوال واسرار دوسروں کے لئے معیار اور استقامت کا باعث ہوں تا کہ وہ اپنے احوال وکیفیات کو اس کسوٹی پر پرکھ سکیں۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۱۲

مکتوب الیہ

حضرت شیخ عبد الجلیل تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

عقائد و اعمال اہلسنّت و جماعت کے مطابق
ہوتے ہوئے احوال و مواجید میسّر نہ بھی ہوں
تو کوئی مضائقہ نہیں

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی شیخ عبدالجلیل تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔شیخ عبدالجلیل ابن شمس الدین ابن نورالدین صدیقی اپنے زمانے کے فقیہ پرہیزگاراور نامورعلماء میں سے تھے۔ابتدائی علوم اپنے والد سے حاصل کئے پھر علامہ محمود بن محمد جونپوری صاحب شمس بازغہ اور شیخ محمد رشید بن مصطفٰے عثمانی جونپوری سے استفادہ کیا۔طریقت میں شیخ عبدالجلیل لکھنوی سے بیعت تھے۔تمام عمر قناعت کے ساتھ درس وتدریس میں گذاردی۔ ۸شوال ۱۰۶۷ھ کو جونپور میں انتقال ہوا۔(نزہۃ الخواطر۵/۲۰۰)

مکتُوب - ۱۱۲

متن حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ ما مفلسان را بحقیقتِ معتقداتِ حقّہٴ اہلِ حق یعنی اہلِ سنت و جماعت متحقق ساختہ توفیقِ اعمالِ مَرضیہ نقدِ وقت گردانیدہ اَحوالے کہ ثمراتِ این اَعمال اند کرامت فرمودہ بتمام بجناب قُدسِ خود جلّ سلطانہ جذب فرماید ع کارِ این ست وغیرِ این ہمہ ہیچ

ترجمہ: حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ ہم مفلسوں کو اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے معتقدات حقہ کی حقیقت سے نوازے اور نقد وقت کو اپنے پسندیدہ اعمال کی توفیق مرحمت فرمائے اور وہ احوال جو ان اعمال کے ثمرات ہیں، عطا فرما کر اپنی جناب قدس جلّ سلطانہ کی طرف جذب فرمالے۔

ع کام اصلی ہے یہی اس کے سوا سب ہیچ ہے

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ امت محمدیہ اور ملت مصطفویہ (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) کی سب سے بڑی وحدت اور واضح اکثریت اہل سنت و جماعت کے مطابق عقائد درست کر لینے اور

اعمال صالحہ بجالانے کے نتیجہ میں اگر احوال ومواجید میسر ہو جائیں تو زہے نصیب! ورنہ عقائد اہلسنت کے برعکس احوال وکیفیات سب استدراج ہیں البتہ اگر اہل سنت وجماعت کے مطابق عقائد واعمال نصیب ہو جائیں اگرچہ احوال ومواجید نہ بھی میسر ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ بعض صوفیائے کرام کے جو علوم ومعارف عقائد اہل سنت کے مخالف ہیں وہ غلبہء حال اور سکر وقت کا ثمرہ ہیں اس لئے انہیں معذور جاننا چاہئے اور ان کی خطائے کشفی کو خطائے اجتہادی کی مانند سمجھنا چاہئے کیونکہ اس خطا پر بھی وہ اجر وثواب کے مستحق ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ وَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ فَاَخْطَأَ فَلَهٗ اَجْرٌ (وَاحِدٌ) یعنی جب کسی حاکم نے فیصلہ سنایا اور اس نے اس میں اجتہاد کیا تو اس کے لئے دوہرا ثواب ہے اور جب اس نے فیصلہ دیا لیکن سہواً غلط ہو گیا تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔[1]

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ صوفیائے کرام کے معارف اگر علمائے اہل سنت کے علوم سے متصادم ہوں تو حق علماء کی طرف ہی راجع ہوگا کیونکہ علمائے اہل سنت کے علوم مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس ہیں جو قطعی اور یقینی ہیں جن میں غلطی کا کوئی احتمال نہیں جبکہ صوفیاء کے معارف الہامی ہیں جو کشفی اور ظنی ہیں اس لئے ان میں خطا کی گنجائش ممکن ہے۔

---

[1] ابوداؤد ۲/۱۴۷ وغیرہا

دفترِ اوّل مکتوب ۱۱۳

مکتوب الیہ

حضرت شیخ جمال الدین حسین کولابی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

سالک توحیدِ وجودی کے دوران چون اور بے چون کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتا

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے حضرت جمال الدین حسین کولابی رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ مکتوبات شریفہ میں آپ کے نام چھ مکتوب ہیں۔ غالب گمان ہے کہ آپ حضرت خواجہ حسام الدین کے صاحبزادے ہیں۔

مکتوب - ۱۱۳

متن اِنجذاب وکشش نمی باشد الّا بمقامِ فوق نہ بفوقِ فوق وَکَذَا الحَالُ فِی الشُّهُوْدِ وَنَحْوِهٖ پس مجذوبانِ سلوک ناکردہ راکہ در مقامِ قلب اند انجذاب نیست الا بمقامِ روح کہ فوقِ مقامِ قلب است

ترجمہ: جذب وکشش صرف مقام فوق تک ہوتی ہے۔ فوقِ فوق تک نہیں ہوتی اور یہی حال شہود اور اس کے طریقہ وغیرہ میں ہے، پس جن مجذوبوں نے سلوک طے نہیں کیا وہ مقام قلب میں ہیں ان میں جذب وکشش صرف مقام روح تک ہے جو مقام قلب سے فوق ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جب کوئی شیخ کامل مکمل کسی سالک کو داخل بیعت کے بعد توجہات قدسیہ سے نوازتا اور اسے ذکر تلقین کرتا ہے تو سالک کو عالم بالا کی طرف جذب وکشش میسر ہوتی ہے یعنی سالک عالم امر کے لطائف خمسہ (قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ)

تدریجاً طے کرتا ہے۔ان لطائف کی سیر کے دوران سالک کو جو جذب میسر ہوتا ہے وہ جذب مبتدی ہوتا ہے جو ابتدائے سلوک میں اسے دیا جاتا ہے تا کہ سلوک طے کرنا اس کیلئے آسان ہو جائے۔ یہ جذبہ ٔ بدایت امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ العزیز کا اپنے سلسلہ نقشبندیہ کے مریدوں کیلئے تحفہ و خیرات ہے تا کہ کوئی مرید جذبہ کی لذت چکھے بغیر نہ مر جائے۔اسی دوران سالک پر توحید وجودی جلوہ گر ہوتی ہے جس میں وہ چون اور بے چون کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتا بنابریں کبھی عینیت اور معیت کا قول کرتا ہے اور کبھی شہود روح کو مشاہدۂ ذات سمجھ کر اس کی عبادت شروع کر دیتا ہے چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک مقام پر رقمطراز ہیں

بعضی از مشائخ گفتہ اند کہ سی سال روح را بخدائی پرستیدم و چون ازاں مقام گذرانید ند حق از باطل جدا شد یعنی بعض مشائخ نے کہا ہے کہ میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر پرستش کرتا رہا اور جب اس مقام سے آگے گزار دیا گیا تب حق، باطل سے جدا ہوا۔[۱] حالانکہ مشاہدۂ ذات کا حصول فنائے مطلق کے بغیر متحقق نہیں ہوتا بقول شاعر ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا
نیست رہ در بارگاہ کبریا

جبکہ عارف جذبہ ٔ بدایت میں عالم وجوب کا مشاہدہ کرتا ہے فلہٰذا توحید وجودی کے تصورات و توہمات سے رہائی حاصل کر لیتا ہے کیونکہ عالم امکان، عالم وجوب کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں رکھتا۔ یہاں توحید شہودی جلوہ گر ہوتی ہے۔ جو اقربیت کا مرتبہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ سے عیاں ہے۔اس مرتبے میں عارف بندے کو بندہ ملاحظہ کرتا اور حق کو حق سمجھتا ہے۔ یہ مقام صحو ہے جو نبوت و شریعت

---

[۱] مبداء و معاد منہا ۱۳

کا مرتبہ ہے جبکہ توحید وجودی مقام قرب ہے جہاں حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہُ العزیز جلوہ افروز ہیں۔ چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز رقمطراز ہیں

شیخ بااین گفتگو وبااین شطح خلاف جواز از مقبولان بنظر می درآید و در عداد اولیاء مشاہد می گردد

یعنی شیخ اس قسم کی گفتگو اور شطحیات کے باوجود مقبولین میں نظر آتے ہیں اور زمرۂ اولیاء میں شمار مشاہدہ ہوتے ہیں۔[1]

لیکن یاد رہے کہ مقام قرب مقام ولایت ہے جو سکر کی آمیزش رکھتا ہے جبکہ مقام اقربیت کمالات نبوت سے مزین ہے اور مرتبۂ صحو ہے۔

تنبیہ:

یہ امر مستحضر رہے کہ ارباب طریقت نے روح کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

۱......روح حقیقیہ ۲......روح منفوخہ

روح حقیقیہ

یہ عالم امر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جسے امرِ ربی کہا گیا ہے جیسا کہ آیت کریمہ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ[2] سے عیاں ہے۔

روح منفوخہ

یہ وہ روح ہے جو بذریعہ فرشتہ شکم مادر میں موجود بچے میں پھونکی جاتی ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ[3] سے مفہوم ہوتا ہے اور اس کا قبض کر لینا موت کا باعث ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِحَقِیۡقَةِ الۡحَالِ

بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آیہ کریمہ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں چنانچہ اردو تلخیص ملاحظہ ہو!

---

۱ مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۷۷ ۲ بنی اسرائیل ۸۵ ۳ صٓ ۷۲

روح کی دوقسمیں ہیں

۱......روح علوی ۲......روح سفلی

◉ ...... روح علوی حق تعالیٰ کی مخلوق تو ہے لیکن مادی نہیں بلکہ مجرد ہے، نظرِ کشفی سے جس کا محل عرش کے اوپر معلوم ہوتا ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی روح کے مجرد ہونے کے ہی قائل ہیں جبکہ جمہور متکلمین کے نزدیک یہ جسم لطیف ہے جو اپنی ماہیت وصفت کے اعتبار سے دیگر اجسام سے مختلف ہے اور جسم میں یوں حلول کئے ہوئے ہے جیسے زیتون کے دانہ میں تیل یا کوئلہ میں آگ۔

◉ ......روح سفلی اس لطیف بخار کو کہتے ہیں جو عناصر اربعہ (آب، خاک، نار، باد) سے پیدا ہوتا ہے اسی کو نفس بھی کہا جاتا ہے یہی سفلی روح، علوی روح کا آئینہ ہے جس میں وہ ظاہر ہوتی ہے۔ روح کو حق تعالیٰ نے جو اپنی طرف مضاف فرمایا ہے یہ اضافت تبعیضیہ نہیں بلکہ یہ اضافت تشریفیہ ہے جو اس کی شرافت وکرامت پر دال ہے۔ جس طرح بیت اللہ اور ناقۃ اللہ وغیرہا کہا جاتا ہے اسی اضافت کی بدولت تجلیات رحمانیہ کی قبولیت کی استعداد محض اسی میں پائی جاتی ہے اور اسی بناء پر اسے خلافت کا مستحق قرار دیا گیا اور نور معرفت اور نارِ عشق کا اہل ٹھہرا اور تجلیات ذاتیہ وصفاتیہ وظلالیہ کا مہبط بنا۔ ملاحظہ ہو صَارَ مُسْتَحِقًّا لِلْخِلَافَةِ اَهْلًا لِنُوْرِ الْمَعْرِفَةِ وَنَارِ الْعِشْقِ وَمَهْبَطًا لِلتَّجَلِّيَاتِ الذَّاتِيَةِ وَالصِّفَاتِيَةِ وَالظِّلَالِيَةِ[1]

---

[1] تفسیر مظہری

دفترِ اوّل مکتوب ۱۱۴

مکتوب الیہ

حضرت شیخ صوفی قربان رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

سعادت دارین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی متابعت کے ساتھ مربوط ہے
حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو طرح کا ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے حضرت صوفی قربان رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔آپ کے نام دو مکتوب ہیں ۔دفتر اول مکتوب ۱۱۴، ۲۸۳۔آپ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے خلفاء میں سے تھے ۔صاحب حال وذوق اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے بڑے پابند تھے۔ (روضۃ القیومیہ رکن اول ۳۳۹)

مکتوب - ۱۱۴

متن حق سبحانہ وتعالیٰ ما مفلسانِ بی سر و برگ را بدولتِ اتباع سیدِ اوّلین وآخرین کہ بطفیلِ دوستیِ او کمالاتِ اَسمائی و صفاتی خودرا در عرصۂ ظہور آورد و او را بہترینِ جمیعِ کائنات خلق کرد عَلَیْہِ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُہا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُہا مشرَّف گرداناد و بران استقامت بخشاد کہ ذرۂ این مُتابعتِ مرضیّہ از جمیعِ تلذُّذاتِ دنیاوی و تنعُّماتِ اُخروی بمراتب بہتر است فضیلت منوط بمتابعتِ سُنّتِ سنیّۂ اوست

ترجمہ: حق سبحانہ وتعالیٰ ہم بے بضاعت مفلسوں کو سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی دولت اور اس پر استقامت عطا فرمائے جن کی دوستی کے طفیل حق تعالیٰ اپنے اسمائی وصفاتی کمالات کو ظہور میں لایا اور ان کو جمیع کائنات میں سے بہترین قرار دیا۔ آپ کی پسندیدہ متابعت کا ایک ذرہ تمام دنیوی لذات واخروی تنعّمات سے مرتبہ میں کہیں زیادہ بڑھ کر ہے، فضیلت ان کی روشن سنت کے ساتھ وابستہ ہے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی تلقین فرمارہے ہیں۔ دراصل انسان کیلئے سعادت ابدی اور کرامت سرمدی حق تعالیٰ جل سلطانہٗ کی محبت کے ساتھ وابستہ ہے اور اس دولت قصویٰ اور سعادت عظمیٰ کا حصول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے ساتھ مربوط ہے اور یہ نعمت کبریٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع پر موقوف ہے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[1] سے واضح ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اتباع (متابعت) کی قدرے وضاحت کردی جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْق

حضرت امام ابوالحسن آمدی رحمۃ اللہ علیہ اتباع کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اَلْاِتِّبَاعُ فِی الْفِعْلِ هُوَ التَّاَسِّیْ بِعَیْنِهٖ وَالتَّاَسِّیْ اَنْ تَفْعَلَ مِثْلَ فِعْلِهٖ عَلٰی وَجْهِهٖ مِنْ اَجْلِهٖ[2] یعنی کسی کے فعل میں اتباع کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اس فعل کو اسی طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس وجہ سے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے۔

حضرت علامہ آمدی اطاعت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

مَنْ اَتٰی بِمِثْلِ فِعْلِ الْغَیْرِ عَلٰی قَصَدِ اِعْظَامِهٖ فَهُوَ مُطِیْعٌ لَّهٗ[3]

یعنی جب کوئی شخص کسی دوسرے کی عظمت کے پیش نظر اس کے فعل کی مانند کسی فعل کا اکتساب کرے تو وہ اس کا مطیع کہلاتا ہے۔

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت دونوں کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشادات باری تعالیٰ فَاتَّبِعُوْنِیْ اور اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ[4]

---

[1] آل عمران ۳۱ [2] الاحکام فی اصول الاحکام ۱/ ۸۸ [3] الاحکام فی اصول الاحکام ۱/ ۹۱ [4] النسآء ۵۹

سے عیاں ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے جیسا کہ آیہ کریمہ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[1] سے واضح ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت (سنت)، دارین کی سعادتوں اور کونین کی عظمتوں کی ضامن ہے بنابریں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس خواہش کا اظہار فرمارہے ہیں کہ باطن کو نسبت خواجگان (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) سے معمور رکھا جائے اور ظاہر کو متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے آراستہ رکھا جائے۔

بلینہ:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو طرح کا ہے ایک بطریق عبادت اور دوسرا عرف وعادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ یہ دین میں نئی بات ہے جو مردود ہے اور وہ عمل جو عرف وعادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا ہونا، نہ ہونا عرف وعادت پر مبنی ہے نہ کہ دین ومذہب پر۔ کیونکہ بعض شہروں کا عرف، دوسرے شہروں کے عرف سے مختلف ہے اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ہونا ظاہر ہے البتہ عادی سنت کو مدنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔[2]

---

[1] النسآء ۸۰ [2] دفتر اول مکتوب ۲۳۱ (مزید تفصیلات کیلئے البینات شرح مکتوبات مکتوب ۷۷ جلد دوم ملاحظہ فرمائیں)

متن اہل ضلالت ریاضات و مجاہدات بسیار کردہ اند امّا چون موافقِ شریعتِ حقہ نیستند بی اعتبار و خوار اند اگر اجری بران اَعمالِ شاقہ مترتب میشود ہم مقصور بہ بعضی منافع دنیوی ست تمام دنیا چیست تا بعضی منافع او را کسی اعتبار نہد مَثَلِ ایشان مَثَلِ کنّاسی ست کہ ریاضتش از ہمہ بیش ست و اُجرتش از ہمہ کمتر مثلِ تابعانِ شریعت مثلِ آن جماعت ست کہ در جواہرِ نفیسہ بالماساتِ لطیفہ کار میکنند عملِ اینہا در نہایتِ قلّت ست و اَجرِ ایشان در غایتِ رفعت

ترجمہ: گمراہ لوگوں نے ریاضتیں اور مجاہدے بہت کئے ہیں لیکن چونکہ وہ شریعت حقہ کے موافق نہیں ہیں اس لئے بے اعتبار اور بے حیثیت ہیں اگر ان اعمال شاقہ پر کچھ اجر ثابت بھی ہو تو وہ صرف بعض دنیوی منافع پر منحصر ہے، جب پوری دنیا ہی کچھ حیثیت نہیں رکھتی تو اس کے کسی منافع کا کوئی کیا اعتبار کرے۔ ان کی مثال ایسے خاکروب کا مانند ہے جس کی محنت سب سے زیادہ اور مزدوری سب سے کم ہے اور شریعت کے فرماں برداروں کی مثال اس جماعت کی سی ہے جو قیمتی جواہرات اور عمدہ ہیروں کے ساتھ کام کرتے ہیں کہ ان کا کام بہت تھوڑا اور مزدوری بہت زیادہ ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز غیر شرعی ریاضتوں اور مجاہدوں کی مذمت بیان فرمارہے ہیں۔ریاضت کی دو قسمیں ہیں

۱......ریاضتِ تابعین ۲......ریاضتِ منکرین

ریاضتِ تابعین

یہ ہے کہ جس میں سالک احکام شرعیہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے مطابق مجاہدہ وریاضت بجالاتا ہے جونفس کی اصلاح واطمینان اور تزکیہ کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔یہ اولیائے کرام کی ریاضت ہے جس کی بدولت انہیں ولایت، قربِ خداوندی جل سلطانہٗ باطنی کمالات اور عالم وجوب کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔

ریاضتِ منکرین

یہ ہے کہ جو غیر شرعی چلّوں ،دھوں اور اربعین وغیرہا پر مشتمل ہوتی ہے یہ جوگیوں، برہمنوں، پادریوں اور حکمائے یونان کی ریاضت ہے۔ ان لوگوں کو ان ریاضتوں کی وجہ سے بعض ظاہری کمالات ومکشوفات بھی حاصل ہوجاتے ہیں جوسراسر استدراج ہیں لیکن وہ ولایت وقرب خداوندی اور باطنی کمالات سے محروم ہوتے ہیں۔

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ غیر مسلموں کو ریاضات ومجاہدات کی بناپر تصفیۂ نفس تو حاصل ہو جاتا ہے لیکن تزکیۂ نفس میسر نہیں ہوتا۔تزکیۂ نفس محض ایمان کے ساتھ مربوط ہے جو دارین کی فلاح وصلاح کا باعث ہے جیسا کہ آیت کریمہ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی [1] سے واضح ہے۔تصفیۂ نفس کی مثال عمل ملمع سازی کے ذریعے تانبے کوسونا بنانے کی مانند

---

[1] الاعلیٰ ۱۴

ہے جبکہ تزکیۂ نفس کی مثال عمل کیمیا کے ذریعے تانبے کو خالص سونا بنانے کی طرح ہے۔

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ تزکیۂ نفس کسی شیخ کامل مکمل کی صحبت اور توجہات قدسیہ کے ساتھ مربوط ہے کیونکہ اس کی توجہ کبریت احمر کی مانند ہے۔ بقول شاعر

آنان کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند
در مس قلب من اے مظہر حق کن نظری
زانکہ اکسیر اثر نرگس شہلا داری
بنشیں بہ گدایاں بہ در دوست کہ ہر کس
بنشست بایں طائفہ شاہی شد و برخاست

اور جب کسی طالب صادق کو شیخ کامل مکمل کی توجہات قدسیہ میسر ہو جاتی ہیں تو وہ ابنائے جنس سے بے نیاز اور ممتاز ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر

یک نظر کن تا کہ مستغنی شوم از ابنائے جنس
سگ چو شد منظور نجم الدین سگاں را سرور است

بینہ نمبر۳:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کو اسباب کے پردوں میں مستور کر رکھا ہے اس لئے اس کی عادت جاریہ کے مطابق اکثر امور تدریجاً سرانجام پاتے ہیں۔ بنابریں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر متعدد بار ہوا حالانکہ وہ اس امر پر قادر تھا کہ بدون شق صدر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو جملہ بشری لوازمات وصفات سے مصفّٰی ومزکّٰی کر کے کمال طہارت عطا کر دے یونہی سالکین کی

باطنی تربیت اور تصفیہ وتزکیہ، شیخ کامل ومکمل کی توجہات قدسیہ کی بدولت تدریجاً انجام پاتا ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ

متن

عمل کہ بموافقتِ شریعت واقع میشود مرضئ حق ست سبحانہٗ وخلافِ آن نامرضئ اوتعالیٰ پس در نامرضی چہ جائی ثواب بلکہ متوقَّع عقاب ست

ترجمہ: جوعمل شریعت کے موافق ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کا پسندیدہ ہوتا ہے اور جو خلاف شریعت ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کا ناپسندیدہ۔ پس ناپسندیدہ اعمال کی صورت میں ثواب کی کہاں گنجائش ہے بلکہ عذاب متوقع ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے مطابق کیے گئے اعمال، حق تعالیٰ کے پسندیدہ ہونے کی وجہ سے اجروثواب کا موجب ہیں جبکہ غیر شرعی اعمال، حق تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہونے کی بنا پر عتاب وعذاب کا باعث ہیں۔ ناپسندیدہ اعمال کے مرتکب کی صحبت کے اثرات، بدہوتے ہیں جبکہ اعمال صالحہ بجالانے والے عارف کی صحبت، قلبی امراض کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ بقول شاعر

کاملے گر خاک گیرد زر شود دست — ناقص ار زر برد خاکستر شود
ناقص دست شیطان است و دیو — زانکہ اندر دام تلبیس ست و
چوں قبولِ حق بود آن مرد راست — ریودست او در کارہا دست خدا ست

جہل آید پیش او دانش شود   جہل شد علمی کہ در ناقص رود

دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

پسرِ نوح با بداں بنشست
خاندانِ نبوتش گم شد
سگِ اصحاب کہف روزے چند
پے نیکاں گرفت مردم شد

دفترِ اوّل مکتوب ۱۱۵

مکتوب الیہ

حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

سات قدم سے مُراد سات لطائف ہیں

تجلّی ذاتی کے دو مفہوم

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ کے نام صرف دو مکتوب ہیں دفتر اول ۱۱۵ دفتر دوم مکتوب ۲۹۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ محرم ۹۵۸ھ بعہد سلیم شاہ سوری دہلی میں ولادت ہوئی۔ اپنے والد ماجد حضرت سیف الدین قادری سے تعلیم و تربیت پائی اور قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ کو بچپن ہی سے حصول علم کا اسقدر ذوق تھا کہ والد کے منع کرنے کے باوجود شب کو کافی رات تک مطالعہ کتب میں مشغول رہتے تھے۔ ۹۹۵ھ میں حج کیلئے تشریف لے گئے وہاں شیخ عبدالوہاب متقی سے اکتساب فیض کیا پھر دہلی واپس آ کر حضرت خواجہ باقی باللہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی اور مہرولی میں مزار پرانوار ہے۔ تاریخ ولادت ''شیخ اولیاء'' اور تاریخ وفات ''فخر العلما'' سے نکلتی ہے۔

مکتوب - ۱۱۵

متن این راہ کہ ما در صَدَدِ قطع آنیم ہمگی ہفت گام ست دو گام در عالم خلق ست وپنج گام در عالمِ اَمْر بگامِ اول کہ در عالمِ اَمر میزنند تجلّیِ اَفعال رُومیدہد وبگامِ دوم تجلّیِ صفات وبگامِ سوم شروع در تجلّیاتِ ذاتیہ می افتد

ترجمہ: یہ راستہ جس کو طے کرنے کے ہم در پے ہیں وہ صرف سات قدم ہے، دو قدم عالم خلق میں ہے اور پانچ قدم عالم امر میں ۔ عالم امر میں پہلا قدم رکھنے پر تجلی افعال کا ظہور ہوتا ہے، دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز راہ طریقت کا اجمالی تذکرہ فرما رہے ہیں۔ دراصل حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ پچاس ہزار سال کی مدت کا ہے جس میں سالک کو ستر ہزار حجابات پھاڑنے پڑتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ[1] اور حدیث قدسی اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ

---

[1] المعارج ۴

مِنْ نُوْرٍ وَّظُلْمَةٍ [۱] سے مفہوم ومعلوم ہوتا ہے اور مشائخ طریقت نے اپنے مریدین کی تسلی وتشفی اور حوصلہ بڑھانے کیلئے راہ سلوک کو سات لطیفوں کے مطابق سات قدم کہا ہے اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار نورانی وظلمانی پردے پھاڑنے پڑتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک مقام پر رقمطراز ہیں

نزد فقیر یک قدم بہ از ہزار قدم است

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

نزد فقیر یک گام زدن برابر ہزار گام است بطریق دیگر یعنی فقیر کے نزدیک دیگر سلاسل طریقت کی نسبت ایک قدم ہزار قدم کے برابر ہے۔

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ بعض مشائخ نے اپنے شیخ کامل ومکمل کی دعا ونگاہ سے پچاس ہزار سالہ راستہ ایک سال میں طے کیا ہے بعض نے ایک مہینے میں طے کیا بعض نے ایک ہفتے میں طے کیا ہے بعض نے ایک دن میں اور بعض عارفین نے ایک آہ میں سارا راستہ طے کیا ہے۔

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ
سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ
منزلِ عشق بسے دُور دراز است ولے
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

اسی مفہوم کو اقبال مرحوم نے یوں ادا کیا ہے

---

[۱]

عشق کی اک جست نے طے کردیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ ظلمانی حجابات سے مراد غفلت کے پردے ہیں اور نورانی حجابات سے مراد حق تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے حجاب ہیں۔ حجاب کے اٹھنے یا پھاڑنے کا مطلب یہ ہے کہ سالک ہر قدم میں بشری کثافتوں اور قلبی کدورتوں سے دور ہوتا جاتا ہے اور قرب خدا کی منزلوں میں گم ہوتا جاتا ہے۔ اس مقام کو فنا و بقا سے تعبیر کیا جاتا ہے یہاں تک کہ سالک ولایت خاصہ کے مرتبہ پر فائز المرام ہو جاتا ہے وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔ حضرت حافظ شیرازی نے کیا خوب فرمایا:

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجابِ خودی حافظا از میاں برخیز

بینہ نمبر ۳:

یہ امر مستحضر رہے کہ مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین سلوک کی ابتداء، عالم امر سے شروع کرواتے ہیں فلہٰذا لطیفہ قلب کی سیر کے دوران سالک پر تجلی افعال کا ظہور ہوتا ہے جسے تجلیات صفات اضافیہ بھی کہا جاتا ہے، لطیفۂ روح کی سیر کے دوران تجلیات صفات ذاتیہ ظاہر ہوتی ہیں، لطیفۂ سرّ کی سیر کے دوران تجلیات شیونیہ جلوہ گر ہوتی ہیں، لطیفۂ خفی کی سیر کے دوران تجلیات صفات سلبیہ کا ظہور ہوتا ہے جسے اعتبارات ذاتیہ بھی کہتے ہیں اور لطیفۂ اخفیٰ کی سیر کے دوران تجلیات جامع صفات ثبوتیہ و سلبیہ رونما ہوتی ہیں، اسے شان کلی سے بھی موسوم کرتے ہیں۔

بینہ نمبر ۴:

اہل طریقت کے نزدیک تجلیات ذاتیہ کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے

۱.......تجلی ذاتی بمعنی اعمّ ۲.......تجلی ذاتی بمعنی اخص

تجلی ذاتی بمعنی اعمّ

تجلی ذاتی بمعنی اعمّ سے مراد تجلیاتِ شیونات، تجلیاتِ اعتبارات اور تجلیاتِ ذات ہیں۔ صفات سے صفات ثمانیہ حقیقیہ مراد ہیں جو وجود خارجی رکھتی ہیں مگر زاید بر ذات ہیں جبکہ شیونات و اعتبارات خارجی وجود نہیں رکھتے بلکہ ان کا وجود انتزاعی ہے فلہٰذا یہ مُنْتَزِعٌ عَنِ الذَّاتِ ہیں۔

تجلی ذاتی بمعنی اخص

تجلی ذاتی بمعنی اخص سے مراد ذاتِ بحت جل سلطانہٗ ہے جو ہر قسم کے شائبہ تشبیہہ سے وراء ہے۔

بینہ نمبر ۵:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ کا ظہور ہوتا ہے۔ لطیفہ ءسرّ میں تجلیات شیونات اور لطیفہ ءخفی میں تجلیاتِ اعتبارات اور لطیفہ ءاخفٰی میں تجلیات ذات جلوہ گر ہوتی ہیں یعنی آپ نے تجلیات ذاتیہ میں شیونات اور اعتبارات کو بھی شامل فرمایا ہے۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۱۶

مکتوب الیہ

حضرت مُلّا عبد الواحد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

قبورِ اولیاء سے حصولِ فیض فنائے قلب پر موقوف ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت ملا عبدالواحد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ کے نام تین مکتوبات ہیں دفتر اول مکتوب ۱۱۶، ۳۰۷ دفتر دوم مکتوب ۷۰۔ آپ کو بھی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تربیت حاصل کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ آپ کثیر المراقبہ اور کثیر العبادت تھے۔ ایک روز آپ نے خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ''کیا جنت میں نماز ہوگی''؟ انہوں نے جواب دیا ''نہیں کیونکہ جنت دار جزا ہے دار عمل نہیں''۔ اس پر آپ نے ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور کہا ''آہ نماز اور اس بے نیاز کی عبادت کے بغیر کس طرح زندگی گذاریں گے''۔ (زبدۃ المقامات)

مکتوب - ۱۱۶

متن سلامتی قلب موقوف بر نسیانِ ماسویٰ ست از قلب بحدیکه اگر بہ تکلّف یادش دہند بیاد نیارد برین تقدیر خُطورِ ماسویٰ را معنی نباشد اینحالت معبَّر بفنائی قلبی ست وقدم اول ست درین راہ و مبشّرِ کمالات مراتبِ ولایت ست عَلٰی تَفَاوُتِ دَرَجَاتِ الْاِسْتِعْدَاد ہمت را بلند دارند و بجوزی و مویزی قناعت نکنند اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ

ترجمہ: قلب کی سلامتی قلب سے ماسوا کے نسیان پر موقوف ہے یہاں تک کہ اگر تکلف کے ساتھ یاد کرنا چاہیں تو بھی یاد نہ آئیں، اس صورت میں غیر خدا کا گزر بھی دل پر نہیں ہوتا۔ پس اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کرتے ہیں اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے اور اس سے استعداد کے مطابق کمالات ولایت کے مرتبوں کے درجات کی بشارت ملتی ہے پس ہمت کو بلند رکھیں اور اخروٹ و منقّٰی پر قناعت نہ کریں، حق تعالیٰ بلند ہمت لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سلامتی قلب کا ذکر فرمارہے ہیں جو اغیار کی محبت سے آزاد اور بیزار ہوجانے اور ماسویٰ اللہ کے نسیان پر موقوف ہے جسے فنائے قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے جو قرب خدا تک رسائی کا پہلا زینہ ہے۔ اس کے بعد باطنی استعداد اور سنت وشریعت کی پیروی کے مطابق درجات ولایت حاصل ہوتے ہیں اس لئے سالک کو معمولی اشیاء پر قناعت نہیں کرنا چاہئے بلکہ بلند ہمتی کے ساتھ راہ سلوک کو طے کرنا چاہئے تاکہ ماسویٰ اللہ کی محبت سے نجات اور حریم قدس جلّ سلطانہ تک شرف باریابی میسر ہوسکے۔ بقول شاعر

ایں سرائے و باغ تو زندانِ تو
خان و مان تو بلائے جانِ تو

جب سالک کو فنائے قلب نصیب ہوجاتی ہے اور وہ خلوت درانجمن کے مرتبہ پر فائز ہوجاتا ہے اور دست بہ کار و دل بہ یار کے مطابق اس کی کیفیت ہوجاتی ہے تو دنیوی مصروفیات اور کاروبار حیات اس کے لئے باعث نقصان نہیں ہوتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [1] سے واضح ہے اور اس کی کیفیت کچھ یوں ہوتی ہے بقول شاعر

بے غم و دردِ تو صد حیف زعمرے کہ گذشت
پیش ازیں کاش گرفتار غمت می بودم
بعد ازیں دست من و دامن دوست
بعد ازیں گوشِ من و حلقہء یار

---

[1] النور ۳۷

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ مکتوب الیہ کو حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے لطیفہء قلب کامل طور پر طے نہ ہونے کی وجہ سے دنیوی کاموں میں مشغول ہونے سے منع فرمایا تھا کہ مبادا رجعت واقع ہو جائے ورنہ جس سالک کا لطیفہء قلب مکمل طور پر طے ہو جاتا ہے، تو بشری صفات اس میں عود نہیں کرتیں۔

بینہ نمبر ۲:

عُرْوَۃُ الْوُثْقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تک صوفی و سالک کو فنائے قلب کلیتًا میسر نہیں ہو جاتی وہ قبور اولیاء سے استفاضہ اور استفادہ نہیں کرسکتا۔ اسی مقام پر خواجہء بزرگ حضرت شاہ نقشبند بخاری اویسی قدس سرہُ ارشاد فرماتے ہیں

ع تُو تا کے گورِ مرداں را پرستی

یہ فرمودہ مبتدی سالکین کے احوال کے مطابق تو درست ہے جنہوں نے ہنوز فنائے قلب حاصل نہیں کی ورنہ جن صوفیاء کو کمالِ فنائے قلب میسر ہو جاتا ہے وہ قبور اولیاء سے بھی فیض حاصل کرتے ہیں بلکہ اگر مشائخ کرام کی توجہات قدسیہ ان کے شامل حال ہو جائیں تو فبہا وگرنہ وہ بالذات عالم قدس سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ

دفترِ اوّل مکتوب ۱۱۷

مکتوب الیہ

حضرت ملا یار محمد قدیم بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

مُرید کیلئے اپنے شیخ کی محبّت و صحبت حصار کی حیثیّت رکھتی ہے

مشائخ کے اپنے مُریدین کو دیگر مشائخ کی مجالس سے روکنے کی وجوہات

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت ملّا یار محمد قدیم بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ آپ کے نام دو مکتوب ہیں دفتر اول مکتوب ۱۱۷......۲۱۱۔ آپ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم مرید اور ممتاز خلفاء میں سے تھے اور قائم اللیل، صائم النہار، کثیر السکوت والمراقبہ تھے۔ حضرات نقشبندیہ کی بعض خصوصیات آپ کی پیشانی سے ظاہر ہوتی تھیں۔ خوش سیرتی کے ساتھ ساتھ خوبصورت بھی تھے۔ ۱۰۴۶ھ میں حج کی سعادت سے مشرف ہوئے پھر آگرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں انتقال ہوا۔

مکتوب - ۱۱۷

متن چند گاہ قلب تابعِ حس ست پس ناچار ہر چہ از حس دُور ست از قلب نیز دُور ست حدیث مَنْ لَّمْ یَمْلِكْ عَیْنَهٗ فَلَیْسَ الْقَلْبُ عِنْدَهٗ اشارہ باین مرتبہ است و در نہایتِ کار چونکہ قلب را تبعیتی بحس نماند دُوری از حس در قربِ قلبی تاثیر نکند لہذا مشائخ طریقت مبتدی و متوسط را مُفارقت از صحبتِ شیخ کامل مکمل تجویز نفرمودہ اند

ترجمہ: ایک مدت تک قلب، حسّ کے تابع رہتا ہے پس لامحالہ جو کچھ حسّ سے دور ہے وہ قلب سے بھی دور ہے۔ حدیث شریف مَنْ لَّمْ یَمْلِكْ عَیْنَهٗ فَلَیْسَ الْقَلْبُ عِنْدَهٗ (جس شخص کی آنکھ اس کے اپنے قبضے میں نہیں ہے اس کا دل بھی اس کے قابو میں نہیں ہے) اس حدیث میں اس مرتبہ کی طرف اشارہ ہے اور نہایت کار (انتہائے سلوک) میں جب قلب، حسّ کی تابعداری میں نہیں رہتا تو حس کی دوری قربِ قلب میں اثر انداز نہیں ہوتی۔ لہذا مشائخ طریقت مبتدی اور متوسط کو شیخ کامل مکمل کی صحبت سے مفارقت تجویز نہیں فرماتے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جب تک سالک کا قلب، دنیوی تعلقات سے آزاد اور اغیار کی محبتوں سے بیزار نہیں ہو جاتا وہ (قلب) مظاہر جمیلہ اور مناظر حسنہ کے دیکھنے سے متاثر و مغلوب ہو جاتا ہے نتیجتاً سالک ان مظاہر کی رنگینیوں اور مناظر کی رعنائیوں میں گم ہو کر گناہ میں مشغول ہو جاتا ہے اسی لئے مبتدی اور متوسط سالکین کو صحبت شیخ کی تلقین و ترغیب دی جاتی ہے کیونکہ شیخ کی صحبت و محبت مریدین کیلئے حصار کی حیثیت رکھتی ہے تاکہ ان کے قلوب ماسوا اللہ کے تعلقات سے چھٹکارا حاصل کرلیں اور ان کے قلب و نظر پر شیخ کی محبت مستولی رہے اور وہ اغیار کی دید و شنید سے محفوظ رہیں بصورت دیگر حسین و جمیل مناظر کی نشیلی اداؤں اور سریلی نواؤں سے ان کے قلوب میں اغیار کی محبت گھر کر جاتی ہے اور وہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں جیسا کہ حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات مَنْ لَّمْ يَمْلِكْ عَيْنَهٗ فَلَيْسَ الْقَلْبُ عِنْدَهٗ سے عیاں ہے۔ مشائخ نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک اسی کو نظر بر قدم کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا يَا اَنَسُ اِجْعَلْ بَصَرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ یعنی اے انس! اپنی نگاہ کو جائے سجدہ پر رکھا کرو۔[1]

حضرت شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہ العزیز آیہ کریمہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ[2] کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں اَبْصَارُ الرُّؤُسِ عَنِ الْمَحَارِمِ وَ اَبْصَارُ الْقُلُوْبِ عَمَّا سِوَا اللّٰهِ (یعنی چشم ہائے ظاہری کو حرام چیزوں سے بچائیں اور چشم باطن کو ماسوا اللہ سے بچائیں)۔ یعنی مؤمن حرص انگیز اشیاء سے نگاہیں

---

[1] مشکوٰۃ ۹۱ [2] النور ۳۰

پھیر لیں اور مشاہدۂ حق کے سوا کسی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں۔[1]

قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجھے نصیحت فرمائی اِحْبِسْ حَوَاسَكَ. یعنی اغیار کی طرف سے حواس بند کرلو۔

حضرت مولانا روم مستِ بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا

چشم بند و لب بہ بند و گوش بند
گر نہ بینی سِرّ حق بر من بخند

البتہ منتہی سالک و عارف دنیا و مافیہا سے اعراض اور حق میں انہماک، غیر سے نسیان اور یار کا عرفان، کثرت سے بیزاری اور وحدت میں گرفتاری، فانی سے فراق اور باقی سے وصال ہونے کی بنا پر مظاہر جمیلہ سے مغلوب نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ وہ ماحول سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ ابوالوقت ہونے کی وجہ سے ماحول کو متاثر کر دیتا ہے۔ اسی لئے مریدین کو اپنے شیخ کی حرکات وسکنات پر اعتراض کرنے سے گریز کرنا لازم ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ سالک کو ایسے شیخ کامل مکمل کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کرنا چاہئے جس کی معیت بدنی اور صحبت جسمانی بآسانی میسر ہو سکے تاکہ وہ امراض باطنیہ کا علاج کروا سکے اور اس کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو سکے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ مشائخ طریقت کے اپنے مریدین کو دوسرے مشائخ کی مجالس سے روکنے کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔

---

[1] کشف المحجوب ونفحات الانس

مشائخ طریقت اپنے مریدین کو دوسرے مشائخ کی صحبت سے بربنائے حسد نہیں روکتے بلکہ اس لئے روکتے ہیں کہ جیسے ماہر اور حاذق طبیب کسی شخص کے مرض کی تشخیص کر کے نسخہ تجویز کرتا اور نہایت محتاط طریقے سے اس کا علاج کرتا ہے اور اگر دوران علاج کسی نااہل اور نیم حکیم سے بھی علاج شروع کر دیا جائے تو مزاج بگڑ جانے کی وجہ سے مرض گھٹنے کی بجائے بڑھ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔

چونکہ صوفیائے کاملین باطنی امراض کے روحانی طبیب ہوتے ہیں ممکن ہے وہ مریدین کی باطنی استعداد کے مطابق انہیں اجمالی سلوک طے کروانا چاہتے ہوں اور دوسرا شیخ انہیں تفصیلی سیر کے مطابق اسباق کی تلقین کر دے۔ یوں اسباق و توجہات کے مختلف ہونے سے مریدین کا روحانی مزاج بگڑ جائے گا اور ان کی منزل کھوٹی ہو جائے گی۔

نیز مشائخ کاملین اپنے مریدین کو روحانی استحقاق کی بنا پر صحبت ناجنس سے اس لئے روکتے ہیں کیونکہ مریدین اپنے شیخ کی معنوی اولاد ہوتے ہیں۔ غیرت طریقت کی وجہ سے وہ اپنے اطفالِ طریقت کو دوسروں کے حوالے نہیں ہونے دیتے البتہ اگر کوئی شیخ کسی مرید کی روحانی تربیت سے خود بخود دستبردار ہو جائے یا اسے کسی دوسرے شیخ کی صحبت اختیار کرنے کی اجازت دے دے تو یہ امر آخر ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ

بینہ نمبر ۳:

یاد رہے کہ بعض ناقص مشائخ اپنے مریدین کو دوسرے مشائخ کی صحبت و حلقہ ہائے ذکر و فکر سے حسد و عداوت کی بنا پر روکتے ہیں جو نہایت ناپسندیدہ اور قابل مذمت ہے۔

بینہ نمبر ۴:

یہ امر متحضر رہے کہ جب سالک فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ اور بقا باللہ طریقت کے ان چاروں مراحل طے کر لیتا ہے تو ایسے منتہی عارف کو اگر شیخ کی ظاہری صحبت میسر نہ بھی ہو سکے تو پھر بھی شیخ کی توجہات قدسیہ کی بدولت اس میں اس قدر روحانی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ عالم قدس سے براہ راست فیض حاصل کر سکتا ہے۔

بینہ نمبر ۵:

یہ بھی یاد رہے کہ کسی سالک کو اپنے شیخ کامل کی صحبت ظاہری کسی وجہ سے اگر میسر نہ ہو سکے تو اسے اپنے شیخ کے ساتھ روحانی رابطہ اور قلبی معیت ضرور رکھنا چاہیے جسے تصوّر شیخ کہا جاتا ہے تا کہ اسے مَالَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ کے مصداق باطنی ارتقاء نصیب ہوتا رہے کیونکہ مبتدی اور متوسط سالکین کے عالم قدس کے ساتھ عدم مناسبت کی وجہ سے وہ براہ راست فیض حاصل نہیں کر سکتے اور حصول فیض میں تصوّر شیخ، رابطہ اور برزخ کا کام دیتا ہے کیونکہ فائدہ کے اعتبار سے تصوّر شیخ، ذکر سے بھی بہتر ہے۔ قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہُ العزیز نے کیا خوب فرمایا

سایۂ رہبر بہ از ذکرِ حق

دفتر اوّل مکتوب ۱۱۸

مکتوب الیہ

حضرت مُلا قاسم علی بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

اہلُ اللہ کی شان میں زبان درازی اور گستاخی
دونوں جہاں میں خسارے کا باعث ہیں

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت ملا قاسم علی بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے لیکن حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں جو مکتوب تحریر فرمائے ہیں ان میں سے مکتوب ۱۱......۱۴ میں آپ سے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ چونکہ آپ بھی ان بزرگوں میں سے ہیں جن کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کیا تھا چنانچہ آپ سالہا سال حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر دریائے معرفت سے گوہر مقصود حاصل کرتے رہے۔

مکتوب - ۱۱۸

متن قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا خواجہ عبد اللّٰہ انصاری می فرمایند الٰہی ہر کرا خواہی بر اندازی با ما در اندازی **بیت**

ترسم آنقوم کہ بر دُرد کشان میخندند
بر سرِ کارِ خرابات کنند ایمان را

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا[1] جو شخص اچھا عمل کرتا ہے وہ اپنے لئے ہی کرتا ہے اور جو کوئی برا کام کرتا ہے اس کی برائی بھی اسی پر ہے۔ خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارالہا جس کو تو ذلیل کرنا چاہتا ہے وہ ہمیں طعن و تشنیع دینے میں پڑ جاتا ہے

طعن کیوں کرتے ہو ان پر جو پیئے ہیں تلچھٹ　　میکدے پر کہیں ایمان نہ کھو بیٹھو تم

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اہل اللہ کی شان میں دریدہ دہنی و زبان درازی و گستاخی اور طعن و تشنیع کرنے والوں کی مذمت فرما رہے

---

[1] حٰمٓ السجدہ ۴۶

ہیں جو تیرہ بختی اور حرماں نصیبی کی علامت اور دینی مضرتوں اور دنیوی ذلتوں کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ ملا عصام سمرقندی ایک صاحب علم و جاہ و منزلت شخص تھا جو امام العارفین حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہُ العزیز کے ساتھ باطنی عداوت رکھتا تھا اور بادشاہِ مملکت کے سامنے آپکی عیب جوئی کیا کرتا تھا۔ شامت اعمال کی بنا پر اس کا ذہنی توازن خراب ہوگیا بالآخر اسی حالت دیوانگی اور پاگل پن میں ہرات میں مرگیا۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ عارفین تکمیلی مراتب اور نزولی مدارج میں بظاہر عامۃ الناس کی مانند ہوتے ہیں مگر بباطن باخدا اور فرشتہ صفت ہوتے ہیں بلکہ ملائکہ پر بھی فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ[1] سے مفہوم ہوتا ہے۔ بنابریں ان کا ادب و احترام ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے، بزرگان دین کا مقولہ ہے مَنْ رَاٰی ظَاهِرَهُمْ خَابَ وَخَسِرَ وَمَنْ رَاٰی بَاطِنَهُمْ اَفْلَحَ وَنَجٰی یعنی جس نے صوفیائے کرام کے محض ظاہر کو دیکھا خائب و خاسر ہوگیا اور جس نے ان کے باطن کو بھی پیش نظر رکھا وہ فلاح و نجات پا گیا۔

لیکن چونکہ اہل اللہ کو پہچاننا ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں اور

ولی را ولی می شناسد

کے مصداق کوئی صاحب نظر ہی انہیں پہچان سکتا ہے فلہٰذا ہر حال میں ہمیشہ ان کا نیاز مند ہی رہنا چاہئے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاهَا

---

[1] البینہ ۷

بینہ نمبر۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ اولیائے محفوظین ہی ملائکہ سے افضل ہیں، عامۃ المسلمین کو یہ مرتبہ حاصل نہیں جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات اَلْمُؤْمِنُ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ بَعْضِ مَلَائِکَتِہٖ [1] سے اور عَنْ اَنَسٍ اَلْمُؤْمِنُ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ مَّلَائِکَتِہِ الْمُقَرَّبِیْنَ [2] سے عیاں ہے۔ نیز کتب عقائد میں ہے

عَامَّۃُ الْبَشَرِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّۃِ الْمَلٰئِکَۃِ یعنی عام بشر (اولیائے کرام) عام فرشتوں سے افضل ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ

بینہ نمبر۳:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ عقائد اسلامیہ کی دو قسمیں ہیں

۱......عقائد قطعیہ ۲......عقائد ظنیہ

مسئلہ تفضیل عقائد ظنیہ میں سے ہے۔ اس لئے اس کے لئے دلائل ظنیہ ہی کافی ہیں، عقائد قطعیہ کی چنداں حاجت نہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ ۵۱۰ [2] کنزالعمال ۱/۱۶۴

دفترِ اوّل مکتوب ۱۱۹

مکتوب الیہ

حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

دیوانگی طریقت کا جزوِ اہم ہے

سالکین کو خلافتِ مقیدہ دینے کی وجوہات

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ مکتوبات شریفہ میں آپ کے نام غالباً سب سے زیادہ (۳۳) مکتوبات ہیں یعنی دفتر اول مکتوب ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۷۳، ۲۰۴، ۲۰۹، ۲۲۴، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۸، ۲۴۶، ۲۵۷، ۲۶۱، ۲۸۱، ۳۱۲ دفتر دوم مکتوب ۴، ۹۲، ۹۹ دفتر سوم مکتوب ۱، ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۶، ۳۰، ۳۶، ۴۹، ۱۰۲۔ خواجہ میر محمد نعمان بن سید شمس الدین یحیٰ بدخشانی معروف بہ میر بزرگ کی ولادت ۹۷۷ھ سمرقند میں ہوئی۔ تاریخ ولادت شیخ جنید سے نکلتی ہے۔ علوم ظاہری کی تکمیل سے فارغ ہو کر حضرت امیر عبداللہ عشقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بلخ حاضر ہوئے اور انہی کے اشارے پر ہندوستان آئے اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا پھر حضرت خواجہ کے ارشاد پر حضرت امام ربانی کی خدمت میں ایک عرصہ گذارا۔ ۱۰۱۸ھ میں حضرت امام ربانی نے آپ کو اجازت نامہ عطا فرما کر برہان پور روانہ کر دیا۔

۱۸ صفر ۱۰۵۸ھ کو اکبر آباد میں وفات پائی۔

مکتُوب ۔۱۱۹

متن این راہ دیوانگی می طلبد در خبر آمدہ است لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ و چون جنون آمد از تدبیرِ زن و فرزند فارغ گشت و از اندیشۂ کذا وکذا جمعیّت میسّر شد

ترجمہ: یہ راستہ دیوانگی چاہتا ہے حدیث شریف میں وارد ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک لوگ اس کو مجنون نہ کہنے لگیں اور جب دیوانہ پن آ گیا تو بیوی بچوں کی تدبیر سے فارغ ہو گیا اور "ایسا ہوگا ویسا ہوگا" کے اندیشہ سے جمعیت میسر ہوگئی۔

شرح

زیرنظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز جنون کا تذکرہ فرما رہے ہیں درحقیقت جنون اور دیوانگی کو شریعت وطریقت میں ایک خاص مقام حاصل ہے جس کے بغیر اعمال شرعیہ اور مجالس دینیہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتیں اجر وثواب تو ملتا ہے مگر وصلِ یار نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز طریقت میں جنون کی اہمیت کے متعلق یوں

رقمطراز ہیں: دریں راہ اندکی جنون ہم درکاراست یعنی اس راہ طریقت میں تھوڑا سا جنون بھی مطلوب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنون کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اسے دیوانہ نہ کہا جائے۔[1]

ایک روایت میں یوں ہے: اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ یعنی اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو یہاں تک کہ لوگ تمہیں مجنون کہیں۔[2]

کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

چلو اچھا ہوا کام آگئی دیوانگی اپنی
وگرنہ ہم زمانے بھر کو سمجھانے کہاں جاتے
تمہارا۔ نام لینے سے ہی دنیا جان جاتی ہے
نہ ہوتی آپ سے نسبت تو پہچانے کہاں جاتے

اہل جنوں اپنی اس دیوانگی پر نازو فرحت محسوس کرتے ہیں۔ دراصل یہ دیوانگی نہیں بلکہ فرزانگی ہے بقول شاعر

میری دیوانگی عقل و خرد سے لاکھ اچھی ہے
کہ دنیا کی زباں مجھ کو ترا دیوانہ کہتی ہے

مجنون اور دیوانہ شخص مصلحت اندیش اور مفاد خویش نہیں ہوتا بلکہ وہ نتائج کی پروا کئے بغیر رضائے محبوب کی خاطر جان عزیز کو بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔ اس سرفروشی اور جان سپاری کی تاریخ اسلام میں متعدد مثالیں موجود ہیں چنانچہ غزوہ احد کے موقع پر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا مانگی تھی

---

[1] ابن حبان ۲/۹۳ [2] کنزالعمال ۱/۴۱۴

الٰہی میرے مقابلہ میں ایسا کافر بھیج جو بڑا طاقتور، تنومند اور فن حرب وضرب کا ماہر ہو۔ میں تیری رضا کی خاطر اس سے جہاد کروں اور وہ مجھ سے لڑے بالآخر وہ مجھے قتل کر کے میری ناک اور میرے کان کاٹ دے اور جب میں کل قیامت کے روز اس حالت میں تیری بارگاہ ربوبیت میں حاضر ہوں تو تو فرمائے یَا عَبْدِیْ فِیْمَ جُدِعَ اَنْفُكَ وَاُذُنُكَ یعنی اے میرے بندے کسی جرم کی پاداش میں تیری ناک اور کان کاٹے گئے تو میں جواباً عرض کروں فِیْكَ وَفِیْ رَسُوْلِكَ یعنی تیری رضا اور تیرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عشق کے جرم میں میرے ساتھ ایسا ہوا ہے۔ یہ سن کر جواباً تو فرمائے اے میرے بندے! تو سچ کہہ رہا ہے۔

بلینہ:

واضح رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے نگاہ کشف سے بھانپ لیا تھا کہ مکتوب الیہ میں جنون اور دیوانگی ہے جو دنیوی معاملات وتعلقات کے خس و خاشاک کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ یہ خواجہُ بے رنگ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہُ العزیز کے فیوض وبرکات اور آپ کی توجہات قدسیہ کی بدولت پیدا ہوئی تھی جسے آپ مکتوب الیہ کے اندر اجاگر کرنا چاہتے تھے اسی لئے مکتوب الیہ کو دنیوی تعلقات کو ختم کر کے اپنی صحبت ومعیت اختیار کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

متن بالجملہ علاجِ این تفرقہ صحبتِ اربابِ جمعیّت مکرراً وموکّداً نوشتہ شدہ است

ترجمہ: مختصر یہ ہے کہ اس تفرقہ کا علاج ارباب جمعیت کی صحبت ہے اور یہ بات بار بار تاکیداً لکھی گئی ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ سالکین طریقت کے لئے شیخ کامل کی صحبت لازم وضروری ہے خواہ انہوں نے عالم امر کے لطائف بھی طے کر لئے ہوں کیونکہ اس قسم کے سالکین کیلئے دنیوی مصروفیات میں انہماک، رجعتِ قہقہری کا باعث ہوسکتا ہے جبکہ اولیائے کاملین جنہیں تزکیۂ نفس حاصل ہوجائے ان کے لئے دنیوی تعلقات نقصان دہ نہیں ہوتے کیونکہ وہ باہمہ ہوکر بھی بے ہمہ ہوتے ہیں اسی کو خلوت درانجمن کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے بنابریں مبتدی اور متوسط سالکین کو منتہی عارفین پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ بقول شاعر

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

دراصل حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مکتوب الیہ کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ آپ شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہُ العزیز سے خلافت یافتہ ہیں مگر آپ کی خلافت مقیدہ ہے اس لئے اپنے آپ کو کامل نہ سمجھیں بلکہ ہماری صحبت و توجہات قدسیہ میں رہ کر تزکیہ نفس کی دولت سے سرفراز ہوں۔

اہل طریقت نے خلافت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

۱......خلافت مقیدہ ۲......خلافت مطلقہ

خلافت مقیدہ

خلافت مقیدہ اس سالک کو شیخ کامل کی طرف سے عطا ہوتی ہے جس کا ابھی تک تزکیۂ نفس کامل طور پر نہ ہوا ہو بلکہ اس کے بعض لطائف فنا پذیر ہوں۔

خلافتِ مطلقہ

خلافتِ مطلقہ اس عارف کامل کو اپنے شیخ کامل ومکمل کی طرف سے نصیب ہوتی ہے جو لطائف کی فنا اور تزکیہء نفس کے بعد نفسانی خباثتوں اور شیطانی شرارتوں سے محفوظ ہو جائے۔

سالکین کو خلافتِ مقیدہ دینے کی وجوہات

اولیائے کاملین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنے ناقص مریدوں کو بھی خلافت سے نوازتے رہے ہیں جس کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔

- ...... شیخ کامل نگاہ بصیرت اور نظر کشف سے جان لیتے ہیں کہ میرے فلاں مرید میں کامل بننے کی بالقوہ استعداد موجود ہے۔ ہو سکتا ہے زندگی وفا نہ کرے لہٰذا میں ابھی اسے خلافت دے کر فارغ ہو جاؤں۔
- ...... شیخ کامل اپنے ناقص مرید کو خلافت اس لئے دے دیا کرتے ہیں تا کہ وہ حلقہء ذکر قائم کر کے مراقبات کرائے، لوگوں کو راہ سلوک طے کرائے اور ان کی تربیت کرے یوں دوسروں کی تربیت کے ضمن میں اس کی اپنی بھی ساتھ ساتھ تربیت ہوتی رہتی ہے۔

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ عالم امر اور عالم خلق کے لطائف طے ہو جانے کے بعد بھی نفسانی حملوں اور شیطانی تسلّطوں کا خدشہ بدستور رہتا ہے تاوقتیکہ سالک کی بشری کدورتیں معدوم نہ ہو جائیں اور وہ تزکیۂ نفس کی دولت قصویٰ سے سرفراز نہ ہو جائے۔ اس لئے خلیفہ مقید کو اپنے شیخ کامل کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھنا چاہیئے تا کہ اس کی توجہات قدسیہ کی بدولت وہ تکمیلی مراتب طے کر سکے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ خلیفہ مطلق ہی اپنے شیخ کے سجادہ کا وارث، اس کے جملہ تبرکات کا مستحق، قائم مقام اور جانشین ہوتا ہے اور مریدوں کو اپنے نام کا شجرہ دیتا ہے...... جبکہ خلیفہ مقید بطریق سفارت اور بر سبیل نیابت لوگوں سے اپنے ہاتھ پر بیعت لیتا اور انہیں اپنے شیخ کا مرید بناتا ہے اور اپنے شیخ کے نام کا شجرہ دیتا ہے۔ اسے اپنے نام کا شجرہ دینے کی اجازت نہیں ہوتی۔[1]

اس ضمن میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو

گاہ باشد کہ کاملے، ناقصے را اجازتِ تعلیم طریقت می کند ودر ضمنِ اجتماعِ مریدانِ آن ناقص کارِ آں ناقص باتمام می رسد حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللّٰہ علیہ بمولانا یعقوب چرخی علیہ الرحمہ را پیش از وصول بدرجۂ کمال اجازتِ تعلیم طریقت فرمودہ بودند و گفتہ بودند کہ اے یعقوب آنچہ از من بتو رسیدہ است بمردم برساں و کارِ مولانا بعدازاں درخدمتِ خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ سرانجام یافت لہٰذا خدمتِ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللّٰہ علیہ درنفحات مولانا را اول از مریدانِ خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللّٰہ علیہ می شمرد ثانیا بخواجہ نقشبند رحمۃ اللّٰہ علیہ نسبت میکند یعنی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شیخ کامل، کسی ناقص مرید کو تعلیم طریقت کی اجازت دے دیتا ہے اور اس ناقص شخص کے مریدین کے اجتماع کے ضمن میں اس ناقص کا کام بھی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے مولانا یعقوب چرخی علیہ الرحمہ کو درجہ ءکمال تک پہنچنے سے پیشتر ہی

---

[1] ماخوذ از سر دلبراں ۱۵۹

تعلیم طریقت کی اجازت عطا فرمادی تھی اور فرمایا تھا کہ ''اے یعقوب جو کچھ تجھے مجھ سے پہنچا ہے اسے لوگوں تک پہنچاؤ'' حالانکہ مولانا موصوف کا کام اس کے بعد خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہ' کی خدمت میں سرانجام تک پہنچا۔ اسی لئے مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات میں مولانا موصوف کو پہلے خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں شمار کیا ہے پھر خواجہ نقشبند قدس سرہ' کی طرف ان کی نسبت کرتے ہیں۔[1]

---

[1] مبداء ومعاد منہا ۲۹

دفترِ اوّل مکتوب ۱۲۰

مکتوب الیہ

حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

اربابِ جمعیّت ہمہ وقت حق تعالیٰ

کے ساتھ حاضر باش رہتے ہیں

خطا کی اقسام ۔ تابعین میں سے کون افضل ہیں

مکتوب - ۱۲۰

متن فرصت یسیر است در صرف آن دراہم مہام ضروریست وآن صحبتِ اَرْبابِ جمعیّت است

لَاتَعْدِلُ بِالصُّحْبَةِ شَيْئًا

ترجمہ: فرصت بہت کم ہے، اس کو اعلیٰ ترین مقاصد میں صرف کرنا ضروری ہے، اور وہ (اعلیٰ مقصد) ارباب جمعیت کی صحبت ہے، کیونکہ صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارباب جمعیت کی صحبت وملازمت کی تلقین فرمارہے ہیں۔ درحقیقت ارباب جمعیت ان اہل اللہ کو کہا جاتا ہے جنہیں ہمہ وقت حق تعالیٰ کے ساتھ حاضر باش رہنے کی بدولت اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ اس قسم کے مخلصین اور ارباب جمعیت کی خدمت وصحبت، سالکین کیلئے کبریت احمر کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ہی کی برکت تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بعد از انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات تمام انسانوں پر فضیلت وبرتری رکھتے ہیں۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا

صحبت روشندلاں یکدم دو دم
ایں دو دم سرمایۂ بود و عدم

اور جولوگ قلبی اور ذہنی طور پر منتشر اور پراگندہ خیالات ہوتے ہیں اور شب و روز ذاتی مفادات اور دنیوی اغراض کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں ان کی مجلس وصحبت مارِ بد سے بھی بدتر ہے کیونکہ سانپ تو صرف جان لیوا ہے جبکہ اہل دنیا کی صحبت جان اور ایمان دونوں کیلئے نقصان دہ ہے۔ عارف رومی قدس سرہُ العزیز نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے ؎

دور شو از اختلاط یار بد
یار بد بد تر بود از مار بد
مارِ بد تنہا بر جان می زند
یارِ بد بر جان و بر ایمان زند

بلینہ:

واضح رہے کہ جو علماء تصفیہ قلب اور تزکیہء نفس کی دولت سے محروم ہیں اور نہ ہی اس کے حصول کیلئے سرگرم ہیں وہ بھی ارباب جمعیت میں سے نہیں ہیں کیونکہ کتب بینی اور ورق گردانی سے علم وحکمت تو حاصل ہوجاتی ہے مگر اطمینان قلب اور تزکیہ نفس نصیب نہیں ہوتے، اس لئے علماء کو اس نعمت عظمٰی کے حصول کی خاطر کسی صاحب تزکیہء نفس کا نیازمند ہونا پڑتا ہے۔اقبال مرحوم کہتے ہیں

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتب، دیں از نظر

عارف رومی فرماتے ہیں ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن
روئے دل را جانبِ دلدار کن

متن فَلَاجَرَمَ صَارَ خَطَاءُ مُعَاوِيَةَ خَيْرًا مِنْ صَوَابِهِمَا بِبَرَكَةِ الصُّحْبَةِ وَسَهْوُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَفْضَلَ مِنْ صَحْوِهِمَا لِمَا أَنَّ إِيْمَانَ هٰؤُلَاءِ الْكُبَرَاءِ صَارَ بِالصُّحْبَةِ شُهُوْدِيًّا بِرُؤْيَةِ الرَّسُوْلِ وَحُضُوْرِ الْمَلَكِ وَشُهُوْدِ الْوَحْيِ وَمُعَايَنَةِ الْمُعْجِزَاتِ.... وَلَوْ عَلِمَ وَيْسُ فَضِيْلَةَ الصُّحْبَةِ بِهٰذِهِ الْخَاصِيَّةِ لَمْ يَمْنَعْهُ مَانِعٌ مِّنَ الصُّحْبَةِ وَمَا اٰثَرَ شَيْئًا مِّنَ الْاَشْيَاءِ عَلٰى هٰذِهِ الْفَضِيْلَةِ

ترجمہ: یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ہی کی برکت سے ان دونوں کے صواب سے بہتر ہے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا سہو، ان دونوں کے صحو سے افضل ہے کیونکہ ان بزرگوں کا ایمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف زیارت، فرشتہ کی حاضری اور وحی کے مشاہدہ کرنے اور معجزات کے دیکھنے کی وجہ سے شہودی ہو چکا تھا...... اور اگر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو جاتا کہ صحبت کی فضیلت میں یہ خاصیت ہے تو انہیں آپ کی صحبت سے کوئی چیز مانع نہ ہوتی اور وہ اس فضیلت پر کسی چیز کو ترجیح نہ دیتے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقام وعظمت اور مرتبہ ومنزلت کو بیان فرمارہے ہیں جو انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وزیارت کی بدولت میسر ہوئی تھی نیز معجزات کی رؤیت، ملائکہ کی زیارت اور نزول وحی کے مشاہدات کی بناپر انکا ایمان، غیبی نہیں بلکہ شہودی تھا۔
کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

صحابہ وہ کہ جن کی ہر صبح، صبح عید ہوتی تھی
نبی کا قرب حاصل تھا نبی کی دید ہوتی تھی
ملا تھا حق سے یہ مرتبہ عجیب ان کو
محمد کی امامت میں نمازیں تھیں نصیب ان کو

یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا سہو، خیر التابعین حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے صواب ودرستگی سے فضیلت رکھتا ہے۔ اگر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو صحبت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کی تاثیرات وخاصیات معلوم ہوجاتیں تو وہ ہر امر خیر پر صحبت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کو فضیلت وترجیح دیتے۔

بلینہ:

واضح رہے کہ امیر المسلمین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے جیسا کہ حدیث میں ہے اور مجتہد سے درست وخطا دونوں صادر ہوسکتے ہیں۔ خطا کی دو قسمیں ہیں

۱......خطائے عنادی ۲......خطائے اجتہادی

خطائے عنادی

اس کی بنیاد تحقیق حق پر نہیں ہوتی بلکہ عناد اور اتباع ہوائے نفس پر اس کی اساس

ہوتی ہے جس کا مقصد فتنہ وتخریب ہوتا ہے اور یہ مجتہد کی شان کے لائق نہیں۔

خطائے اجتہادی

اس کی بنیاد تحقیق حق پر ہوتی ہے اس لئے اس پر مجتہد سے عنداللہ اصلاً مؤاخذہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ خطامبنی براخلاص اور فساد نیت کے شائبہ سے پاک ہوتی ہے۔

علمائے کرام نے احکام دنیویہ کے اعتبار سے خطائے اجتہادی کی دوقسمیں بیان فرمائی ہیں

۱......خطائے مقرر ۲......خطائے منکر

خطائے مقرر

یہ وہ خطائے اجتہادی ہے کہ جس سے دین میں کوئی فتنہ پیدانہیں ہوتا اس لئے اس میں مجتہد پر نہ انکار ہوگا اور نہ ہی اس کی تذلیل وتفسیق کی جائے گی جیسا کہ عندالاحناف مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا خطائے مقرر ہے۔

خطائے منکر

یہ وہ خطائے اجتہادی ہے کہ جس کے صاحب پر انکار کیا جائے گا کیونکہ اس کی یہ خطا باعث فتنہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے اختلاف اسی قسم کی خطا کا تھا اور فیصلہ وہی ہے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی حق کیلئے تصویب اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت۔[1]

واضح رہے کہ یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا کو خطائے منکر کہا گیا ہے مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ان کے متعلق خطائے منکر کہنا بھی پسند نہیں فرماتے چنانچہ آپ رقمطراز ہیں حضرت مولانا عبدالرحمن الجامی کہ خطاء منکر

---

[1] ماخوذ از بہار شریعت جلد اول ص ۵۸

گفته است نیز زیاده کرده است بر خطا ہر چه زیادت کنند خطا است
یعنی حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جو خطاء منکر کہا ہے انہوں نے بھی زیادتی کی ہے۔ ’’خطا‘‘ پر جو زیادتی کرتے ہیں وہ بھی خطا ہے۔[1]

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا کو خطائے منکر کہنے سے اجتناب کرنا چاہیے بس اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ان سے خطائے اجتہادی سرزد ہوئی وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

تابعین میں سے افضل کون ہیں؟

مظہر کمالات خفی وجلی حضرت شاہ غلام علی دہلوی مجددی قدس سرہٗ العزیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد ’’تابعین عظام میں سب سے افضل کون بزرگ ہیں؟‘‘ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

بعض حضرات نے نسب اور عبادت کے باعث امام العارفین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل قرار دیا ہے...... بعض نے فقر وزہد، ترک وتجرید اور محبت نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) کے باعث حضرت خواجہ اویس قرنی قدس سرہٗ العزیز کو افضل بتایا ہے...... بعض حضرات ترویج شریعت اور تجدید ملت کے باعث حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو افضل کہتے ہیں ...... اور بعض نے اشاعت شریعت اور اجرائے طرق طریقت کی بدولت حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو تابعین میں بہتر جانا ہے۔[2]

محدث کبیر حضرت علامہ ملا علی قاری احراری قدس سرہٗ العزیز تفضیل تابعین کے متعلق رقمطراز ہیں کہ شیخ الاسلام محمد بن حنیف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ افضلیت تابعین میں اختلاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کے نزدیک حضرت سعید بن المسیب

---

[1] دفتر اول مکتوب ۲۵۱ [2] در المعارف

رضی اللہ عنہ سب سے افضل تابعی ہیں، اہل بصرہ کے ہاں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، جبکہ اہل کوفہ کے مسلک کے مطابق حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا درجہ سب سے مقدم ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اِنَّ خَیْرَ التَّابِعِیْنَ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ اُوَیْسٌ سے عیاں ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ[1]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خیر التابعین حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا اجمالی تعارف بیان کر دیا جائے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

حضرت سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی اویس، والد کا نام عامر، والدہ کا نام بدار تھا۔ کنیت ابوعمرو اور قبیلہ اویس میں سے ہونے کی وجہ سے ابوعمرو اویسی کے اسم سے موسوم تھے۔ قرن، یمن کے ایک محلّہ کا نام ہے اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب سب سے پہلے محلّہ قرن کی بنیاد کھود کر ستون قائم کیا گیا تو زمین کے نیچے سے گائے کا سینگ نمودار ہوا چونکہ لغت عرب میں سینگ کو قرن کہا جاتا ہے اس لئے اس محلّہ کا نام ہی قرن مشہور ہو گیا اور حضرت خواجہ بھی اس محلّہ کے باسی ہونے کی وجہ سے قرنی معروف ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گاہے گاہے وفور شوق میں اپنے پیراہن مبارک کے بند کھول کر سینہ مبارک یمن کی طرف کر کے ارشاد فرماتے وَاشَوْقَاہُ اِلٰی لِقَاءِ اِخْوَانِیْ یعنی مجھے اپنے بھائیوں کے ساتھ ملاقات کا شوق ہے نیز ارشاد فرماتے اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ یعنی مجھے یمن کی طرف سے رحمٰن کی خوشبو آتی ہے۔ کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے ؎

---

[1] شرح فقہ اکبر

بوئے جاں می آید از سوئے یمن
از دم جاں پرور ویس قرن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی علامات بتاتے ہوئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو ان سے ملاقات کرے تو فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ [۱] یعنی ان سے اپنے لئے بخشش کی دعا کرائے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ میری امت کے لئے قیامت کے روز قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑ بکریوں کی تعداد کے برابر لوگوں کی شفاعت کریں گے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز معارف لدنیہ میں رقمراز ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ مسند ابدال پر فائز تھے۔

قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے مگر زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ غلبہء حال اور والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر باشی سدّ راہ رہی، جنگ صفین میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ عَاشَ حَمِیْدًا وَمَاتَ شَہِیْدًا

ملک یمن کے شہر زبید میں باہر کی جانب شمالی سمت میں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ ایک قول کے مطابق آپ آذربائیجان کی لڑائی میں شریک ہوئے وہیں آپ کا وصال ہو گیا۔ جب احباب قبر کھودنے لگے تو کھدائی کے دوران اچانک ایسا قبر نما پتھر نمودار ہوا جس میں لحد بنی ہوئی تھی نیز تکفین کے وقت ایک جامہ دان ظاہر ہوا جس میں ایسے کپڑے تھے جو انسان کے بُنے ہوئے نہیں تھے آپ کو انہی کپڑوں کا کفن پہنایا گیا اور اسی قبر میں دفن کیا گیا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

---

[۱] مشکوٰۃ ۵۸۲

امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

آپ قرن اول ۶۳ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی عمر، والد کا نام عبدالعزیز اور دادا کا نام مروان بن حکم تھا جو اموی حکمرانوں میں سے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام نامی حضرت ام عاصم تھا جو خلیفہ المسلمین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں جن کے حسن تربیت اور پاکیزہ دودھ کی برکات وفیضان آپ کی سیرت وکردار میں جلوہ گر تھیں۔ شاہی خاندان کے فرد ہونے کی وجہ سے نہایت ناز ونعم اور عیش وتنعم میں پرورش پائی تھی۔ آپ اپنے دور کے سب سے زیادہ خوش لباس تھے مگر سریر آرائے خلافت ہونے کے بعد آپ کے کپڑوں کو پیوند لگے ہوتے تھے۔ جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو چرواہے تعجب سے کہتے تھے لوگوں پر کون خلیفہ مقرر ہوا ہے کہ ہماری بکریوں کو بھیڑیئے کچھ نہیں کہتے؟۔ ابتداء ہی سے کلیدی عہدوں پر فائز رہے آپ پر خشیت الٰہی کا اس قدر غلبہ رہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ جلالت میں حاضری کے تصور سے ہمیشہ لرزہ براندام رہتے تھے۔ چنانچہ آپ کا قول مشہور ہے

تم لوگ میرے رونے پر ملامت وتعجب نہ کیا کرو کیونکہ اگر فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی ہلاک ہوگیا تو میں اس کا بھی جواب دہ ہوں۔

آپ کے عدل وانصاف کا یہ عالم تھا کہ اعلان عام کر رکھا تھا ''جو شخص ہمیں کسی ظلم کی اطلاع دے یا ایسی بات سے آگاہ کرے جس سے ہر خاص وعام کو فائدہ پہنچے تو اس کو تین سو دینار انعام دیا جائے گا۔

آپ کی احکام شرعیہ کی تنفیذ اور رعایا پروری کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ ملک کے طول وعرض میں کوئی صدقہ لینے والا نہ ملتا تھا بلکہ ایک سال کے بعد صدقہ لینے والے صدقہ دینے کے قابل ہوگئے تھے۔

آپ صحابہ کرام کی محبت اور اہل بیت اطہار کی مودّت سے اس قدر سرشار تھے کہ اموی دور میں عمال خطبوں میں حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کیا کرتے تھے مگر آپ نے اسے موقوف کر کے آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ......الخ پڑھنے کا حکم نامہ جاری کر دیا اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کو درّے لگوائے۔ آپ نہایت نرم خو، حلیم الطبع، سنجیدہ مزاج، شجاع اور شریف النفس انسان تھے۔ آپ بہت بڑے فقیہہ، مجتہد، عارف باللہ اور متبع شریعت تھے۔ آپ نے تاریخ اسلام میں وہ انقلابی خدمات سرانجام دی ہیں جن کے مطالعہ سے خلفائے راشدین کے دور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ احیائے اسلام اور تجدیدی کارناموں کی بدولت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلفاء راشدین میں شمار کیا ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو پہلی صدی کا مجدد قرار دیا ہے۔

آپ کی اصلاحات سے برہم ہو کر خاندان بنوامیہ کے بعض لوگوں نے آپ کو زہر دے دیا جس کے نتیجے میں آپ جام شہادت نوش فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کی مدت خلافت دو سال پانچ ماہ ہے۔ اس مختصر سے عرصہ میں آپ نے مظلوموں کو ظالموں کے پنجہء استبداد سے رہائی دلوا کر زمین کو عدل ومساوات سے بھر دیا۔ جَزَاہُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ

دفتر اوّل مکتوب ۱۲۱

مکتوب الیہ

حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے
مریدین کے باطنی احوال کا تجزیہ

مکتوب - ۱۲۱

متن این راه، ہمگی ہفت گام قرار یافتہ است جمعی از یاران کار را تا شش گام رسانیدہ اند و جمعی تا پنج گام وطائفہ تا چہار گام وفرقہ تا سہ گام علیٰ تفاوُتِ دَرَجَاتِہم وصاحب سہ گام ہم بمردم افادہ می نماید

ترجمہ: یہ راستہ سات قدم مقرر ہو چکا ہے۔ دوستوں کی ایک جماعت نے اپنے کام کو چھ قدم پر ہی مکمل کر لیا ہے اور بعض نے صرف پانچ قدم پر اور ایک جماعت نے چار قدم اور ایک گروہ نے صرف تین قدم پر، سب اپنے اپنے درجات کے مطابق منزل مقصود کو پہنچ گئے اور تیسرے قدم والے بھی لوگوں کو اس راستہ کی تعلیم دے سکتے ہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز راہ سلوک کو سات قدم قرار دیتے ہوئے اپنے زیر تربیت سالکین کے باطنی احوال کا تجزیہ فرما رہے ہیں۔ دراصل راہ سلوک کی طوالت کے پیش نظر آپ نے طریقت نقشبندیہ کو مزید دو آتشہ کر دیا ہے اور اپنے مریدین ومتوسلین کو تسلی دیتے ہوئے اسے اقرب الطرق فرمایا

ہے جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ آپ کے مریدین کا ایک گروہ تین قدم میں راہ سلوک طے کر کے منزل مقصود تک پہنچ گیا تھا اور مسند دعوت وارشاد کے لائق ہو گیا تھا یعنی وہ خلافت مقیدہ کے قابل ہو گیا تھا کہ اب دوسروں کو بھی اسکی توجہات قدسیہ اور صحبت کی بدولت قرب حق حاصل ہو سکتا تھا۔ جب خلیفہ مقید راہ طریقت کی تعلیم دے سکتا ہے تو خلیفہ مطلق بدرجہ اتم سالکین کی تعلیم و تربیت کر سکتا ہے۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۲۲

مکتوب الیہ

حضرت مُلّا طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

ناقص شیخ کی صحبت زہرِ قاتل ہے

محمدی المشرب مشائخ عظام سب سے زیادہ بلند ہمت ہوتے ہیں

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت ملا طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ کے نام گیارہ مکتوبات ہیں یعنی دفتر اول مکتوب ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۷۱، ۲۱۷ دفتر دوم مکتوب ۲۰، ۲۷، ۸۶ دفتر سوم مکتوب ۳۷، ۹۱، ۱۲۴۔ آپ کے اجداد بدخشاں کے رہنے والے ترک خاندان سے تھے۔ آپ نہایت سادہ لوح، نیک طینت، دراز قامت اور قوی ہیکل انسان تھے۔ ابتداً فوج میں افسر تھے، ایک شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ تم فوج سے علیحدہ ہو جاؤ اور فقر و تجرید اختیار کرو۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ پھر شیخ کی تلاش میں نکلے اور حضرت امام ربانی کی خدمت میں پہنچ گئے۔ تکمیل کے بعد حضرت امام ربانی نے اجازت تعلیم دے کر جونپور روانہ کر دیا۔ آپ نے کافی طویل عمر پائی اور ۱۰۴۷ھ کو جونپور میں وفات پائی۔

مکتوب ـ ۱۲۲

متن دوامِ اِحضار و اجتناب از اختِلاط باَغیار لابُدّ است ہمت را بلند باید داشت وبہرچہ بدست افتد نباید پرداخت بیت

ع ما از پئ نُوریکہ بُود مَشرق اَنوار
از مغربی و کَوکَب و مشکوٰۃ گذشتیم

ترجمہ: (حق تعالیٰ کی) دائمی حضوری رکھنا اور اغیار کے اختلاط سے پرہیز کرنا ضروری ہے اور ہمت کو بلند رکھنا چاہئے، جو کچھ ہاتھ آئے اس میں مشغول نہیں ہو جانا چاہئے

(ہیں پیش نظر اب تو فقط طیبہ کے انوار منقول بھی معقول بھی سب دیکھ چکا ہوں)

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مکتوب الیہ کو دائمی حضوری سے سرشار، صحبت ناجنس سے احتراز اور ماسوی اللہ میں مشغولیت سے اجتناب کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ درحقیقت جب سالک پر دوران سلوک تجلیات ظلّیہ کا

ظہور اور واقعات ومنامات کا کشوف ہوتا ہے تو وہ ان پر مغرور ہو کر اسی پر اکتفا کر لیتا ہے حالانکہ یہ سارے کشوفات وظہورات سالک کی باطنی استعداد کی بشارت دینے والے ہیں، اسے ابھی مطلوب تک رسائی میسر نہیں ہوئی۔ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز نے خوب فرمایا

ہنوز ایوانِ استغناء بلند است
مرا فکر نارسیدن ناپسند است

نیز دون ہمت، کم حوصلہ اور ناقصین کی صحبت زہر قاتل ہے جو متعدد امراض کا موجب اور باعث ہلاکت ہے۔ کیونکہ وہ خود مبشرات ومنامات پر کفایت کر بیٹھنے والے لوگ ہیں۔ جنہیں ہنوز وصل حقیقی نصیب نہیں ہوا وہ دوسروں کو حریم یار تک کیسے پہنچا سکتے ہیں؟۔ بقول شاعر

ما پست قامتاں کوتاہ دست تو درختِ بلند بالائے

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

صد مرض پیدا شد از بے ہمتی
کوتہ دستی، بے دلی، دوں فطرتی

بلینہ:

واضح رہے کہ بلند ہمتی ان صوفیائے کرام کو میسر ہوتی ہے جو انبیائے اُولوالعزم علیہم الصلوات والتسلیمات کے زیر قدم ہوتے ہیں چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز انبیائے اولوالعزم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہیں اس لئے محمدی المشرب ہونے کی بدولت آپ ہمیشہ سالکین کو بلند ہمتی کی تاکید فرماتے ہیں۔ علامہ اقبال مرحوم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند ہمتی کا تذکرہ یوں کیا ہے

گرچہ عین ذات را بے پردہ دید رَبِّ زِدْنِی از زبان او چکید

دفتر اوّل مکتوب ۱۲۳

مکتوب الیہ

حضرت ملا طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

لایعنی امور کو ترک کرنے کی ترغیب کا بیان

مکتوب ۔۱۲۳

متن ای برادر در خبر آمده است عَلَامَةُ اِعْرَاضِهٖ تَعَالیٰ عَنِ الْعَبْدِ اِشْتَغَالُهٗ بِمَا لَا یَعْنِیْهِ اِشتغال بہ نفلی از نوافل باعراض فرضی از فرائض داخلِ ما لایعنی است

ترجمہ: اے بھائی حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ بندہ کا، لایعنی باتوں میں مشغول ہونا بندے سے اللہ تعالیٰ کے اعراض کی علامت ہے۔ فرائض میں سے کسی فرض کو چھوڑ کر کسی نفلی عبادت میں مشغول ہونا بیکار باتوں میں داخل ہے۔

شرح

لایعنی امور کے ترک کرنے کی ترغیب

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز مکتوب الیہ کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہونا اگرچہ حج ہی کیوں نہ ہو لایعنی امور میں سے ہے کیونکہ یہ اعلیٰ سے اعراض کر کے ادنیٰ میں اشتغال ہے۔ ایسے ہی سنت سے اعراض کر کے مستحباب میں مشغول ہونا اور واجب سے اعراض کر کے سنت میں مشغول ہونا اور فرائض سے اعراض کر کے واجب میں مشغول ہونا لایعنی اور بے کار

امور ہیں جو حق تعالیٰ کے بندۂ مؤمن سے اعراض کی علامت ہے جیسا کہ حدیث
عَلَامَةُ اِعْرَاضِهٖ تَعَالیٰ عَنِ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُهٗ بِمَا لَا یَعْنِیْهِ[۱] سے واضح ہے
اور لایعنی امور سے روگردانی اور اعراض بندۂ مؤمن کے حسن اسلام پر دالّ ہے جیسا کہ
ارشاد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ
مَا لَا یَعْنِیْهِ[۲] سے عیاں ہے۔

بلینہ:

واضح رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے اعلیٰ سے اعراض اور ادنیٰ
میں اشتغال کو لایعنی امور کہنے کی تین وجوہات معلوم ہوتی ہیں

۞ ......پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک حق تعالیٰ کی معرفت بندۂ مومن پر واجب
ہے اور کمال معرفت تصفیہ قلب اور تزکیۂ نفس کے ساتھ مربوط ہے جس کیلئے کسی
عارف کامل کی صحبت اختیار کرنا پڑتی ہے جو کسی نفلی حج وغیرہا جیسی عبادت کی وجہ سے
ترک کرنا لایعنی امور میں سے ہے کیونکہ صحبت شیخ کی بدولت انسان حسد، بخل وعجب
وغیرہا جیسی صفات ردیہ سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے اور اس قسم کی صفاتِ ذمیمہ اور
اخلاق خبیثہ کا ترک کرنا واجبات میں سے ہے جو کسی شیخ کامل کی توجہاتِ قدسیہ سے
ہی حاصل ہوتا ہے، نفلی عبادات سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ دراصل اسے لایعنی قرار دینا
حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ کے قبیل سے مفہوم ہوتا ہے۔

۞ ...... دوسری وجہ یہ ہے کہ نفس امارہ حق تعالیٰ کے ساتھ عداوت رکھتا ہے اس کی
عداوت کو دوستی میں بدلنا اور اس کا تزکیہ کرنا واجبات میں سے ہے جیسا کہ حدیث
قدسی عَادِ نَفْسَكَ فَاِنَّهَا اِنْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِیْ سے واضح ہے۔ بقول شاعر

---

[۱] جوامع الکلم از حضرت امام علی متقی [۲] مشکوٰۃ ص ۴۱۳

با پری رو اگر در خانه باشد کسے
میل بیرون چون کند دیوانہ باشد کسے

۞ ...... تیسری وجہ یہ ہے کہ سالک کا ایمان تقلیدی اور استدلالی ہوتا ہے جو عامۃ المسلمین اور علمائے ظواہر کا ایمان ہے جو کسی وقت بھی متزلزل ہوسکتا ہے جبکہ کسی عارف کامل کی توجہاتِ قدسیہ اور صحبت کی بدولت سالک کو ایمانِ شہودی نصیب ہوتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا [۱] میں اسی ایمان شہودی کی تلقین فرمائی گئی ہے جو ہر قسم کے خلل و زوال سے محفوظ ہوتا ہے، گو حسن خاتمہ کی قطعیت نصوص کے ساتھ مربوط ہے۔

---

[۱] النساء ۱۳۶

دفترِ اوّل مکتوب ۱۲۴

مکتوب الیہ

حضرت مُلّا طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

حضرت امام ربّانی قدس سرہ العزیز کا حقیقتِ کعبہ سے بہرہ اندوز ہونا

مکتوب -۱۲۴

متن محبت آثارا چون شما رخصت طلبید ید و برفتن عزم مصمم کردید در وقتِ وَدَاع این قدر مذکور ساختہ بود باحتمال کہ شاید ما ہم بشما درین سفر ملحق شویم ہر چند قصد کردہ شد استخارہا موافِق نیامدند و تجویزی درین باب مفہوم نگشت بضرورت تقاعُد ورزید

ترجمہ: اے محبت کے نشان والے! جب آپ نے رخصت طلب کی تھی اور حج پر جانے کا عزم مصمم کرلیا تھا تو وقت رخصت احتمال کے ساتھ اتنا ذکر ہوا تھا کہ شاید ہم بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ مل جائیں۔ ہر چند ارادہ کیا لیکن استخارے موافق نہیں آئے اور اس بارے میں کوئی تجویز سمجھ میں نہیں آئی، مجبوراً توقف کیا۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز عازم حج مکتوب الیہ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ شاید ہم بھی اس مبارک سفر میں تمہارے ساتھ مل جائیں مگر بار بار استخارہ کے باوجود حاضری حرمین طیّبین سے بہرہ اندوز ہونا معلوم نہیں ہوتا

اس لئے مجبوراً توقف کیا گیا ہے۔ آپ نے یہاں فرضیت حج کا ذکر نہیں فرمایا اس لئے ممکن ہے کہ آپ پر اس وقت حج فرض نہ ہوا ہو مگر آپ نے بر بنائے شوق زیارت حرمین طیّبین کا اظہار فرمایا ہو مگر ایک مقام پر آپ نے فرضیت حج کا بھی تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ آپ رقمطراز ہیں......اردو ترجمہ ملاحظہ ہو!

اگر چہ اللہ سبحانہ کے فضل سے حقیقت کعبہ کے ساتھ الحاق میسر ہو چکا ہے اور اس الحاق و وصول کے بعد بھی بے شمار ترقیاں حاصل ہو چکی ہیں مگر صورت کو صورتِ کعبہ کی ملاقات کا شوق ہے۔ حج فرض ہو چکا ہے اور راستے کا امن بھی غلبہ سلامتی کے باعث ثابت ہے اور اس فرض کے ادا کرنے کا شوق بھی کمال درجہ کا ہے لیکن تاخیر پر تاخیر ہوتی جا رہی ہے، سفر سے متعلق استخارہ کم ہی مساعدت کرتا ہے۔ جس قدر بھی غور سے اچھی طرح متوجہ ہوتا ہوں جانے کا رستہ نہیں کھلتا اور کعبہ معظّمہ تک پہنچنا نظر نہیں آتا......کیا کیا جائے۔ ادائے فرض کی تاخیر میں یہ تمام عذرات فائدہ مند نہیں ہیں بہر حال اللہ سبحانہ کی توفیق سے فرض حج ادا کرنے کے ارادہ پر گھر سے نکلنا ہی چاہئے اور دیدہ و سر کے بل منزلوں کو قطع کرنا چاہئے۔ اگر وہاں پہنچ گئے تو نعمت عظمیٰ ہے اور اگر رستے ہی میں رہ گئے تو بھی بڑی امید ہے رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [1]

متن صلاحِ فقیر از اوّل در رفتنِ شما نبود اما شوقِ شمارا ملاحظہ نمودہ منع صریح نکرد استطاعت شرطِ راہ است بی استطاعت تضییع اوقات است امر اہم گذاشتہ بامر غیر ضروری پرداختن مناسب نیست

[1] دفتر دوم مکتوب ۳۷

ترجمہ: فقیر کی مرضی ابتدا ہی سے آپ کے (سفر حج پر) جانے کے بارے میں نہ تھی لیکن آپ کے شوق کو دیکھ کر صاف طور پر منع نہ کیا تھا...... استطاعت راستہ کی شرط ہے، بغیر استطاعت کے تضییع اوقات ہے۔ ضروری کام چھوڑ کر غیر ضروری کام اختیار کرنا مناسب نہیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز دو اہم امور کا تذکرہ فرما رہے ہیں پہلے یہ کہ اہل اللہ نہایت لطیف مزاج کے حامل ہوتے ہیں جبکہ طریقت نقشبندیہ مجددیہ لطیف تر ہے۔ بنابریں اس طریقت میں وہی سالک کامیاب ہوتا ہے جو بہت ہی حساس، درّاک، ذہین، فطین اور باریک بین ہو۔ جو سالک، شیخ کے انداز و اطوار، لب ولہجہ اور اشاروں و کنایوں کو سمجھے تب کہیں جا کر وہ کیفیات و واردات و مکاشفات کا احساس و ادراک کر سکتا ہے ورنہ طریقت نقشبندیہ میں چلنا کند ذہن اور غبی لوگوں کے بس کا روگ نہیں۔

دوسرے یہ کہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے مکتوب الیہ کو نفلی حج کے بجائے فرائض کو ترجیح دینے کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ جب تک خانہ کعبہ تک پہنچنے کی استطاعت نہ ہو حج فرض نہیں ہوتا جیسا کہ آیہ کریمہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا [1] سے عیاں ہے بصورت دیگر تضییع اوقات اور لایعنی مصروفیات میں سے ہے۔

---

[1] آل عمران ۹۷

دفتر اوّل مکتوب ۱۲۵

مکتوب الیہ

نقابت دستگاہ حضرت میر صالح نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

اتحاد وعینیّت کا قول غلبۂ سکر کا نتیجہ ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت میر صالح نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔

آپ کے نام صرف دو مکتوب ہیں یعنی ۱۲۵، ۱۲۶۔ دیگر حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

مکتوب - ۱۲۵

متن عالم چہ صغیر و چہ کبیر مظاہرِ اسما و صفاتِ الٰہیہ است تعالیٰ شانہ و مرایائی شیون و کمالاتِ ذاتیہ او عزّ سلطانہ گنجی بود مخفی و سِرّی بود مکنون خواست کہ از خلا بملا عرض دہد و از اجمال بہ تفصیل آرد عالم را بر نہجی خَلق فرمود کہ بذوات و صفاتِ خویش دوال باشند بر ذات و صفاتِ او سبحانہ پس عالَم را با صانعِ خویش ہیچ نسبتی نیست اِلّا آنکہ مخلوقاتِ وی اند

ترجمہ: خواہ عالم صغیر (انسان) ہو یا عالم کبیر (کائنات) سب حق تعالیٰ شانہ کے اسماء وصفات کے مظاہر ہیں اور اس کے شیون و کمالات کے آئینے ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ عز سلطانہ ایک مخفی خزانہ اور پوشیدہ راز تھا اس نے چاہا کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر فرمائے اور اجمال کو تفصیل کے رنگ میں لائے چنانچہ اس نے عالم کو ایسے نہج پر پیدا فرمایا کہ عالم کی ذوات وصفات، حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات وصفات پر دلالت کرنے والی بن جائیں...... پس عالم کو اپنے صانع کے ساتھ سوائے مخلوق ہونے کے اور کوئی نسبت نہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ حق تعالیٰ کنز مخفی اور گنج نہاں تھا کَمَا ھُوَ شَانُہٗ جب اس نے اپنے پوشیدہ کمالات کے ظہور کا ارادہ فرمایا تو اس نے جملہ ممکنات اور جمیع کائنات کو اسماء وصفات اور شیونات وکمالات کا مظہر وآئینہ بنایا جو اس کی ذات وصفات پر دال ہیں نہ کہ عین ذات۔ فلہٰذا کائنات اور ذات کے درمیان مخلوق اور خالق ہونے کے سوا کوئی نسبت نہیں۔ جیسے ایک صاحبِ فنون، عالم بے بدل جب اپنے مخفی کمالات کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو حروف واصوات ایجاد کرتا ہے تا کہ ان حروف واصوات کے ذریعے اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے۔ لہٰذا اس صورت میں یہ حروف اور اصواتِ دالّہ ان پوشیدہ معانی کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتے بجز اس کے کہ یہ حروف واصوات ان پوشیدہ معانی کے محض مظاہر اور مخفی کمالات کے صرف آئینے ہیں۔ ان اصوات وحروف کو خفیہ معانی کا عین قرار دینا اور احاطہ ومعیت اور اتحاد وعینیت کا قول کرنا خلافِ واقعہ ہے۔ (فافہم)

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

دراصل حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے یہاں دو معروف نظریات کا تذکرہ فرمایا ہے جنہیں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کہا جاتا ہے۔

صوفیائے وجودیہ ذات وکائنات میں عینیت کے قائل ہیں اسی کو ہمہ اوست کہا جاتا ہے۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک حق تعالیٰ کی ذات بسیط حقیقی ہے۔ کائنات مظہریت ومرأتیت کے علاوہ اور کچھ نہیں جسے ہمہ از وست کا نظریہ کہا جاتا ہے۔

بینہ نمبر ۱:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز صوفیائے وجودیہ پر اظہار تعجب فرما رہے ہیں کہ یہ حضرات ایک طرف تو احاطہ ومعیت اور اتحاد وعینیت جیسی ذاتی نسبتوں کا اثبات کرتے ہیں تو دوسری طرف صفاتِ ذاتیہ کی بھی نفی کرتے ہیں جو سراسر تضاد وتناقض ہے اور رفع تناقض کے لئے ذاتِ حق تعالیٰ میں فلسفیانہ انداز پر مراتب کا اثبات بھی کرتے ہیں۔

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ عینیت کے قائلین صوفیاء کا یہ بیان عقیدہ نہیں، بیانِ حال ہے جو غلبۂ حال اور سکرِ یہ وقت کا ثمرہ ہے۔ بنابریں انہیں معذور جاننا چاہئے اور ان کے سُکریہ اقوال کی تاویل کرنا چاہئے۔

دفتر اوّل مکتوب ۱۲۶

مکتوب الیہ

نقابت دستگاہ حضرت میر صالح نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

صوفیائے وجودیہ کے نزدیک ذات اور ممکنات ایک دوسرے کا عین ہیں

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک

واجب تعالیٰ بذات خود موجود ہے

مکتوب - ۱۲۶

متن طالب را باید کہ اہتمام در نفیِ آلہۂ باطِلہ آفاقی وانفسی نماید و در جانبِ اثباتِ معبود بحق جلّ سلطانہ ہرچہ در حَوصلۂ فہم و در حیطۂ وہم درآید آنرا نیز در تحتِ نفی داخل سازد واکتفا بموجودیتِ مطلوب نماید

ع بیش ازین پی نہ بردہ اند کہ ہست

ترجمہ: طالب کو چاہئے کہ آفاقی وانفسی باطل معبودوں کی نفی کرنے میں اہتمام کرتا رہے اور حق تعالیٰ جل سبحانہ کے حق ہونے کے اثبات کی جانب میں جو کچھ بھی فہم کے حوصلہ اور ادراک کے احاطہ میں آئے اس کو بھی نفی کے تحت لاکر صرف مطلوب (حق تعالیٰ سبحانہ) کے موجود ہونے پر اکتفا کرے۔

ع اس سے زیادہ علم نہیں، بس وہ ہے وہ ہے

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز بیرونی واندرونی معبودان باطلہ کی نفی کرنے اور ہر ماسویٰ کولائے نفی کے تحت لاکر محض حق تعالیٰ کا اثبات

کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں۔ کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

تا بہ جاروبِ لا نہ رُوبی راہ
نہ رسی در سرائے الا اللہ

کیونکہ خواہشات نفسانیہ مرضی حق تعالیٰ کے خلاف ہیں اور نفس امارہ حق تعالیٰ کی مخالفت پر ڈٹا ہوا ہے جیسا کہ حدیث قدسی عَادِ نَفْسَكَ فَاِنَّهَا اِنْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِی سے عیاں ہے۔

نیز اسماء وصفات کے ظلال چونکہ اصل کے ساتھ مشابہت ومناسبت رکھتے ہیں اس لئے سالک کو سبب اشتباہ کی بنا پر ان تجلیات ظلالیہ میں گرفتار نہیں ہونا چاہئے بلکہ ان تمام کی نفی کرتے ہوئے بلند ہمتی کے ساتھ اصل مقصود تک رسائی کی کوشش کرنا چاہئے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

متن اگرچہ وجود را نیز دران موطن گنجائش نیست ماورائ وجود باید طلبید علماءِ اہلِ سنت شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَھُمْ زیبا گفتہ اند کہ وجودِ واجب تعالیٰ زاید است بر ذاتِ او سبحانہ وجود را عینِ ذات گفتن و ماورائ وجود امرِ دیگر اثبات ناکردن از قصورِ نظر است قَالَ الشَّیْخُ عَلَاؤُ الدَّوْلَہ فَوْقَ عَالَمِ الْوُجُوْدِ عَالَمُ الْمَلِكِ الْوَدُوْدِ

ترجمہ: اگرچہ وجود کی بھی اس مقام میں گنجائش نہیں ہے اسے ماورائے وجود تلاش کرنا

چاہئے ...... علمائے اہل سنت شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَهُمْ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس سبحانہ کی ذات پر زائد ہے اور وجود کو عین ذات قرار دینا اور وجود کے علاوہ دوسرا امر ثابت نہ کرنا کوتاہ نظری ہے۔ شیخ علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عالم وجود سے اوپر ملک ودود (حق تعالیٰ) کا عالم ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز علمائے متکلمین اہلسنت اور صوفیائے وجودیہ کے درمیان ایک اختلاف کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔

صوفیائے وُجودیہ کے نزدیک حق تعالیٰ سبحانہ اپنی موجودیت میں وجود کا محتاج ہے اور وجود صفت ہے اور وہ ممکنات ہے جس طرح صفات اور ذات ایک دوسرے کا عین ہیں ایسے ہی ذات اور ممکنات ایک دوسرے کا عین ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز ممکن کو واجب قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

فَاَنْتَ عَبْدٌ وَاَنْتَ رَبٌّ .... وَاَنْتَ رَبٌّ وَاَنْتَ عَبْدٌ

یعنی تو ہی بندہ ہے اور تو ہی رب ہے...... اور تو ہی رب ہے اور تو ہی بندہ ہے

انہوں نے وجود کو حقیقت واحدہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ چونکہ کوئی شئی اپنی ذات کی ضد نہیں ہوتی لہٰذا حق تعالیٰ ہی رہا کوئی دوسری شئی نہ رہی اسلئے نہ کوئی متصل رہا اور نہ کوئی منفصل رہا جیسا کہ رقمطراز ہیں فَاِنَّ الْوُجُوْدَ حَقِیْقَةٌ وَاحِدَةٌ وَالشَّیْئُ لَا یُضَادُ نَفْسَهٗ

فَلَمْ یَبْقَ اِلَّا الْحَقُّ لَمْ یَبْقَ کَائِنٌ

فَمَا ثَمَّہٗ مَوْصُوْلٌ وَمَا ثَمَّہٗ بَائِنٌ [1]

اسی موقف کو عینیت کہا جاتا ہے اور اسے ہی ہمہ اوست کا نظریہ کہتے ہیں بنابریں

[1] فصوص الحکم کلمہ اسماعیلیہ

آپ قرب ومعیت ذاتی زمانی ومکانی کے قائل ہیں ۔جبکہ علمائے متکلمین اہلسنت کے نزدیک وجود، صفاتِ باری تعالیٰ میں سے ایک صفت ہے اور صفات قائم بالذات تو ہیں مگر زائد برذات ہیں۔ چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس کی صراحت کرتے ہوئے ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

وجود واجب تعالیٰ نزد جمہور متکلمین زاید است برذات او عزّ شانہ وعین ذات است نزد حکماء وشیخ ابوالحسن اشعری وبعضی از صوفیہ وحق نزد ایں فقیر آن ست کہ واجب تعالیٰ بذات خود موجود است نہ بوجود بخلاف سائر موجودات کہ بوجود موجود اند یعنی جمہور متکلمین کے نزدیک واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات عز شانہٗ پر زائد ہے اور حکماء وشیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض صوفیاء کے نزدیک وجود عین ذات ہے اور اس فقیر کے نزدیک حق (صحیح) یہ ہے کہ واجب تعالیٰ بذات خود موجود ہے، وجود کے ساتھ نہیں برخلاف تمام موجودات کے کہ وہ سب وجود کے ساتھ موجود ہیں۔[1]

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کشفی طور پر متکلمین اہلسنت کے عقیدہ کو ثابت کرنے کے بعد اب اس کی تائید میں جامع الشریعہ والطریقہ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی قدس سرہٗ کا ایک قول پیش فرما رہے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو

فَوْقَ عَالَمِ الْوُجُوْدِ عَالَمُ الْمَلِكِ الْوَدُوْدِ یعنی شہنشاہ ودود (جل سلطانہٗ) کا عالم، عالمِ وجود سے بالا ہے۔

جس کا واضح اور صاف مطلب یہ ہے کہ وجود کائنات، ذات حق تعالیٰ کا عین نہیں بلکہ غیر ہے اور کائنات سے فوق اور بلند ہے وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ

---

[1] معارف لدنیہ معرفت ۱۴

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ حضرت شیخ سمنانی قدس سرہٗ العزیز نے نظریہ عینیت یعنی ہمہ اوست کے مقابلہ میں نظریہ ہمہ از اوست پیش فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ ذات اور کائنات ایک دوسرے کا عین نہیں بلکہ کائنات، ذات کے اسماء وصفات کے ظلال کی مظہر ہے۔ بعدہٗ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے اسی نظریہ کی کشف وتحقیق کے ذریعے تائید وتاکید فرمائی جس کی کماحقہ آج تک کوئی تردید نہیں کرسکا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

بینہ نمبر ۲:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک قرب واحاطہ ومعیت ذاتی نہیں بلکہ علمی اور بے کیف ہے جو نصوص محکمات سے ثابت ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَقَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا [۱] سے عیاں ہے۔

متن از حصول فناء فی اللہ والبقاء باللہ کسی گمان نکند کہ ممکن واجب گردد کہ آن محال است ومستلزم قلبِ حقائق پس چون ممکن واجب نہ گردد نصیبِ ممکن غیر از عجز از ادراکِ واجب جلّ شانہ امرِ دیگر نباشد فرد

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چین
کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

---

[۱] الطلاق ۱۲

ترجمہ: فنافی اللہ اور بقاباللہ کے حصول سے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ ممکن واجب ہوجاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور اس طرح حقائق کا تغیر وتبدل لازم آتا ہے۔ پس جب ممکن واجب نہ ہوا تو پھر ممکن کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ واجب جل شانہ کے ادراک کا عجز اختیار کرے۔

عنقا نہ ہاتھ آسکے بس دام اٹھائیو ۔۔۔ اس کام میں تو رام ہے ناکام بس مدام

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز طریقت کا ایک مختلف فیہ مسئلہ بیان فرما رہے ہیں وہ یہ کہ جب سالک دوران سلوک فنا اور بقا کی منازل طے کرلیتا ہے تو ممکن، واجب ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ العزیز تحریر فرماتے ہیں فَوَقْتًا یَکُوْنُ الْعَبْدُ رَبًّا بِلَاشَکٍّ یعنی سالک پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ بلاشبہ رب ہوجاتا ہے۔[1]

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک فنا و بقا کی منازل کے بعد بھی ممکن، واجب نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ محال ہے ورنہ قلب حقائق لازم آئے گا بلکہ ممکن، ممکن ہی رہتا ہے اور واجب، واجب ہی رہتا ہے جیسا کہ شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دَنٰی فَتَدَلّٰی کی خلوتوں میں انتہائے قرب کے باوجود واجب نہیں ہوئے بلکہ ممکن اور عبد ہی رہے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی[2] سے عیاں ہے۔ البتہ فنا و بقا کے بعد عارف اخلاق وصفات الٰہیہ سے متخلق ومتصف ہوجاتا ہے مقولہ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ کا یہی مفہوم ہے۔ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

---

[1] فصوص الحکم کلمہ اسحاقیہ [2] النجم ۱۰

دفترِ اوّل مکتوب ۱۲۷

مکتوب الیہ

حضرت شیخ مُلّا صفر احمد رُومی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

حق تعالیٰ کی معرفت کا حصُول

اعمالِ مقربین میں سے ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت ملا صفر احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔آپ کے نام دو مکتوب ہیں ایک تو یہی اور دوسرا دفتر سوم مکتوب ۶۵۔ میر صفر احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ صحیح النسب سید اور روم کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ زیارت حرمین شریفین کے شوق میں جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و بشارت پر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے شوق میں چل دیئے ۔۱۰۱۲ھ میں لاہور پہنچے تو حسن اتفاق کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بھی لاہور میں تشریف فرما تھے آپ شرف بیعت حاصل کر کے تکمیل سلوک کے بعد خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ بعد ازاں ۲۷ ذی الحجہ ۱۰۲۱ھ کو آپ کی دختر نیک اختر سے عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی شادی ہوئی اور ۱۰۴۰ھ سرہند شریف میں آپ کا انتقال ہوا۔

مکتوب ۔ ۱۲۷

متن باید دانست قَالَ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّ وَضَعَتْہُ کُرْھًا وَقَالَ اللہُ سُبحانہٗ ایضاً اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ معذلک معتقدِ آں باید بود کہ اینہمہ در جنب وصول بمطلب حقیقی بیکاری محض است بلکہ در خورطیِ منازلِ سلوک نیز تعطیل صرف حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ شنیدہ باشند بیت

ہر چہ جز عشقِ خدائ احسن است
گرشکر خوردن بود جان کندن است

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّ وَضَعَتْہُ کُرْھًا[1] (یعنی ہم نے انسان کو والدین

---

[1] الاحقاف ۱۵

کیساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے، (کیونکہ) اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اسے اٹھائے رکھا پھر تکلیف کے ساتھ جنا)۔ پھر دوسری جگہ ارشاد ہے: اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ [1] (میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو)۔ اس کے باوجود یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ یہ سب کچھ مطلوب حقیقی تک پہنچنے کے مقابلے میں محض بیکار ہے بلکہ منازل سلوک کے طے کرنے میں ایک طرح کا تعطل ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ (ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں) آپ نے سنا ہوگا۔

(جو بھی ہے عشق الٰہی کے سوا اس میں ہے زہر ہلاہل کا مزا)

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ خدمت والدین اگرچہ حقوق العباد میں سے ایک بنیادی اور اہم حق ہے لیکن اگر اس حق کی ادائیگی حق تعالیٰ کی معرفت کے حصول میں حائل و مانع ہو تو وہ بے کار اور طی سلوک میں تعطل محض ہے۔ دراصل خدمت والدین اعمال ابرار میں سے ہے جبکہ حق تعالیٰ کی معرفت کا حصول اعمالِ مقربین میں سے ہے اور اعمال ابرار، اعمالِ مقربین کی نسبت داخل سیئات ہیں جیسا کہ حضرت شیخ ابوسعید الخراز قدس سرہُ العزیز کے قول حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ سے مفہوم ہوتا ہے۔

بقول شاعر

دل در پئے این و آن نہ نیکو ست ترا
یکدل داری بس است یک دوست ترا

---

[1] لقمان ۱۴

بلینہ:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کا حق تمام مخلوقات کے حقوق پر مقدم ہے اور والدین کے حقوق کی ادائیگی بھی حق تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری کی وجہ سے ہے ورنہ کس کی مجال ہے کہ اس کی خدمت کو چھوڑ کر دوسروں کی خدمت میں مشغول ہو۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۲۸

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ مقیم رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

ظلالِ تجلّیات سے چھٹکارا شیخ کامل و مکمّل
کی توجّہات پر موقوف ہے
القائے فیض کی دو قسمیں ہیں ۔ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے

مکتوب - ۱۲۸

متن ہمت را بلند می باید ساخت و بہیچ حاصل سر فرو نمی باید کرد

ترجمہ: ہمت کو بلند رکھنا چاہئے اور کسی حاصل شدہ چیز پر سر کو خم (قناعت) نہیں کرنا چاہئے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مکتوب الیہ کو بلند ہمتی کی تلقین اور روحانی معیت کی تائید فرمارہے ہیں۔ چونکہ دوران سلوک سالک پر انوار وتجلیات وفیوضات کا ورود ونزول ہوتا ہے اور یہ تجلیات وتمثالات جو عالم وجوب کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں ان تمثالات وظلیات سے چھٹکارا حاصل کرنا شیخ کامل مکمل کی توجہات قدسیہ پر موقوف ہے کیونکہ راہ طریقت غیب الغیب ہونے کی وجہ سے نہایت پیچیدہ ودشوار ہے اور سالک بمنزلہ نابینا ہے اس لئے ظلال وجوب اپنی قدسیت کے سبب سالک کو اپنی طرف مشغول ومتوجہ کرلیتا ہے۔ اس مقام پر نفس وشیطان سالکین کو اغوا وگمراہ کردیتے ہیں۔ دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مفہوم کو یوں منظوم فرمایا ہے

دریں وُرطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار

اس لئے اس پچاس ہزار سالہ مشکل ترین رستہ کو بلند ہمتی، عزم بالجزم اور پختہ ارادہ کے ساتھ ساتھ شیخ کامل مکمل کی معیت وزیر نگرانی طے کرنا چاہئے۔ بقول شاعر

مانا کہ عشق کی منزل میں ہر گام پہ سو سو خطرے ہیں
لیکن یہ سفر آسان بھی ہے گر ساتھ تمہارا ہو جائے

چونکہ یہ دنیا دارالاسباب ہے اس لئے یہاں محنتیں اور ریاضتیں کرنا پڑتی ہیں، مصائب وآلام کو بخوشی قبول کرنا پڑتا ہے، گرمی وسردی کی پروا کئے بغیر جان جوکھوں میں ڈالنا پڑتی ہے، انکساری وعاجزی اختیار کرنا پڑتی ہے، تب جا کر کہیں فضل وفتوحات کے دروازے کھلتے اور اپنے مشائخ کے سینے اچھلتے ہیں۔

اسی قانون فطرت کے مطابق حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے غار حرا میں پہلی وحی کے موقعہ پر آپ کو سینہ سے لگا کر بھینچا نیز آپ کا شق صدر بھی اسی اصول قدرت کی طرف مشیر ہے۔

بلینہ:

واضح رہے کہ القائے فیض کی دو قسمیں ہیں

۱......فیض بالواسطہ ۲......فیض بلاواسطہ

فیض بالواسطہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فیض بواسطہ سیدنا جبریل (علیہ السلام) القا ہوا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجُهْدُ یعنی جبریل (علیہ السلام) نے مجھے دبایا یہاں تک کہ مجھے مشقت پہنچی۔[1]

اس حدیث کی شرح میں عارف کامل حضرت عبداللہ بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری ۲/۱

جَرْمُ الْغَطِ بِالْمُغَطِ وَضَمُّهٗ اِلَيْهِ وَهُوَ اِحْدٰى لِطُرُقِ الْاِفَاضَةِ يَحْدُثُ بِهٖ فِي الْبَاطِنِ قُوَّةٌ نُوْرَانِيَّةٌ یعنی اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ دبانے والے کا اتصال اس کے جسم سے ہوا جس کو دبایا گیا ہے تو یہ اتصال حصول فیض کا ایک طریقہ ہے جس سے باطن میں ایک قوت نورانیہ پیدا ہو جاتی ہے۔[1]

فیض بلا واسطہ

یہ فیض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج دَنٰی فَتَدَلّٰی کی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ نے براہ راست عطا فرمایا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ـ

وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی پس مجھ پر ہر چیز عیاں ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔[2]

بینہ نمبر ۱:

یہ امر بھی متحضر رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فیض بواسطہ جبریل (علیہ السلام) ملا تھا وہ ابتدائے نبوت کا معاملہ تھا جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائے کمالات حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام کے ادراک سے بہت بلند ہیں۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ سالکین کو بھی تبعیت و وراثت نبوت کے طور پر شق صدر کی دولت عظمیٰ سے نوازا جاتا ہے جس کی دو صورتیں ہیں

اوّلاً...... یہ کہ القائے فیض کے دوران سالکین کی شدت تکلیف کی وجہ سے چیخیں نکل

---

[1] بہجۃ النفوس [2] مشکوٰۃ ۷۲

جاتی ہیں اور اتنا ہی درد ہوتا ہے جتنا شق صدر کے وقت ہوتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ابھی سینہ پھٹنے لگا ہے اور کئی بار سالکوں کو یوں بھی محسوس ہوتا ہے کہ ابھی روح قفس عنصری سے پرواز کرنے لگی ہے۔

ثانیاً...... یہ کہ حالت خواب میں یا دوران مراقبہ سالک اپنا سینہ چاک ہوتے ہوئے دیکھتا ہے کہ اس سے سیاہ قسم کی کوئی چیز نکال کر پھینک دی گئی ہے اور وہاں انوار و تجلیات وفیوضات بھر دیئے گئے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ

متن و در وراء الوراء می باید جُست حصولِ اینچنین ہمّت وابستہ بتوجّہ شیخ مقتدا است و توجہِ آن بقدرِ اخلاص ومحبتِ مرید مقتدِی است ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

ترجمہ: اور (حق تعالیٰ کو) وراء الوراء میں تلاش کرنا چاہئے ...... اس قسم کی ہمت کا حاصل ہونا شیخ مقتدا کی توجہ سے وابستہ ہے اور شیخ کی توجہ ''مرید مقتدی'' کی محبت اور اخلاص کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی زیادہ فضل والا ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ سالکین کو اشیائے کائنات اور ظلال تجلیات سے وراء حق تعالیٰ کو تلاش کرنا چاہئے کیونکہ وہ تعالیٰ رنگ ونور سے وراء وبالا ہے۔ انہی تعلیمات کی خاطر خواجہء بے رنگ

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز ہند میں تشریف لائے تھے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس کے متعلق ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

فَهُوَ تَعَالٰی وَرَائُهُمَا بَلْ وَرَاءَ جَمِيْعِ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَوَرَاءَ جَمِيْعِ الشُّيُوْنِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ وَوَرَاءَ الظُّهُوْرِ وَالْبُطُوْنِ وَوَرَاءَ الْبُرُوْزِ وَالْكُمُوْنِ وَوَرَاءَ التَّجَلِّيَاتِ وَالظُّهُوْرَاتِ وَوَرَاءَ كُلِّ مَوْصُوْلٍ وَمَفْصُوْلٍ وَوَرَاءَ الْمُشَاهَدَاتِ وَالْمُكَاشَفَاتِ وَوَرَاءَ كُلِّ مَحْسُوْسٍ وَمَعْقُوْلٍ وَوَرَاءَ كُلِّ مَوْهُوْمٍ وَمُتَخَيَّلٍ فَهُوَ سُبْحَانَهٗ وَرَاءَ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءَ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءَ الْوَرَاءِ

چگویم با تو از مرغے نشانہ ۔ کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
ز عنقا ہست نامے پیش مردم ۔ ز مرغ من بود آں نام ہم گم

یعنی حق تعالیٰ ان (وجوب اور وجود) سے وراء ہے بلکہ وہ تمام اسماء وصفات سے وراء اور جملہ شیون واعتبارات سے بھی وراء، ظہور وبطون سے بھی وراء، بروز وکمون سے بھی وراء، تجلیات وظہورات سے بھی وراء، ہر موصول ومفصول سے بھی وراء، مشاہدات و مکاشفات سے بھی وراء، تمام محسوسات ومعقولات سے بھی وراء، تمام موہومات و متخیّلات سے بھی وراء ہے۔ پس وہ سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔

پتا میں کیا بتاؤں وہ کہاں ہے ۔ مگر وہ مثل عنقا بے نشاں ہے
اگر ہے نام عنقا سب کو معلوم ۔ مگر ہے نام بھی اس کا تو معدوم[1]

نیز اسماء وصفات وشیونات واعتبارات اور تمام متخیّلات وموہومات وغیرھا سے نجات پانے کیلئے بلند ہمتی اور عزم مصمم شیخ کامل کی توجہات قدسیہ کے ساتھ مربوط ہے اور شیخ کامل ومکمل کی توجہات قدسیہ اور ادعیہ مبارکہ، سالک کی اپنے شیخ کے ساتھ

---

[1] دفتر دوم مکتوب ۱

بے پناہ اور لافانی محبت واخلاص اور وفاداری بشرط استواری کے سنہری اصولوں پر موقوف ہے۔ جوں جوں اپنے شیخ کے ساتھ مرید کا قلبی تعلق مضبوط و مستحکم ہوتا اور للّٰہیت کے جذبات پروان چڑھتے جاتے ہیں توں توں ماسوا کے نقوش مرید کے قلب و نظر سے مٹتے جاتے ہیں اور اغیار سے تعلقات ٹوٹتے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ مختلف مراتب ومدارج طے کرتا ہوا واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

دفتر اوّل مکتوب ۱۲۹

مکتوب الیہ

حضرت سیّد نظام رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

انسان کی جامعیّت اجزائے عشرہ سے مرکب ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے حضرت سید نظام رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔ غالباً سید نظام مرتضیٰ خاں مراد ہیں جو میران صدر جہاں حسینی نہانی کے چھوٹے فرزند تھے۔ تحصیل تعلیم کے بعد شاہی ملازمت میں بڑے منصب پر پہنچے۔ دولت آباد کی مہم میں کارنمایاں انجام دیئے۔ مہابت خاں نے آپ کو دولت آباد کا قلعہ دار بنانا چاہا لیکن آپ نے عہدہ قبول نہیں کیا۔ (ذخیرۃ الخوانین ۲/۲۴۲)

مکتوب - ۱۲۹

متن آدمی چونکہ جامعِ ترین موجوداتست وبواسطۂ ہر جُزوی از اجزائ او تعلّقی وگرفتاری دروی بموجوداتِ متکثّرہ پیدا است پس فی الحقیقت جامعیتِ او باعث دورِی او از جنابِ قدس خداوندی جلّ سلطانہ از ہمہ بیش گشت و تعلُّقاتِ متعدِّدہ سببِ محرومیِ او از ہمہ زیادہ آمد

ترجمہ: چونکہ آدمی تمام مخلوقات میں جامع ترین ہستی ہے اور اس کے اجزاء میں سے ہر جزو کے واسطے سے موجودات کے ساتھ اس کا بکثرت تعلق اور گرفتاری ظاہر ہوتی ہے لہٰذا حقیقت میں اس کی جامعیت ہی حق تعالیٰ سبحانہ کی جناب سے سب سے زیادہ دُوری کا باعث بنی اور تعلقات کی کثرت، اس کی محرومی کا سب سے بڑا سبب ہے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز جامعیت انسان کا ذکر فرما رہے ہیں۔ دراصل انسان عالم امر اور عالم خلق کے اجزائے عشرہ سے مرکب ہے بنابریں اس کی موجودات کے ساتھ گرفتاری ومحتاجی زیادہ ہوتی ہے جو حق تعالیٰ سے

دوری ومحرومی کا باعث ہوتی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ[1] سے عیاں ہے اور اگر انسان مخلوقات سے قطع تعلق کر کے رجوع الی اللہ سے مشرف ہو جائے تو دارین میں فلاح عظیم پالیتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا[2] سے واضح ہے۔ اسی جامعیت کی وجہ سے انسان ضلالت وگمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرتا ہے اور اسی کی بدولت انسان دارین کی عظمتوں سے ہمکنار ہوتا ہے جیسا کہ دریائے نیل کا پانی محبوبوں کے لئے پانی تھا اور محجوبوں کیلئے خون۔ بقول شاعر

سبطیاں زان آبِ صافی می خورند
پیش قبطی خوں شد آب از چشم بند

متن

آئینۂ او بواسطۂ جامعیّت اتم است اگر رو بعالَم دارد از ہر چہ گویند مکدّر تر است و اگر رو بحق سُبْحَانَہٗ وتعالیٰ دارد مُصَفّا است واز ہمہ بیش نما ست

ترجمہ: اس کا آئینہ جامعیت کی وساطت سے اتم ہے۔ اگر توجہ، عالم کی طرف رکھے تو کہتے ہیں کہ مکدر تر ہے اور اگر توجہ حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف رکھے تو مصفّٰی ہے اور سب سے زیادہ خوش نصیب ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز انسان کی مدح کرتے ہوئے اس کی جامعیت پر تبصرہ فرمارہے ہیں۔ انسان جن اجزائے عشرہ مختلفہ سے مرکب ہے

---

[1] التین ۵ [2] الاحزاب ۷۱

انفرادی طور پر ان اجزاء میں اتنی صلاحیت نہیں جتنی کہ ان کے باہم مترکب ہونے میں استعداد پائی جاتی ہے۔ اسی جامعیت کی بدولت انسان کامل، تجلیات عالم وجوب کی گنجائش رکھتا ہے اور بارامانت کے اٹھانے کے قابل ہوا جس کے اٹھانے سے آسمان و زمین اور پہاڑ عاجز آگئے جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا [1] سے واضح ہے۔

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا:

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

جو بار آسمان و زمیں سے نہ اٹھ سکا
تو نے غضب کیا دل شیدا اٹھا لیا

بلینہ:

واضح رہے کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک امانت سے مراد دردوشوق ہی ہے جس سے ملائکہ بھی محروم ہیں۔ بقول شاعر

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست
درد را جز آدمی در خورد نیست

اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا

نداند جبریل ایں ہائے وہو را — کہ نشناسد مقام جستجو را

---

[1] الاحزاب ۷۲

دفتر اوّل مکتوب ۱۳۰

مکتوب الیہ

حضرت علامہ جمالِ الدین تلوی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

دورانِ سلوک پیش آنے والے
احوال و تلوینات ساقط الاعتبار ہیں

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔ غالباً علامہ جمال الدین تلوی لاہوری مراد ہیں۔درس وتدریس میں آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا۔لاہور میں علمی ریاست کا آپ پر خاتمہ تھا، دور دور سے لوگ استفادے کیلئے آپ کے پاس آتے تھے۔ (نزہۃ الخواطر)

مکتوب ۔۱۳۰

متن تَلوِیناتِ اَحوال راچندان اعتبار نیست بآن مقیّد نباید شد کہ چہ آمد وچہ رفت وچہ گفت وچہ شنود مقصود دیگر است کہ از گفت وشنود ودید وشہود مُنزّہ ومُبَرّا است طفلانِ سُلوک را بجَوز ومَوِیز تسلّی میدہند ہمّت بلند باید داشت

ترجمہ: احوال کی تلوینات کا کچھ اعتبار نہیں ہے ان میں پھنسنا نہیں چاہئے کہ کیا آیا، کیا گیا، کیا کہا اور کیا سنا۔ مقصود کچھ اور ہی ہے، جو کہنے، سننے، دیکھنے اور مشاہدہ کرنے سے منزہ ومبرا ہے۔ سلوک کے مبتدیوں کو اخروٹ ومنقّٰی سے تسلی دیتے ہیں۔ ہمت بلند رکھنی چاہئے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی نصیحت فرما رہے ہیں کہ سالک کو دوران سلوک پیش آنے والے تلوینات احوال اور ظہوراتِ تجلیات ساقط الاعتبار ہیں اور مراقبات وغیرھا کے دوران پیش آنے والے واقعات ناقابل التفات ہیں۔ یہ سب سراب وخواب وخیال ہیں جن کے ذریعے سالکین طریقت کو محض تسلی دی جاتی ہے جیسا کہ مقولہ تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبّٰی بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ

سے معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی شخص خواب میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے تو حقیقت میں وہ بادشاہ نہیں ہے لیکن ایسے خواب سے بلند مرتبہ کی امید ہوتی ہے جو سالک کی روحانی استعداد اور باطنی صلاحیت کی خبر دیتے ہیں۔ اس لئے سالک کو ان چیزوں پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ بلند ہمت ہو کر منزل مقصود کی طرف گامزن رہنا چاہیئے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے

چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

دفترِ اوّل مکتوب ۱۳۱

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمد اشرف کابلی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

بدعت کی اقسام

طریقتِ نقشبندیہ کے کمالات کا بیان

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت خواجہ محمد اشرف کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔آپ کے نام دس مکتوبات ہیں۔ دفتر اول مکتوب ۱۳۱، ۱۴۷، ۱۷۴، ۱۸۷، ۲۰۵، ۲۲۲، ۲۳۵، ۲۵۱ دفتر دوم مکتوب ۳۰ دفتر سوم ۱۰۷۔آپ حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص احباب میں سے تھے۔حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے آپ کو فنائے اتم کی خوشخبری دی تھی۔ آپ نے سلوک کی تکمیل کر کے خلافت پائی۔ (روضۃ القیومیہ)

مکتوب - ۱۳۱

متن طریقۂ حضراتِ خواجگان قَدَّسَ اللہُ تعالیٰ اَسْرَارَہُمْ اقرب طرق موصلہ است و نہایت دیگران در بدایت این بزرگواراں مندرج و نسبت ایشان فوقِ ہمہ نسبتہا است

ترجمہ: حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا طریقہ حق تعالیٰ تک پہنچانے والے طریقوں میں سب سے زیادہ اقرب ہے۔ دوسروں کی انتہا ان بزرگوں کی ابتداء میں درج ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے فوق ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز طریقت نقشبندیہ کے فضائل وکمالات کا تذکرہ فرمارہے ہیں۔ درحقیقت امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں فیضان نبوت وولایت جاری ہیں۔ فیضان نبوت کے قسیم خلیفۂ رسول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ فیضان ولایت کے قسیم امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جملہ سلاسل طریقت میں فیضان نبوت و ولایت جاری وساری ہے مگر طریقت نقشبندیہ میں نسبتاً فیض نبوت کا غلبہ ہے بنابریں اس

سلسلہ طریقت کو سلسلہ صدیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور اس سلسلہ طریقت کی نسبت کو نسبت صدیقی کہتے ہیں جسے ہمہ وقت حق تعالیٰ کے ساتھ حاضر باش رہنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی کو حضور مع اللہ بلا غیبوبۃ بھی کہتے ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ [1] سے واضح ہے اس لئے یہ نسبت تمام نسبتوں سے فوق و بالا ہے۔ یہ وہ نعمت عظمیٰ اور دولت قصویٰ ہے جس کے سمجھنے سے اکثر افراد قاصر ہیں۔ قدوۃ الاخیار حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ الغفار نے کیا خوب کہا

تو نقشِ نقشبنداں را چہ دانی　　تو طفلی کار مرداں را چہ دانی
گیاہ سبز داند قدر باراں　　تو خشکی قدر باراں را چہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست　　حقائق ہائے ایماں را چہ دانی

اس نسبت کے حاملین، دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں درج ہونے اور تجلی ذاتی دائمی سے ممتاز ہونے کے علاوہ وصل عریانی سے مشرف ہوتے ہیں جبکہ دیگر سلاسل طریقت میں وصل مطلق ہوتا ہے جو حجب ظلمانی کے رفع کا باعث تو ہے مگر حجب نورانی پھر بھی حائل رہتے ہیں جب کہ وصل عریانی میں حجب نورانی بھی مرتفع ہو جاتے ہیں اور عارفین بلا حجاب وصل یار سے شاد کام ہوتے ہیں۔ خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو یہ فضیلت و فوقیت اتباع سنت، عمل بعزیمت اور احتراز عنِ البدعت کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔

متن درین طریق التزامِ سنت است و اجتناب از بدعت

ترجمہ: اس طریقت میں التزام سنت ہے اور بدعت سے اجتناب ہے۔

---

[1] النور ۳۷

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ بعض متاخرین خلفاء اس طریقت عالیہ میں بعض بدعات واحداثات شامل کر کے اس کی تکمیل کے معتقد ہو گئے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بدعت اور اس کی قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی نقشبندی علائی قدس سرہُ العزیز بدعت کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اَلْبِدْعَۃُ هِیَ الْاَمْرُ الْمُحْدَثُ الَّذِیْ لَمْ یَکُنْ عَلَیْہِ الصَّحَابَۃُ وَالتَّابِعُوْنَ وَلَمْ یَکُنْ مِمَّا اقْتِضَاہُ الدَّلِیْلُ الشَّرْعِیُّ یعنی بدعت اس نئے کام کو کہا جاتا ہے جس پر صحابہ کرام اور تابعین عظام (رضی اللہ عنہم اجمعین) کا تعامل نہ ہو اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل شرعی قائم ہو۔[1]

حضرت شیخ جرجانی نے اس کی تعریف یوں بھی فرمائی ہے

اَلْبِدْعَۃُ هِیَ الْفِعْلَۃُ الْمُخَالِفَۃُ لِلسُّنَّۃِ سُمِّیَتْ الْبِدْعَۃُ لِاَنَّ قَائِلَهَا ابْتَدَعَهَا مِنْ غَیْرِ مَقَالِ اِمَامٍ یعنی بدعت خلاف سنت فعل کو کہتے ہیں۔ اسے بدعت سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا قائل اپنے امام کے قول کے برعکس کسی نئی بات کا واضع و موجد ہوتا ہے۔[2]

علمائے شریعت اور مشائخ طریقت نے بدعت کی موٹی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

۱...... بدعت فی الشریعت ۲...... بدعت فی الطریقت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دور فتن میں التزام بالسنۃ اور اجتناب عن

---

[1] کتاب التعریفات ۱۹ [2] کتاب التعریفات ۱۹

البدعۃ کی تاکید وتلقین فرمائی تاکہ التزام سنت کی بدولت امت مسلمہ کی مرکزیت قائم اور شیرازہ مجتمع رہے۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

فَاِنَّہٗ مَنْ یَعِیْشَ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتُ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ یعنی تم میں سے جو شخص ہمارے بعد زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا لہٰذا تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اسی کو تھامے رہو اور دانتوں کے ساتھ سختی سے دبائے رکھو اور اپنے آپ کو نوپید امور سے بچاؤ کیونکہ نوپید امر بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[1]

ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ یعنی جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو دین سے نہیں وہ مردود ہے۔[2]

یاد رہے کہ مذکورہ بالا ارشاد گرامی میں ہر نوپید امر سے منع نہیں فرمایا گیا بلکہ "مَا لَیْسَ مِنْہُ" کی قید لگا کر صراحت فرمادی کہ جو چیز دین سے نہ ہو خلاف دین ہو وہ قابل ردّ ہے اور جو چیز دین سے متصادم نہ ہو بلکہ مقصود شرع کے مطابق ہو اور صدر اول میں اس کی کوئی مثال یا اصل ثابت ہو وہ قابل عمل ہے جسے حدیث میں سنت حسنہ کہا گیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا[3] سے عیاں ہے۔

شارح بخاری حضرت امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام شافعی قدس سرہٗ العزیز سے نقل کیا ہے:

اَلْمُحْدَثَاتُ ضَرْبَانِ مَا اَحْدَثَ مُخَالِفًا کِتَابًا اَوْ سُنَّۃً اَوْ اَثَرًا

---

[1] ابوداؤد ۲/ ۲۸۷ باب فی لزوم السنۃ [2] مشکوٰۃ ۲۷ [3] مشکوٰۃ ۳۳

اَوْاِجْمَاعًافَهٰذِهٖ بِدْعَةُ ضَلَالَةٌ وَمَا اَحْدَثَ مِنَ الْخَيْرِ لَا يُخَالِفُ شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ فَهٰذِهٖ مُحْدَثَةٌ غَيْرُ مَذْمُوْمَةٍ یعنی محدثات (نو پیدا امور) کی دو قسمیں ہیں ایسے امور جو قرآن یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف ہوں وہ بدعت ضلالت ہیں اور جو امور خیر ان (کتاب وسنت و اثر و اجماع) کے مخالف نہ ہوں وہ محدثات محمودہ ہیں (یعنی سنت حسنہ ہیں)۔[1]

اسی لئے حضرت علامہ حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالْبِدْعَةِ مَا اَحْدَثَ مِمَّا لَا اَصْلَ لَهٗ فِي الشَّرِيْعَةِ يَدُلُّ عَلَيْهِ یعنی بدعت سے مراد وہ نو پیدا امور ہیں جن کی شریعت مطہرہ میں کوئی اصل نہ ہو جو ان پر دال ہو۔[2]

سنت وبدعت کے باہم متضاد ہونے کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک کے وجود سے دوسرے کی نفی لازم آتی ہے، لہٰذا ایک کے زندہ کرنے سے دوسرے کی موت واقع ہو جاتی ہے یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کو مردہ کرنا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس بھی (قیاس کر لیجئے)۔

پس بدعت، خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیئہ، (ہر حال میں اس سے) سنت کا دور کرنا لازم آتا ہے۔ شاید (حسنہ کہہ کر) حسن نسبی کی وجہ سے اعتبار کر لیا ہو۔ (یعنی اس سے اضافی حسن مراد لیتے ہوں) ورنہ حسن مطلق کی وہاں گنجائش نہیں ہے کیونکہ تمام سنتیں حق جل سلطانہ کی مرضیات ہیں اور ان کی اضداد (بدعتیں) مرضیات شیطان ہیں۔ آج یہ بات بدعت کی اشاعت کی وجہ سے اگرچہ بہت سے لوگوں پر گراں ہے لیکن کل (قیامت کے روز) ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا وہ۔

منقول ہے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ اپنی سلطنت کے زمانے میں جب دین کی ترویج کریں گے اور احیائے سنت کا حکم دیں گے تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت

---

[1] فتح الباری ۱/۳۰۲ [2] جامع العلوم والحکم ۲/۱۲۷

پر عمل کرنا اپنی عادت بنالی ہوگی اور اس کو اچھا سمجھ کر دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا وہ تعجب سے کہے گا کہ اس شخص (حضرت امام مہدی) نے ہمارے دین کو ختم کر کے ہماری ملت کو مار ڈالا ہے۔ حضرت امام مہدی اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور اس کے حسنہ کو سیئہ خیال فرمائیں گے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [1]

بلینہ:

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو قسم کا ہے

۱......عبادت کے طریقہ پر ۲......عرف وعادت کے طور پر

وہ عمل جو عبادت کے طریقے پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنا ہے اور وہ مردود ہے اور وہ عمل جو عرف وعادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ نہیں جانتا اور اس کے منع کرنے میں مبالغہ نہیں کرتا کیونکہ اس کا تعلق دین سے نہیں اور اس کا ہونا نہ ہونا عرف وعادت پر موقوف ہے نہ کہ دین وملت پر۔ جس طرح کہ بعض شہروں کا عرف دوسرے شہروں کے عرف کے خلاف ہے اسی طرح ایک شہر میں زمانے کے تفاوت کے اعتبار کی وجہ سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے البتہ عادی سنت کی رعایت بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا باعث ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت سید المرسلین عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى تَابِعِيْ كُلٍّ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔[2]

---

[1] دفتر اول مکتوب ۲۵۵ [2] دفتر اول مکتوب ۱۳۹

بدعت فی الطریقت

سالکین جادۂ طریقت کوقرب سے آشنا کرنے والے سلاسل اربعہ میں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سب سے اسلم، اوفق، اسہل اور اقرب طریقہ ہے جو بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریقہ ہے اور اتباع سنت، ملازمت برصحبت، عمل بعزیمت اور تخریب بدعت پر موقوف ہے اور احکام شرعیہ اور سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات پر کاربند رہنے اور رخصت کے بجائے عزیمت کو اختیار کرنے کو ترجیح دیتا ہے اس لئے اس میں روحانی ارتقاء کا دار و مدار ریاضتوں اور چلّوں پر نہیں بلکہ متابعت سنت اور شیخ کی صحبت و زیارت پر ہے۔ سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی نے کیا خوب فرمایا ؎

از دلِ سالک رہ جاذبہء صحبت شاں
می برُد وسوسہء خلوت و فکرِ چلہ را

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس حقیقت کے متعلق یوں رقمطراز ہیں...... اردو ترجمہ ملاحظہ ہو

سلسلہ نقشبندیہ کے خلفائے متاخرین کی ایک جماعت نے ان بزرگوں کے اوضاع واطوار کو ترک کر کے بعض ایسے نئے امور مثلاً سماع ورقص اور ذکر جہر اختیار کر لئے ہیں اس کی وجہ عدم وصول ہے۔ یہ لوگ اس بزرگ خاندان کے اکابرین کی نیتوں کی حقیقت تک نہیں پہنچے اور خیال کر بیٹھے ہیں کہ ان محدثات اور مبتدعات سے اس طریقہ کی تکمیل و تتمیم کر رہے ہیں حالانکہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح سے وہ طریقہ کو خراب اور ضائع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ [1]

نیز ایک مقام پر اس کے متعلق یوں ارقام پذیر ہیں:

---

[1] دفتر اول مکتوب ۲۸۶

لوگ وہ نئی بات جو طریقت میں پیدا کرتے ہیں فقیر کے نزدیک بدعت سے کم نہیں۔ جب کوئی نیا طریقہ سابقہ طریقت میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے فیوض و برکات کا رستہ مسدود ہو جاتا ہے اس لئے اپنی طریقت کی حفاظت اہم ترین امر ہے۔[1]

متن عجب است در بلادِ علماء کہ ماوائی مجتہدین است عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان این قسم مُحدثات رواج یافتہ باآنکہ ما فقیران عُلومِ اسلامیہ را از بَرکاتِ ایشان استفاضہ می نمائیم

ترجمہ: تعجب ہے کہ علماء کے شہروں میں جو مجتہدین کا ماویٰ ہے اس قسم کی بدعات رواج پا گئیں حالانکہ ہم فقراء علوم اسلامیہ کا استفاضہ (حصول فیض) ان بزرگوں کی برکات سے کرتے ہیں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس بات پر اظہار تعجب فرما رہے ہیں کہ علمائے مجتہدین ہی علم و فضل کا گہوارہ اور تقویٰ و طہارت کا مرجع ہوتے ہیں اور لوگ علوم اسلامیہ کی تحصیل اور مسائل شرعیہ کی تحقیق کے لئے ان کی خدمت میں زانوئے تلمذّ تہ کرتے، علمی تشنگی بجھاتے اور مسائل دریافت کرتے ہیں اس لئے اگر انہی حضرات کی موجودگی میں لوگ بدعات و خرافات کے کھلم کھلا مرتکب ہوں تو

ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کے مصداق حفاظت دین کا فریضہ کون سرانجام دے گا؟۔

---

[1] دفتر اول مکتوب ۲۶۷ (مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات مکتوب ۲۶)

تنبیہ:

واضح رہے کہ جب احکام شرعیہ اور سنن نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوات) کا کھلے بندوں مذاق اڑایا جارہا ہو اور اسلامی وروحانی قدروں کو پامال کیا جارہا ہو تو ایسے ایمان فروش اور حیا سوز ماحول میں ٹس سے مس نہ ہونا اور خاموش تماشائی بن کر دیکھتے رہنا حمیتِ اسلامی اور غیرت ایمانی کے سخت خلاف اور شیطانی کردار کے مترادف ہے جسے شیطان اَخرس (گونگا شیطان) فرمایا گیا ہے اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اس لئے بقدر استطاعت حالات کے تقاضوں کے مطابق حکمت عملی کے ساتھ غیر شرعی افعال کی مزاحمت وسرکوبی کرنا چاہئے تاکہ بندۂ مؤمن کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سرخرو ہوسکے ورنہ ندامت وخجالت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۳۲

مکتوب الیہ

حقائق آگاہ حضرت خواجہ ملا محمّد صدّیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

سالکین کیلئے اُمراء کی مرغن غذائیں باعثِ حجاب ہیں

اہل اللہ کے ساتھ نیازمندی سرمایۂ دارین ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت ملا محمد صدیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ کے نام بارہ مکتوب ہیں دفتر اول مکتوب ۱۳۲ تا ۱۳۶، ۱۶۲، ۱۷۶، ۱۸۸، ۲۱۲ دفتر دوم مکتوب ۲۱، ۵۱ دفتر سوم مکتوب ۸۔ حقائق آگاہ مولانا محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایت بن ظہیر الدین حسن کشم علاقہ بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ آپ کو شعر و سخن سے بہت دلچسپی تھی۔ پہلے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ' سے بیعت کی اور حضرت خواجہ کی رحلت کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر خلافت پائی۔ ۱۰۱۹ھ میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ مبداء و معاد مرتب کیا۔ ۱۰۳۲ھ میں حج مقدس کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ ماہ شوال ۱۰۵۱ھ میں وفات پائی اور حضرت خواجہ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

مکتوب ۔۱۳۲

متن ای برادر ظاہراً از صحبتِ فُقَرا دل تنگ گشتہ مجلسِ اَغنیا اختیار کردہ اید بسیار بَد کردہ اید امروز اگر چشمِ شما پوشیدہ است فردا خواہند کشاد و غیر از ندامت فائدہ نخواہد کرد خبر شرط است

ترجمہ: اے میرے بھائی! آپ نے ظاہری طور پر فقراء کی صحبت سے تنگ دل ہوکر دولت مندوں کی مجلس اختیار کرلی ہے، بہت برا کیا۔ آج اگر آپ کی آنکھ بند ہے تو کل کھل جائے گی، اس وقت ندامت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوگا، آگاہ کردینا شرط ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اُمراء کی صحبت اختیار کرنے والے سالکین کی مذمت فرمارہے ہیں کیونکہ امراء کے زرق برق لباسات فاخرہ، دولت کی ریل پیل، ظاہری کرّ وفرّ، ان کی مرغن غذائیں اور ترنوالے سالکین کیلئے دنیا وآخرت میں باعث خسارہ ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ خَسِرَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃَ [1] سے عیاں ہے۔

نیز فقراء کی ہم نشینی ترک کرنے والے سالک کو امور دنیا میں اگر دل جمعی میسر ہو

---

[1] الحج ۱۱

جائے تو وہ جمعیت نہیں بلکہ استدراج ہے جو قابلِ مذمت ہے کیونکہ وہ صحبت فقراء سے دوری کے باعث قرب خدا سے محروم ہو گیا ہے اور اگر اسے دنیوی معاملات میں جمعیت قلبی میسر نہ ہو تو اور بھی برا ہے کیونکہ

ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

کے مصداق وہ صحبت فقراء سے بھی محروم رہا اور دولت اغنیاء سے بھی کچھ نہ پاسکا۔ ان محرومیوں اور بدنصیبیوں کا بنیادی محرک دولت دنیا اور بیوی بچے ہوتے ہیں جنہیں فتنہ و دشمن فرمایا گیا ہے جیسا کہ آیات کریمہ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ[1] اور اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ[2] سے عیاں ہے۔

حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ العزیز نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

مال و اولادت بمعنی دشمن اند
گرچہ نزدیک تو چشم روشن اند
اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ را یاد گیر
مال و ملک این جہان بر باد گیر

جب کہ اہل اللہ کی چاکری اور ان کے آستانوں کی خاکروبی سرمایہ دارین اور سعادتِ کونین ہے کیونکہ ان کے ساتھ عقیدت اور نیازمندی، محض للّٰہیت و اخلاص کے جذبوں پر استوار ہوتی ہے اس لئے وہ رضائے مولیٰ کا موجب ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتحیات والتسلیمات اَلْحُبُّ فِی اللہِ[3] سے واضح ہے۔ بقول شاعر

صحبت روشن دلاں یک دم دو دم
ایں دو دم سرمایۂ بود و عدم

---

[1] الانفال ۲۸ [2] التغابن ۱۴ [3] مشکوۃ ۴۳۷

بلینہ:

واضح رہے کہ مکتوب الیہ حقائق آ گاہ حضرت خواجہ محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایت نے صحبت امراء کو ترک کر کے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت عالیہ کی طرف مراجعت کر لی تھی اور بے شمار فیوض و برکات و توجہات سے سعادت اندوز ہوئے اور تکمیل سلوک کے بعد خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا رسالہ مبارکہ مبداء و معاد انہیں کا مرتب فرمودہ ہے جس کی پہلی اردو شرح بنام سعادت العباد شرح مبداء و معاد چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔[1]

---

[1] مبداء و معاد کی پہلی اردو شرح سعادت العباد کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

دفتر اوّل مکتوب ۱۳۳

مکتوب الیہ

حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

سالکین کو فرصت کے لمحات غنیمت جاننا چاہیئے

مکتوب ۔۱۳۳

متن فرصت را غنیمت باید شمرد و وقت را عزیز باید داشت از رسوم و عادات کاری نمیکشاید و از تمحّل و تعلّل جز خسارت و حرمان نمی افزاید

ترجمہ: فرصت (کے لمحات) کو غنیمت جانیں اور وقت عزیز کی قدر کریں، رسوم و عادات سے کوئی کام نہیں بنتا، حیلے بہانے تلاش کرنے سے سوائے خسارہ و مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سالکین طریقت کو فرصت کے لمحات غنیمت جاننے اور قیمتی اوقات کی قدر کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں کیونکہ جب سالک فانی لذتوں، دنیوی آسائشوں، فضول رسومات اور لایعنی عادات میں مشغول ہو جاتا ہے تو احکام شرعیہ اور اعمال صالحہ کے بجالانے میں تسویف و تاخیر سے کام لیتا ہے جب تک اس کے دل سے ماسوا کی محبت سرد نہیں ہو جاتی اور اغیار کی گرفتاری سے چھٹکارا حاصل نہیں ہو جاتا اسے قلب سلیم میسر نہیں ہو سکتا جو عنایاتِ ربانی اور انعاماتِ رحمانی کا محل ہوتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیَّاھَا

دفتر اوّل مکتوب ۱۳۴

مکتوب الیہ

حقائق آگاہ، خواجہ مُلا محمد صدیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

وقت تیز دھار تلوار کی مانند ہے

عقل کی دو قسمیں ہیں

مکتوب ۔۱۳۴

متن محبّت آثارا اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ معلوم نیست تا فردا فرصت دہند یا نہ اَمرِ اَہَمّ را امروز باید کرد و غیر اہم را بر فردا باید انداخت حکمِ عقل اینست نہ عقلِ مَعاش بلکہ عقلِ مَعاد

ترجمہ: اے محبت کے نشان والے! وقت زندگی کو کاٹنے والی تلوار ہے ۔معلوم نہیں کہ کارکنانِ قضا وقدر کل تک مہلت دیں یا نہ دیں۔اہم اور ضروری کام کو آج ہی کرلینا چاہئے اور غیر ضروری کاموں کو کل پر مؤخر کردینا چاہئے، عقل کا تقاضا یہی ہے، عقل معاش کا نہیں بلکہ عقل معاد کا بھی یہی حکم ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اپنے قیمتی اوقات کی تعمیر کرنے کی نصیحت فرمارہے ہیں کیونکہ وقت ایسی تیز دھار تلوار کی مانند ہے جو ہر چیز کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا ہوسکتا ہے پھر مہلت ملے نہ ملے اس لئے لایعنی مصروفیات کو ترک کر کے عبادات و طاعات میں مشغول ہوجانا چاہئے اور توشۂ آخرت تیار کرلینا چاہئے، عقل معاش اور عقل معاد دونوں کا یہی تقاضا اور حکم ہے

دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں ادا فرمایا ہے

مکن عمر ضائع بافسوس و حیف　　　　که فرصت عزیز است والوقت سیف

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عقل معاد اور عقل معاش کی قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق

فاضل اجل حضرت علامہ سید شریف جرجانی قدس سرہُ العزیز عقل کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اَلْعَقْلُ مَا يَعْقِلُ بِهٖ حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ قِيْلَ مَحَلُّهُ الرَّأْسُ وَقِيْلَ مَحَلُّهُ الْقَلْبُ یعنی عقل وہ ہے جس کے ذریعے حقائق اشیاء کو سمجھا جاتا ہے بعض نے اس کا محل سر (دماغ) کہا ہے اور بعض نے قلب کو اس کا محل قرار دیا ہے۔[1]

ائمہ مجتہدین کا محلِ عقل کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا عقل کا محل دماغ ہے یا قلب؟۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک محلِّ عقل دماغ ہے جبکہ حضرت امام شافعی اور حنابلہ رحمہم اللہ کے ہاں محل عقل قلب ہے۔

حضرت علامہ سید مرتضٰی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے عقل کو دماغ میں پیدا فرمایا ہے اور اس کا نور قلب میں ہے۔[2]

خطیب الاسلام ابوالکلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ قدس سرہُ الاحسن وارث مسند آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ (پاکستان) ان مختلف اقوال میں تطبیق بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ عقل کی دو قسمیں ہیں

عقل جزئی　　اور　　عقل کلی

عقل جزئی

عقل جزئی کا مرکز سر (دماغ) ہے جہاں سے وہ حواس خمسہ کے ذریعے عالم کثرت سے رابطہ پیدا کرتی ہے اور عالم رنگ و بو اور دنیائے صوت وصورت کے مشاہدہ میں محو

---

[1] کتاب التعریفات ۶۵　[2] تاج العروس جلد ہشتم

رہتی ہے تا آنکہ وہ اپنے آپ کو اسی دنیائے آب وگل کا مکین یقین کر لیتی ہے۔

عقل کلی

عقلِ کلی کا مرکز دل ہے اور اس کا مقصود مکان کی بجائے لامکان اور عالم کثرت کے بجائے دنیائے وحدت ہے۔ روح انسانی، سر کے ذریعے عالم کثرت سے تعلق قائم رکھتی ہے اور دل کے ذریعے عالم وحدت سے مربوط رہتی ہے۔ [1]

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ عقل جزئی کو ہی عقل معاش کہا جاتا ہے جسے ہمہ وقت عیش وآرام اور لباس وطعام وغیرھا کی فکر دامنگیر رہتی ہے۔ دینی معاملات اور اخروی امور سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ یہ خالص دنیا داروں کی عقل ہوتی ہے جن کے متعلق مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے

اہل دنیا چہ کہین و چہ مہین — لعنۃ اللہ علیہم اجمعین

عقلِ کلی کو ہی عقلِ معاد سے تعبیر کیا جاتا ہے جو طبعی نفاست اور فطری طہارت کی بنا پر دینی اور اخروی امور میں مشغول رہتی ہے، اسے دنیوی معاملات سے کوئی خاص سروکار نہیں ہوتا۔

بینہ نمبر۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ عقل کو خلق اول ہونے کا اعزاز حاصل ہے جیسا کہ حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ سے واضح ہے اکثر صوفیائے کرام کے نزدیک عقل اول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جسے حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ

---

[1] مقالات خطیب الاسلام

دفتر اوّل مکتوب ۱۳۵

مکتوب الیہ

حقائق آگاہ خواجہ مُلّا محمّد صِدّیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

ولائیت کی دو قسمیں ہیں

فنائے اتم اور بقائے اکمل کے بعد عارفین کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی

رؤیتِ باری تعالیٰ کے متعلق متکلمینِ اہلسنت کا مؤقف

مکتوب - ۱۳۵

متن اِعْلَمْ اَنَّ الْوَلَایَۃَ عِبَارَۃٌ عَنِ الْفَنَاءِ وَالْبَقَاءِ وَھِیَ اِمَّا عَامَّۃٌ اَوْ خَاصَّۃٌ وَنَعْنِیْ بِالْعَامَّۃِ مُطْلَقَ الْوَلَایَۃِ وَبِالْخَاصَّۃِ الْوَلَایَۃَ الْمُحَمَّدِیَّۃَ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ وَالْفَنَاءُ فِیْھَا اَتَمُّ وَالْبَقَاءُ اَکْمَلُ

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ ولایت فنا اور بقا سے عبارت ہے اور وہ عامّہ ہے یا خاصّہ اور ہماری مراد عامّہ سے مطلق ولایت اور خاصّہ سے ولایت محمدّیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ ہے اور اس میں فنا اتم اور بقا اکمل ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ولایت کا مفہوم اور اس کی تفصیلات بیان فرمارہے ہیں۔ دراصل ولایت کو عروج ونزول اور فنا وبقا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صوفیائے طریقت نے ولایت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱......ولایت عامّہ　　　۲......ولایت خاصّہ

ولایت عامّہ

اس سے مطلق ولایت مراد ہے جس میں عامۃ المسلمین بھی شریک ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا [1] سے عیاں ہے اسے ولایت ایمان بھی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ولایت ایک نعمت عظمیٰ اور دولتِ قصویٰ ہے لیکن اس میں مؤمن نفسانی خواہشوں اور شیطانی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہوتا۔ اسے فقط ایمانِ قلبی ہی نصیب ہوتا ہے جو کسی وقت بھی متزلزل ہوسکتا ہے۔

ولایت خاصہ

اس سے ولایت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) مراد ہے جو قربِ خاص ہے جس میں عارف کے نفس کو فنائے تام اور بقائے اکمل کے بعد ایمان کامل میسر ہوجاتا ہے۔ بنابریں اسلام حقیقی کیلئے اس کا شرح صدر ہوجاتا ہے اور اس کا نفس امارگی اور لوّامگی سے آزاد ہوکر مطمئنہ ہوجاتا ہے اور اس کا جسم اطاعت وانقیاد کیلئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ اسے ولایت احسان بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ [2] سے واضح ہے۔

اہل طریقت نے ولایت خاصہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

ولایتِ خاصہ بمعنیٰ عام   اور   ولایتِ خاصہ بمعنیٰ خاص

بلینہ:

واضح رہے کہ عروج کا معنی اوپر چڑھنا ہے۔ یہاں اوپر سے مراد جہت وسمت نہیں کیونکہ حق تعالیٰ اطراف وجہات سے پاک ہے لیکن جب سالک حق تعالیٰ کی طرف روحانی پرواز اور باطنی سیر کرتا ہے تو صوفیاء کرام کے نزدیک اسے عروج ہی کہا جاتا ہے جس سے مقصود انقطاع عن الخلق اور حق تعالیٰ کے ساتھ وصول بلاکیف ہوتا ہے۔

---

[1] البقرہ ۲۵۷   [2] مشکوٰۃ ۱۱

متن وَمَنْ شُرِّفَ بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ الْعُظْمٰی فَقَدْ لَانَ جِلْدُہٗ لِلطَّاعَةِ وَانْشَرَحَ صَدْرُہٗ لِلْاِسْلَامِ وَاطْمَانَّتْ نَفْسُہٗ فَرَضِیَتْ عَنْ مَوْلَاھَا وَرَضِیَ مَوْلَاھَا عَنْھَا

ترجمہ: جو اس نعمت عظمٰی سے مشرّف ہوا تو اس کی جلد اطاعت کے لئے نرم ہوگئی اور اس کا اسلام کے لئے شرح صدر ہوگیا اور اس کا نفس مطمئنہ ہوگیا پس وہ اپنے آقا سے راضی ہوگیا اور اس کا آقا اس سے راضی ہوگیا۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جب محمدی المشرب سالک، فنا کے مراتب کو بالترتیب طے کرلیتا ہے تو اس سے تکبر و تبختر اور کدورت و کثافت وغیرھا جیسی روحانی امراض ختم ہوجاتی ہیں، اس کا جسم خود بخود حق تعالٰی کی مرضیات کے سانچے میں ڈھلتا جاتا ہے اور وہ اس کے اسماء و صفات و افعال کا مظہر بن جاتا ہے۔ بقول رومئ کشمیر میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

اتنی رمز پچھانو یارو بہت کراں کیہہ گلاں
میں کریوں ہتھ واگ بلوچے جدھر چلاوے چلاں

اور جب اس کے لطائف خمسہ، صفات وشیونات واعتبارات وتنزیہات و تقدیسات سے مشرف ہوتے ہوئے ذات کے ساتھ بے کیف و بے چون طریقہ سے اتصال پذیر ہوجاتے ہیں تو اس قسم کے عارف کا جسم، فنائے اتم اور بقائے اکمل کے مرتبہ پر فائز المرام ہوجانے کے بعد فانی نہیں رہتا بلکہ باقی اور ابدی ہوجاتا ہے

جیسا کہ جنت اور اس کی نعمتیں مخلوق ہونے کے باوجود ابدی ہیں کیونکہ جنت کو حق تعالیٰ کی رضا اور حسن ازلی کے جلووں کا محل ہونے کی وجہ سے فنا نہیں ہے نیز انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے اجسادِ مطہرہ کی تخلیق جنت سے ہوئی ہے اسی لئے ان کے جسموں سے خوشبو آتی ہے اور وہ گلنے سڑنے سے مأمون اور مرتبہء ابدیت سے حظِ وافر ملنے کی بنا پر محفوظ ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتحیات اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ فَنَبِیُّ اللهِ حَیٌّ یُرْزَقُ[1] سے عیاں ہے۔ اسی بناء پر انبیائے کرام علیہم الصلوات نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں نماز ادا فرمائی۔ نماز محض روح سے ادا نہیں کی جاتی بلکہ روح مع الجسد سے ادا کی جاتی ہے ایسے ہی وہ صوفیاء جنہیں بقائے اکمل میسر ہو جاتی ہے نبیوں کی تبعیت و وراثت کے طور پر ان کے جسم بھی گلنے سڑنے سے محفوظ و مامون ہو جاتے ہیں جیسے کہ یہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اس پر دالّ ہے اِذَا مَاتَ حَامِلُ الْقُرْاٰنِ اَوْحَی اللهُ اِلَی الْاَرْضِ اَنْ لَّا تَاْکُلِیْ لَحْمَهٗ قَالَتْ اِلٰهِیْ کَیْفَ اٰکُلُ لَحْمَهٗ وَکَلَامُكَ فِیْ جَوْفِهٖ یعنی جب حامل قرآن وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو اس کا گوشت کھانے سے منع فرما دیتا ہے وہ عرض کرتی ہے الٰہی میں اس کے گوشت کو کیسے کھا سکتی ہوں حالانکہ تیرا کلام اس کے سینے میں ہے۔[2]

متن وَسَلِمَ قَلْبُهٗ لِمُقَلِّبِهٖ وَتَخَلَّصَ رُوْحُهٗ کُلِّیَّةً اِلٰی مُکَاشَفَةِ حَضْرَتِ صِفَاتِ اللَّاهُوْتِ وَشَاهَدَ سِرُّهٗ مَعَ مُلَاحَظَةِ الشُّیُوْنِ

---

[1] ابن ماجہ ۱۱۸ کتاب الجنائز [2] کنز العمال ۱/۵۵۱

وَالۡاِعۡتِبَارَاتِ وَفِیۡ هٰذَا الۡمَقَامِ شُرِّفَ بِالتَّجَلِّیَاتِ الذَّاتِیَةِ الۡبَرۡقِیَةِ وَتَحَیَّرَ خَفِیُّهٗ لِکَمَالِ التَّنَزُّهِ وَالتَّقَدُّسِ وَالۡکِبۡرِیَاءِ وَاتَّصَلَ اَخۡفَاهُ اِتِّصَالًا بِلَا تَکَیُّفٍ وَضَرۡبٍ مِّنَ الۡمِثَالِ

ترجمہ: اور اس کا قلب اپنے مقلب کیلئے سالم ہوگیا اور اس کی روح صفاتِ لاہوت کے عالم کے مکاشفہ کیلئے مکمل طور پر خلاصی پا گئی اور اس کا سرّ شیونات واعتبارات کے ملاحظہ کے ساتھ مشاہدہ سے متصف ہوگیا اور اس مقام میں وہ تجلیات ذاتیہ برقیہ سے مشرف ہوگیا اور اس کا لطیفہ خفی کمالِ تنزہ، تقدس اور کبریاء کے لئے متحیر ہوگیا اور اس کا لطیفہ اخفیٰ اتصال بلاتکیف اور بے مثل طریقہ سے متصل ہوگیا۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز عالم امر کے لطائف کے مبادی فیوض کا تذکرہ فرمارہے ہیں یعنی لطیفہ روح کا مبداء فیض، حق تعالیٰ کی صفات ذاتیہ ہیں، لطیفہ قلب کا مبداء فیض صفات فعلیہ ہیں، لطیفہ سرّ کا مبداء فیض شیونات ذاتیہ ہیں، لطیفہ خفی کا مبدأفیض صفات سلبیہ اور تنزیہات باری تعالیٰ ہیں اور لطیفہء اخفیٰ کی مربی شان جامع اور اتصال بلاکیف ذات واجب تعالیٰ ہے۔

متن اَنَّ الۡوَلَایَةَ الۡخَاصَّةَ الۡمُحَمَّدِیَّةَ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ

مُتَمَيِّزَةٌ عَنْ سَائِرِ مَرَاتِبِ الْوَلَايَةِ طَرَفِي الْعُرُوْجِ وَالنُّزُوْلِ

ترجمہ: بے شک ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ، عروج ونزول کے دونوں طرفوں میں ولایت کے تمام مرتبوں سے متمیز ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات، عروجی منازل اور نزولی مراتب میں جملہ انبیائے کرام علیہم الصلوات کی ولایات سے ممتاز اور منفرد ہے یعنی آدمیُ المشرب اولیاء کا عروج صفات فعلیہ تک ہوتا ہے، نوحی المشرب اور ابراہیمی المشرب صوفیاء کا عروج صفات ذاتیہ تک ہوتا ہے، موسوی المشرب صوفیاء کا عروج شیونات ذاتیہ تک ہوتا ہے، عیسوی المشرب اولیاء کا عروج تنزیہات (صفات سلبیہ) تک ہوتا ہے جسے اعتبارات ذاتیہ بھی کہا جاتا ہے جو شیونات سے بلند تر ہے اور محمدی المشرب اولیاء کا عروج شان جامع اور اتصال بلا کیف ہے بنابریں محمدی المشرب صوفیاء کے اجساد مطہرہ پر عالم امر کے فیوضات وبرکات وتجلیات کے غلبہ کے باعث روحانیت ولطافت کا زیادہ غلبہ ہوتا ہے اس لئے وہ ہر قسم کے تغیرات سے محفوظ ہوتے ہیں۔

بلینہ:

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ولایت موسوی، ولایت محمدی کے داہنی جانب واقع ہے اور ولایت عیسوی اس ولایت کے بائیں جانب ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہونے کی بناء پر لازماً نبوت کی بہ نسبت

ولایت کی جانب ان میں غالب ہے جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں نسبتاً نبوت کا غلبہ ہے۔

متن اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُسْرِیَ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ بِالْجَسَدِ اِلٰی مَاشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَعُرِضَ عَلَیْہِ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ وَاُوْحِیَ اِلَیْہِ مَا اُوْحِیَ وَشُرِّفَ ثَمَّہٗ بِالرُّؤْیَۃِ الْبَصَرِیَّۃِ وَھٰذَا الْقِسْمُ مِنَ الْمِعْرَاجِ مَخْصُوْصٌ بِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالْاَوْلِیَاءُ الْمُتَابِعُوْنَ بِہٖ کَمَالَ الْمُتَابَعَۃِ السَّالِکُوْنَ تَحْتَ قَدَمِہٖ لَھُمْ اَیْضًا نَصِیْبٌ مِنْ ھٰذِہِ الْمَرْتَبَۃِ الْمَخْصُوْصَۃِ

ترجمہ: بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج جسد عنصری کے ساتھ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا سیر کرائی گئی اور آپ پر جنت اور دوزخ پیش کی گئیں اور آپ کی طرف وحی کی گئی جو بھی وحی کی گئی اور آپ وہاں رؤیت بصری سے مشرف کیے گئے اور معراج کی یہ قسم آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ اولیاء جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ کے زیر قدم چلتے ہیں ان کے لئے بھی اس مرتبۂ مخصوصہ سے حصہ ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم انور اس قدر لطیف تھا کہ شب معراج آپ کو جسم اقدس سمیت حریم قدس جل سلطانہ میں شرفِ باریابی نصیب ہوا اور آپ مشاہدات عجیبہ اور مقامات غریبہ کے علاوہ حق تعالیٰ کے دیدار اور رؤیت بصری سے مشرف ہوئے اور یہ اعزاز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے یہاں تک کہ جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بھی رَبِّ اَرِنِیۤ کہہ کر رؤیت کا مطالبہ کیا تو بارگاہ قدس جل سلطانہ کی طرف سے لَنْ تَرَانِیْ کا جواب موصول ہوا ایسے ہی محمدی المشرب اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اجسام مطہرہ کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت و وراثت میں کمال متابعت اور آپ کے زیر قدم ہونے کی بدولت اس مرتبۂ مخصوصہ سے حصہ نصیب ہوتا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

جیسا کہ حضرت شیخ ابوالحسن رفاعی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

صَعِدْتُ فِی الْفَوْقَانِیَّاتِ اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ اَلْفِ عَرْشٍ فَقِیْلَ لِیْ اِرْجِعْ لَاوُصُوْلَ لَكَ اِلَی الْعَرْشِ الَّذِیْ عُرِجَ اِلَیْهِ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یعنی میں عالم بالا کی طرف عروج کرتا رہا یہاں تک کہ سات لاکھ عرش سے گذر گیا پھر مجھے کہا گیا واپس لوٹ جا جس عرش پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔[1]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی اور رؤیت بصری کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْق

---

[1] النبراس ص ۲۹۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان

معراج جسمانی

لفظ معراج عروج سے مشتق ہے جس کا معنی بلندی ہے جیسا کہ آیت کریمہ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ[1] اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات فَعُرِجَ بِیۡ اِلَی السَّمَآءِ[2] سے واضح ہے۔ معراج کے لغوی معنی اَلسُّلَّمُ یعنی زینہ کے آتے ہیں چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نورانی زینہ کے ذریعے آسمانوں پر تشریف لے گئے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عروجی طیر اور جسمانی سیر کو معراج کہا جاتا ہے۔

مسئلہ معراج نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد بار معراج ہوئی مگر وہ سب روحانی تھیں جبکہ ایک معراج جسمانی ہے اور یہی جمہور علمائے امت کا مذہب ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وَالۡمِعۡرَاجُ لِرَسُوۡلِ اللّٰهِ عَلَيۡهِ السَّلَامُ فِی الۡيَقۡظَةِ بِشَخۡصِهٖ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ اِلٰی مَاشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنَ الۡعُلٰی حَقٌّ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری جسم اقدس کے ساتھ آسمان کی طرف پھر وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا معراج ہونا حق وثابت ہے۔[3]

مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ

یہ مسئلہ علم الکلام کے معرکہ آراء مسائل میں سے ایک ہے جس کے متعلق علمائے متکلمین اہلسنت اور معتزلہ کا اختلاف ہے۔ معتزلہ رؤیت باری تعالیٰ کے انکار وامتناع کے قائل ہیں جبکہ علمائے متکلمین اہلسنت کے نزدیک یہ مسئلہ ثابت ہے چنانچہ شیخ الاسلام حضرت علامہ دوسی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بدء الامالی میں یوں رقمطراز ہیں

---

[1] المعارج ۴ [2] مشکوٰۃ ص۵۲۹ [3] شرح عقائد

يَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَيْرِ كَيْفٍ وَاِدْرَاكٍ وَضَرْبٍ مِّنْ مِثَالٍ
فَيَنْسَوْنَ النَّعِيْمَ اِذَا رَاَوْهُ فَيَا خُسْرَانَ اَهْلَ الْاِعْتِزَالِ

ترجمہ: یعنی مومن بلا کیف وادراک اور بغیر کسی ضرب ومثال کے حق تعالیٰ کا دیدار کریں گے پس جب اسکا دیدار نصیب ہوگا تو سب نعمتوں کو بھول جائیں گے،
ہائے افسوس! معتزلہ کے خسارہ پر!

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز منکرین رؤیت کے متعلق اظہار تعجب کرتے ہوئے رقمطراز ہیں......اردو ترجمہ ملاحظہ ہو

تعجب ہے کہ وہ لوگ جو رؤیت باری تعالیٰ کی دولت پر ایمان نہیں رکھتے وہ کس طرح اس سعادت کے حصول سے بہرہ ور ہونگے کیونکہ منکرین کے نصیب میں تو محرومی ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ مومن بہشت میں ہوں اور دیدار نہ ہو کیونکہ شرع سے جو کچھ بظاہر مفہوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ تمام اہل بہشت کو دولت دیدار حاصل ہوگی اور یہ کہیں نہیں آیا کہ بعض اہل بہشت کو دیدار ہوگا اور بعض کو نہیں ہوگا...... جاننا چاہئے کہ بہشت اور ماسوائے بہشت سب حق تعالیٰ کے نزدیک برابر ہیں کیونکہ سب اسی کی مخلوق ہیں اور وہ سبحانہ کسی چیز میں بھی حلول وتمکن کئے ہوئے نہیں لیکن بعض مخلوقات کو حق تعالیٰ کے انوار کے ظہور کی قابلیت ہے اور بعض کو نہیں۔ جس طرح کہ آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے اور سنگ وکلوخ یہ قابلیت نہیں رکھتے۔ پس اس بارگاہ جل شانہ کی طرف سے مساوات کی نسبت کے باوجود فرق اسی طرف سے ہے۔

ایں قاعدہ یاد دار کانجا کہ خداست
نے جزو نہ کل نہ ظرف نے مظروف است
یاد رکھو جس جا وہ خداوند بریں ہے
ظرف مظروف و جزو کل نہیں ہے [1]

---

[1] دفتر سوم مکتوب ۱۷

جنت میں کیفیت رؤیت کے متعلق شرح عقائد نسفی میں ہے

فَیُرٰی لَا فِیْ مَکَانٍ وَلَا عَلٰی جِھَۃٍ مِن مُقَابَلَۃٍ اَوْ اِتِّصَالِ شُعَاعٍ اَوْ ثُبُوْتِ مُسَافَۃٍ بَیْنَ الْرَّائِیْ وَبَیْنَ اللہِ تَعَالٰی یعنی رؤیت باری تعالٰی ہوگی مگر مکان، جہت مقابلہ، اتصال شعاع اور رائی، مرئی (اللہ تعالٰی) کے درمیان ثبوتِ مسافت کے بغیر۔

عالم دنیا میں عدم رؤیت باری تعالٰی کے متعلق حضرت علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

رؤیت در دنیا خلاف نیست میان علمائی اسلام کہ رؤیت در دنیا نخواہد بودن یعنی رؤیت باری تعالٰی کے مسئلہ میں علمائے اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ دنیا میں حق تعالٰی کی رؤیت نہیں ہوتی۔[1]

اس پر انہوں نے دو احادیث مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے

۱......حدیث دجال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت دجال لعین لوگوں سے کہے گا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں حالانکہ کوئی بھی دنیوی زندگی میں خدا تعالٰی کو نہیں دیکھ سکتا البتہ بعد از وفات اس کے دیدار سے مشرف ہونگے جیسا کہ حدیث وَاِنَّہٗ لَنْ یَرٰی اَحَدُکُم رَبَّہٗ حَتّٰی یَمُوْتَ[2] سے عیاں ہے۔

۲......اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللہِ[3] یعنی اللہ تعالٰی سے شرف ملاقات سے قبل موت کا ذائقہ چکھنا ہوگا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

---

۱ المعتمد فی المعتقد ۴۳ مطبوعہ استنبول ۲ ۳ مشکوٰۃ ۱۳۹

دنیا میں رؤیت (باری تعالیٰ) واقع نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ دنیا اس دولت کے ظہور کی قابلیت نہیں رکھتی اور جو کوئی اس دنیا میں رؤیت کے واقع ہونے کا قائل ہو وہ جھوٹا اور مفتری ہے اس نے حق تعالیٰ کے غیر کو حق جانا ہے۔ اگر اس دنیا میں یہ دولت میسر ہوسکتی تو حضرت کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار تھے اور ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام جو اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں تو اس کا وقوع بھی اس دنیا میں نہیں ہوا بلکہ بہشت میں تشریف لے گئے تو وہاں دیدار سے مشرف ہوئے جو کہ عالم آخرت سے ہے لہٰذا دنیا میں رؤیت نہیں ہوتی بلکہ جب عالم دنیا سے نکل کر آخرت کے ساتھ ملحق ہو گئے تو دیدار (خدا تعالیٰ) سے مشرف ہوئے۔[1]

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نفی رؤیت کے متعلق حدیث مروی ہے جبکہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثبوت رؤیت کے بارے میں احادیث مبارکہ روایت ہیں اور وہ تین قسم کی ہیں

- ......ایک وہ جن میں مطلق رؤیت کا بیان ہے۔
- ......دوسری میں رؤیت بصری کی صراحت ہے۔
- ......تیسری میں رؤیت قلبی کا ذکر ہے۔

بنابریں رؤیت باری تعالیٰ میں اختلاف واقع ہوگیا۔ بعض کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت قلبی نصیب ہوئی، بعض کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت بصری کا شرف ملا جبکہ تیسرا گروہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رؤیت قلبی اور رؤیت بصری دونوں کا قائل ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک

---

[1] دفتر سوم مکتوب ۱۷

کشفی اور تحقیقی اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روٴیت بصری ثابت ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْد

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روٴیت باری تعالیٰ کے قائل ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا کیا جواب دیں گے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ سے دوں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَاَیْتُ رَبِّیْ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے بڑا اور وزنی ہے۔[1]

بینہ نمبر۲:

یہ امر مستحضر رہے کہ اگرچہ دنیا میں روٴیت باری تعالیٰ ممکن ہے مگر بچشم سر دنیا میں واقع نہیں ہے کیونکہ دنیا اور چشم دنیا عدم سے ساختہ شدہ ہونے کی بنا پر اس دولت عظمیٰ کی صلاحیت ولیاقت ہی نہیں رکھتے جبکہ چشم آخرت، شیونات ذاتیہ کا اثر رکھتی ہے اس لئے چشم دنیا کو چشم آخرت کے ساتھ قطعاً کوئی مناسبت نہیں کہ دیدار خدا سے مشرف ہو سکے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ

---

[1] فتح الباری

دفترِ اوّل مکتوب ۱۳۶

مکتوب الیہ

حقائق آگاہ خواجہ مُلّا محمّد صدّیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

بندۂ مومن کو قوتِ لایموت پر قناعت کرنا چاہیئے

طولِ امل کی مذمّت

مکتوب ۔ ۱۳۶

متن حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ از کمالِ کرم قُوتِ یومیہ عطا فرمودہ است این را غنیمت شمردہ فکرِ کارِ خود باید کرد نہ آنرا وسیلۂ قُوتِ دیگر باید ساخت کہ کار بہ تسلسُل میکشد

ترجمہ: حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے آپ کو روزمرہ کے گذارہ کے اسباب عطا فرمائے ہوئے ہیں اس کو غنیمت جان کر اصل کام کی فکر کرنی چاہئے نہ کہ اس کو مزید معیشت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے کیونکہ (اس طرح) کاموں کا تسلسل جاری ہو جاتا ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز قُوت لایمُوت اور روزمرہ کی ضروریات زندگی پر اکتفا کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں۔ درحقیقت جب کوئی شخص بقدر ضرورت رزق پر قناعت نہیں کرتا تو اسے مزید مال و دولت کے حصول کی ہوس پیدا ہو جاتی ہے یوں سیم وزر و ثروت کا سلسلۂ طلب لامتناہی ہوتا جاتا ہے جو کبھی بھی ختم نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات والتحیات ہے:

لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَا تَبْغٰى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَاُ

جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ یعنی ابن آدم کے پاس اگر دو وادی مال ہو تو تیسری چاہے گا اور آدمی کا پیٹ (قبر کی) مٹی کے علاوہ کسی چیز سے نہیں بھرتا اور اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔[1]

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

کاسہء چشم حریصاں پُر نشد
تا صدف قانع نشد پُر دُر نشد
بند بگسل باش آزاد، اے پسر
چند باشی بندِ سیم و بندِ زر

متن در درویشی طولِ اَمَل کفر است

ترجمہ: درویشی میں طولِ امل کفر ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز طولِ امل کی قباحت بیان فرمارہے ہیں دراصل طولِ امل ان لمبی امیدوں کو کہتے ہیں جو راہِ طاعت وعبادت میں حائل و مانع اور ہر شر و فتنہ کا باعث ہوتی ہیں۔ یہ وہ لا علاج روحانی مرض ہے جو عبادات میں تساہل، ترک توبہ، ہوس زر، قساوت قلب اور غفلت آخرت کا موجب ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طول امل کی شناعت یوں بیان فرمائی:

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِي الْهَوٰى وَطُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِي الْاٰخِرَةَ یعنی مجھے

---

[1] بخاری ۲/۹۵۲ کتاب الرقاق

اپنی امت کے اتباعِ خواہشات اورطولِ امل کا بہت ڈر ہے۔ خواہشات کی پیروی تو انسان کوحق سے روک دیتی ہے اورطولِ امل آخرت کو بھلادیتی ہے۔[1]

طول امل سے بے فائدہ غم وہمّ اورلغو تفکرات لاحق ہوتے ہیں چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کاارشاد گرامی ہے:

قَتَلَنِیْ هَمُّ یَوْمٍ لَمْ اُدْرِكْهُ قِیْلَ وَكَیْفَ ذٰلِكَ یَا اَبَا ذَرٍ قَالَ اِنَّ اَمَلِیْ جَاوَزَ اَجَلِیْ یعنی آنے والے دن کی فکر نے مجھے ہلاک کردیا جسے میں پانہیں سکتا عرض کیا گیا اے ابوذر وہ کیسے؟ فرمایا میری لمبی امیدیں میری موت سے تجاوز کرچکی ہیں۔

ایک مقام پرحضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نصیحت کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں: اَلدُّنْیَا ثَلَاثُ سَاعَاتٍ سَاعَةٌ مَضَتْ وَسَاعَةٌ اَنْتَ فِیْهَا وَسَاعَةٌ اَتُدْرِكُهَا اَمْ لَا یعنی دنیا تین ساعتیں ہے ایک ساعت تو گذرگئی اورایک ساعت وہ ہے جس میں تم اب ہواورایک ساعت وہ ہے جو تمہیں نصیب ہو یا نہ ہو۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

درحقیقت انسان ایک ہی سانس کا مالک ہے ایک دن یاپوری ایک گھڑی کا بھی مالک نہیں فلہٰذا اس ایک سانس میں طاعت وعبادت کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے ایسانہ ہوکہ یہ بھی فوت ہوجائے اورتوبہ کرنے میں بھی جلدی کروایسانہ ہوکہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اورموت آنے والے سانس کی فرصت نہ دے۔ آنے والی گھڑی کے لئے رزق کی فکرنہ کروشاید اگلی ساعت تک زندگی وفانہ کرے اورخواہ مخواہ فکرمعاش میں مبتلاہوکر یہ وقت بھی ضائع ہوجائے اورکوشش عبث جائے مگرانسان رزق کی تگ ودو میں مشغول رہ کراپنا وقت عزیز ضائع کردیتا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ

نیز آپ فرماتے ہیں کہ امید دوقسم کی ہوتی ہے

۱۔ عامۃ الناس کی امیدیں ۲۔ خواص کی امیدیں

---

[1] مشکوٰۃ ۴۴۴

عامۃ الناس کی امیدیں

عامۃ الناس کی امیدیں یہ ہیں کہ متاعِ دنیا جمع کرنے کیلئے آرزوئے زندگی اور دنیا میں عمر دراز تک زندہ رہنے کے منصوبے بناتے ہیں جو سراسر گناہ ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ[۱] یعنی آپ ان غافل لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے کہ کھائیں، سامانِ زیست سے لطف اندوز ہوں اور دنیوی آرزوؤں اور امیدوں کی غفلت میں پڑے رہیں تو انہیں عنقریب اپنے طرز زندگی کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

خواص کی امیدیں

خاص لوگوں کی امیدیں یہ ہیں کہ انسان اعمال صالحہ اور خدمات دینیہ کو بیش از بیش بجالانے کی آس و امید رکھے اور اسے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مشیت پر موقوف جانے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ[۲] یعنی یوں ہرگز نہ کہنا کہ میں یہ کام کل ضرور کروں گا بلکہ یوں کہو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں یہ کام کروں گا۔

علمائے کرام نے طولِ امل کے بجائے نیت محمودہ کا قول کیا ہے جس کی جامع و مناسب تعریف یوں بیان فرمائی ہے

"کسی نیک کام کو شروع کرنے کا پختہ ارادہ کرنا اور ساتھ یہ اعتقاد بھی رکھنا کہ اس کا اہتمام و اختتام اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیّت سے ہے۔[۳]

---

[۱] الحجر ۳ [۲] الکہف ۲۳،۲۴ [۳] ماخوذ از منہاج العابدین

دفترِ اوّل مکتوب ۱۳۷

مکتوب الیہ

حضرت شیخ حاجی **خضر افغان** رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

رویتِ عامہ اور رویتِ خاصہ

دورانِ نماز لذّت کا حصول نعمتِ عظمیٰ ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت حاجی خضر افغان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔مکتوبات شریفہ میں آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔آپ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلفاء میں سے تھے۔کثیر تعداد میں لوگ آپ سے مستفیض ہوئے۔شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ابتداء میں آپ ہی کے مرید تھے بعد میں خود آپ نے ان کو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔اکثر راتوں کو گریہ وزاری میں مشغول رہتے تھے۔بہت خوش الحان تھے۔قصبہ بہلول مضافات سرہند کے رہنے والے تھے۔۱۰۳۵ھ میں وفات پائی۔

مکتوب - ۱۳۷

متن اِلتذاذ درعبادات و رفعِ کُلفت دراَدائی آنہا از اَجَلّ نِعَمِ حق است سبحانہٗ خصوصًا درادائی صلوٰة کہ غیرِ منتہی را میسّر نیست علی الخصوص در ادائی فرائضِ صلوٰة زیراکہ درابتداءِ نہایت باَداءِ صلوٰةِ نافلہ مُتلذّذ میسازند و درنہایت النہایت این نسبت بفرائض مَنوط میگردد و در اَداءِ نوافِل خودرا بیکار میداند کارِ عظیم نزدِ او ادائی فرائض است وبس

ع این کار دولت است کنون تا کرا رسد

ترجمہ: عبادات میں لذت یابی اور اس کی ادائیگی میں کلفت کا نہ ہونا حق سبحانہ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے خصوصاً نماز کے ادا کرنے میں جو کہ غیر منتہی کو میسر نہیں ہے خاص طور پر فرض نماز کے ادا کرنے میں کیونکہ ابتداءً نفلی نمازوں کے ادا کرنے میں لذت بخشتے ہیں نہایت النہایت میں پہنچ کر لذت کی یہ کیفیت فرضوں کی ادائیگی سے متعلق ہو جاتی ہے اور بندہ اپنے نوافل کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو بیکار جانتا ہے

اس کے نزدیک فرضوں کوادا کرنا بڑا اہم کام ہو جاتا ہے اور بس

ع یہ بڑی دولت ہے دیکھئے اب کسے نصیب ہوتی ہے

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ بندۂ مومن کو دوران نماز، لذت وحلاوت کا حاصل ہونا نعمتِ عظمیٰ اور دولت قصویٰ ہے۔ جو نماز لذت سے یکسر محروم اور ریاکاری سے معمور ہو وہ موجب ذلت اور باعث خسارہ ہے جیسا کہ آیہ کریمہ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ [1] سے عیاں ہے دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز
کہ در چشمِ مردم گذاری دراز

جب سالک شیخ کامل ومکمل کے زیر تربیت سنت وشریعت اور اپنے اسباق طریقت کو پابندی سے بجالاتا ہے تو ابتدائی اور متوسط مراحل میں اسے نوافل میں لذت اور چاشنی حاصل ہوتی ہے بنابریں وہ نوافل کا زیادہ اہتمام کرتا ہے تا کہ مزید لذت سے لطف اندوز ہو سکے اور جب وہ فنا وبقا کے جملہ مراتب طے کر لیتا ہے اور حقائق الٰہیہ کی سیر کرتا ہوا دوائر محبت سے گذر جاتا ہے اور توحید ذاتی میں مستغرق، ادراک بسیط کی منزلوں میں گم اور وصل عریانی کے منصب سے شادکام ہو جاتا ہے تو وہ منتہی عارف نوافل کی بجائے فرائض میں لذت وحلاوت محسوس کرتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر اس پر اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ کی حقیقت عیاں ہوتی ہے...... بقول شاعر

---

[1] الماعون ۴

ذوق طاعت بی حضور دل نیابد ہیچ کس
طالب حق را بود دل حاضر دریں درگاہ بس

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ جولذت دوران نماز حاصل ہوتی ہے اس میں نفس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ وہ عین اس لذت کے وقت نالہ وفغاں میں مبتلا ہوتا ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ بھی مستحضر رہے کہ بعض گندم نما جوفروش پیراور ملنگ نظریہء وحدت الوجود کو نہ سمجھنے کی بنا پر نماز کا انکار کرتے اور اپنے متعلقین کو بھی ادائے نماز سے روکتے ہیں جو سراسر زندقہ وارتداد والحاد ہے جس کا دین اسلام میں کوئی تصور نہیں۔ حضرت شیخ حسین بن منصور حلاج قدس سرہُ العزیز جنہیں اَنَا الْحَقّ کے نعرہ کی پاداش میں تختہَ دار پر کھینچ دیا گیا وہ بھی نماز پنجگانہ کے علاوہ روزانہ ہزار نوافل کا اہتمام فرماتے تھے اور جس روز انہیں سولی پر چڑھایا گیا اس دن انہوں نے پانچ سو نوافل ادا فرمائے تھے۔

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ بعض منکرین نماز آیہ کریمہ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ [۱] سے نماز کے بجائے دائمی ذکر مراد لیتے ہیں حالانکہ یہاں صلوٰۃ کا بیان ہے ذکر کا تذکرہ نہیں اور دَآئِمُوْنَ سے مراد نماز پنجگانہ کو مداومت واستقامت اور ہمیشگی کے ساتھ اوقات مامورہ پر ادا کرنا ہے ورنہ پانچ نمازوں کی فرضیت اور اوقات مامورہ پر ادا کرنے کی اہمیت ختم ہو کر رہ جائے گی جیسا کہ ارشادات ربانی اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ [۲] اور اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا [۳] سے واضح ہے۔

---

۱ المعارج ۲۳ ۲ البقرہ ۴۳ ۳ النساء ۱۰۳

بینہ نمبر ۴:

یہ بھی واضح رہے کہ بعض نام نہاد صوفیوں نے آیہ کریمہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ [1] سے یہ مفہوم مراد لیا ہے کہ جب سالک کو عبادت کرتے کرتے مقام یقین حاصل ہو جائے تو پھر اسے عبادت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی جس طرح کہ وسائل اور وسائط منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں اور منزل پر پہنچنے کے بعد انہیں ترک کر دیا جاتا ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ

جبکہ مفسرین کرام نے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ میں یقین سے مراد موت بیان فرمایا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ سالکین اور عابدین کو مرتے دم تک عبادت کرتے رہنا چاہئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مقام یقین پر کون فائز ہو سکتا ہے جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تا حیات حق تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز رہے تو کوئی اور شخص عبادت سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتا ہے؟۔

نیز پیکر تسلیم و رضا، شہزادۂ گلگوں قبا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں تادم واپسیں زیر خنجر عبادت میں مشغول رہے۔

بینہ نمبر ۵:

یہ بھی یاد رہے کہ جو صوفی دوران نماز وجد کرتے اور تڑپتے پھڑکتے ہیں یہ ان کے کم ظرف اور ناقص ہونے کی علامت ہے کیونکہ ان کی روح ابھی تک قفس عنصری میں مقید ہے اور جن صوفیاء کی ارواح جسمانی قید سے آزاد ہو کر عالم بالا اور لامکان کی سیر کرتی اور مشاہدۂ محبوب میں مستغرق رہتی ہیں وہ سکون و قرار میں رہتے ہیں جو ان کے کامل اور واصل باللہ ہونے کی علامت ہے اور یہی نسبت نقشبندیہ کا امتیاز ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

---

[1] الحجر ۹۹

متن در دُنیا در رنگِ رُتبۂ رُؤیہ است در آخرت نہایتِ قُرب در دنیا در نماز است و نہایتِ قرب در آخرت در حینِ رؤیت است

ترجمہ: دنیا میں (نماز کا) مرتبہ آخرت میں رویت باری تعالیٰ کے مرتبہ کی مانند ہے، دنیا میں نہایت قرب نماز میں ہے اور آخرت میں نہایت قرب اللہ تعالیٰ کے دیدار کے وقت ہوگا۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نماز کی مقصدیت وعظمت بیان فرما رہے ہیں کہ یہ امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوات والتحیات والتسلیمات) کیلئے ایسی نعمت غیر مترقبہ ہے کہ جس کی بدولت منتہی عارفین کو غایت قرب نصیب ہوتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ [1] سے عیاں ہے نیز وہ حالت نماز میں مشاہدۂ یار سے مشرف ہوتے ہیں البتہ اس کا کھلے بندوں دیدار آخرت میں ہوگا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہے اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ [2] یعنی بیشک تم عنقریب اپنے رب کا دیدار کرو گے جیسے تم اس چاند کو دیکھتے ہو اور تمہیں اس کی رؤیت میں کوئی رکاوٹ و پریشانی نہیں ہوگی۔

علمائے اعلام نے آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

۱......رؤیتِ عامہ ۲......رؤیتِ خاصہ

---

[1] العلق ۱۹ [2] مشکوٰۃ ۵۰۰

رؤیت عامہ

یہ ہے کہ روز محشر مسلمین و کفار سب کو حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا لیکن اس کی کیفیات مختلف ہونگی چنانچہ حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین خالد کردی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْحَشْرِ سَوْفَ تَجَلّٰى لِلْكٰفِرِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ الْعُصَاةِ بِصِفَةِ الْجَلَالِ وَالْقَهْرِ، وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ بِصِفَةِ اللُّطْفِ وَالْجَلَالِ [1]

یعنی میدان محشر میں روز قیامت اللہ تعالیٰ تجلی فرمائے گا جو کافروں اور گناہگار مسلمانوں کیلئے جلال اور قہر کی صفت کے ساتھ اور مؤمنوں کیلئے لطف وجلال کی صفت کے ساتھ ہوگی۔ کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

ورنہ در وقت حساب و دادگاہ
ہر کسے بینند چہ مؤمن چہ تباہ
مؤمنش بینند باوصاف کمال
کافرش بینند باوصاف جلال

رؤیت خاصہ

اس رؤیت سے محض مؤمن جنت میں لطف اندوز ہونگے جیسا کہ آیہ کریمہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ [2] سے عیاں ہے۔ نیز حق تعالیٰ کی طرف سے انہیں سلاموں کے ہدیے اور تحیۃ کے تحفے پیش کئے جائیں گے جیسا کہ آیہ کریمہ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلَامٌ [3] سے واضح ہے۔ مگر بایں ہمہ کچھ عشاقان خدا کی آرزو ہی فقط لقائے یار اور دیدار محبوب ہوگی۔ بقول شاعر

ہر کس بہ بہشت آرزوئے دارد
عاشق بجز ازیں دیدار ندارد

---

[1] الاسلام والایمان ۲۰ [2] القیامہ ۲۲،۲۳ [3] الاحزاب ۴۴

دفترِ اوّل مکتوب ۱۳۸

مکتوب الیہ

حضرت شیخ بہاؤ الدّین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

سالکین کو اپنے جملہ معاملات حق تعالیٰ کے سپرد کر دینے چاہییں

بارگاہِ قدس جلّ سلطانہٗ میں اہل اللہ کے طفیل دعا کرنا جائز ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے حضرت شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ آپ کے نام دو مکتوب ہیں، دفتر اول مکتوب ۱۳۸، ۱۶۴۔ آپ غالباً حضرت امام ربانی کے بھتیجے ہیں جیسا کہ حضرت امام ربانی کے غسل میت کے حالات میں ملتا ہے۔

مکتوب - ۱۳۸

متن فرزندی ارشدی باین دَنیۂ مبغوضہ خُرسند نباشد وسرمایۂ دوامِ اقبال را بجنابِ قدسِ خداوندی جَلَّ سُلْطَانُہٗ، از دست ندہد فکر باید نمود کہ چہ چیز می فروشد وچہ چیز می خرد

ترجمہ: میرے سعادت مند فرزند! اس کمینی مبغوضہ دنیا سے خوش نہیں ہونا چاہئے اور خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی بارگاہ قدس کی طرف دائمی توجہ کے سرمایہ کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ فکر کرنا چاہئے کہ ہم کیا چیز فروخت کر رہے ہیں اور کیا چیز خرید رہے ہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز دنیا کی مذمت بیان فرما رہے ہیں۔ چونکہ دنیا حق تعالیٰ کی مبغوضہ اور ناپسندیدہ ہے اس لئے سالکین طریقت کو دنیوی محبتوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اخروی امور کو اختیار کرنا چاہئے کیونکہ دین و دنیا کا اکٹھا ہونا محال ہے۔ بقول شاعر

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

اس لئے اپنے جملہ معاملات اور گھریلو تدابیر کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہئے اور اپنے آپ کو مردہ تصور کرنا چاہئے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں ہے

کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ وَعُدَّ نَفْسَکَ فِیْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ
یعنی دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ اجنبی ہو یا راہ گیر اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔[1]

متن صحبتِ اہلِ دُنیا و اختلاط با ایشان سَمِّ قاتل است کُشتۂ این سمّ بموتِ اَبدی گرفتار است اَلعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ فَکَیْفَ التَّصْرِیْحُ مَعَ الْمُبَالَغَۃِ وَالتَّاکِیْدِ لقمۂ چربِ مُلُوکَ درازدیادِ مَرَضِ قلبی می کوشد فَکَیْفَ الْفَلَاحُ وَالنَّجَاتُ
اَلْحَذَرْ اَلْحَذَرْ اَلْحَذَرْ

ترجمہ: اہل دنیا کی صحبت اور ان سے اختلاط زہر قاتل ہے۔ اس زہر کا مارا ہوا ابدی موت میں گرفتار ہے۔ عقل مند کے لئے اشارہ کافی ہے چہ جائیکہ اس کی مبالغہ اور تاکید کے ساتھ صراحت کی جائے۔ بادشاہوں کا مرغن نوالہ قلبی امراض میں زیادتی کرتا ہے دریں صورت فلاح اور نجات کیسے ہوگی......بچو! بچو! بچو!

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سالکین کو امراء کی صحبت و محبت اور دید و شنید سے اجتناب کرنے، ان کے ساتھ میل ملاپ اور کلام و طعام سے احتراز کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر اغنیاء و اُمراء کے ساتھ خوشامد، اور تواضع سے پیش آنا پڑتا ہے جس کے باعث سالکین کا دینی اور روحانی نقصان ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات والتحیات مَنْ تَوَاضَعَ غَنِیًّا

[1] مشکوٰۃ ۴۵۰

لِغِنَاہُ ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہٖ[1] سے واضح ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

سر مکن در پیش دنیا دار پست
ور کنی بیشک رود دینت ز دست
بہرے کہ مستائے دنیادار را
تا چہ خواہی کردن این مردار را

متن

نَجَّانَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمْ عَمَّا لَا یَرْضٰی عَنْہُ رَبُّنَا الْمُتَعَالِیْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْبَشَرِ الْمَمْدُوْحِ بِمَا زَاغَ الْبَصَرُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا

ترجمہ: ہمارا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان اشیاء سے ہمیں اور تمہیں نجات عطا فرمائے جن سے وہ راضی نہیں بطفیل سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا جن کی مدحت میں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وارد ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ

---

[1] شعب الایمان للبیہقی

بحرمة سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہا کہنا جائز ہے اور جہاں فقہائے کرام نے دعا میں بحق فلاں کے الفاظ سے منع فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا اپنا ذاتی حق نہیں البتہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے مقبول ومحبوب بندوں کی عزت افزائی کیلئے ان کے کسی معاملہ کو اپنے ذمۂ کرم پر لے لے تو یہ اس کی بندہ نوازی ہے جیسا کہ ارشادات باری تعالیٰ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ [1] اور كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ [2] سے عیاں ہے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَرُدُّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی ناموس کو بچاتا ہے اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہو جاتا ہے کہ وہ اسے نار جہنم سے بچائے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیہ کریمہ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ تلاوت فرمائی۔ [3]

⊙ ...... امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یوں بھی مروی ہے

اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِيْ یعنی اے مولا! میں تجھ سے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے صدقہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ [4]

⊙ ...... حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بروایت ابن المنذر منقول ہے

اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَكَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ خَطِيْئَتِيْ یعنی اے اللہ میں تجھ سے تیرے بندۂ خاص حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی عزت اور ان کی بزرگی کے طفیل، جو انہیں تیری بارگاہ قدس میں حاصل

---

[1] الروم ۴۷ [2] یونس ۱۰۳ [3] مشکوٰۃ ص ۴۲۴ [4] در منثور ۱/۱۴۲

ہے التجاء کرتا ہوں کہ میری خطا کو معاف فرما۔[1]

تنبیہ:

واضح رہے کہ بحرمة، بحق، بجاه اور بمنزلة جیسے الفاظ سے مراد ایک ہی ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ حق تعالیٰ کے حضور دعا کرنا جائز ہے جو کتاب وسنت اور علمائے کرام ومشائخ عظام کے معمولات سے ثابت ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

[1] تفسیر عزیزی ۱/۱۸۵

دفتر اوّل مکتوب ۱۳۹

مکتوب الیہ

آصف خان حضرت جعفر بیگ نہانی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

اہلُ اللہ کے دشمنوں کی ہجو کرنا جائز ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت جعفر بیگ نہانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔آپ کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔آپ مرزا بدیع الدین کے صاحبزادے ہیں۔نہایت ذہین اور باکمال تھے ۹۸۵ھ میں عراق سے ہندوستان آئے، اکبر نے دوہزاری کا منصب اور آصف خاں کا خطاب دیا۔ جہانگیر نے پنج ہزاری بنادیا۔۱۰۲۱ھ میں بالاگھاٹ کے مقام پر انتقال ہوا۔ (مآثرالامراء۱/۱۱۶)

مکتوب - ۱۳۹

متن مخدوما کُفّارِ قُریش چون از کمالِ بی سعادتی در ہَجْو و نکوہشِ اہلِ اسلام مبالغہ نمودند حضرتِ پیغامبر عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بہ بعضی از شُعَراءِ اسلامیہ اَمْر فرمودند کہ ہَجْوِ کفارِ نگونسار نمایند

ترجمہ: میرے مخدوم! جب کفار قریش نے اپنی کمال درجہ بدنصیبی کی بناء پر اہل اسلام کی ہجو و مذمت میں مبالغہ کیا تو حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض اسلامی شاعروں کو حکم فرمایا کہ وہ اندھی عقل والے کفار کی ہجو کریں۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اہل اللہ پر زبان طعن دراز کرنے والوں کی ہجو و مذمت کرنے کو مستحسن قرار دے رہے ہیں۔ دراصل اہل اللہ کی شان میں طعن و ملامت اور زبان درازی کرنا شرم و حیا سے یکسر عاری ہونے کی علامت ہے جو ان کی قساوت قلبی اور حرماں نصیبی کا بین ثبوت ہے۔ بقول شاعر

ہر کہ با عارفان بہ کینہ بود
خاتم کفر را نگینہ بود

اس قسم کے لوگوں کو منہ توڑ جواب دینا لسانی جہاد ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ[1] سے عیاں ہے۔

جب کفار ننگوں سار نے اہل اسلام کی ہجو کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں سے شاعر حضرات کو ان کی ہجو و مذمت کرنے کا حکم فرمایا ملاحظہ ہو

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُهْجُوْا قُرَيْشًا فَاِنَّهٗ اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ رَشْقِ النَّبْلِ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قریش کی ہجو کہو کیونکہ یہ ان پر تیروں کی بوچھاڑ سے بھی سخت ہے۔[2]

ایک مقام پر شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مشرکین کی ہجو کہنے کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد گرامی ملاحظہ ہو

قَالَ النَّبِيُّ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانِ ابْنِ ثَابِتٍ اُهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ فَاِنَّ جِبْرَئِلَ مَعَكَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَقُوْلُ لِحَسَّانٍ اَجِبْ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریظہ کی جنگ کے روز حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کہو جبکہ تمہارے ساتھ حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرماتے رہے کہ میری طرف سے جواب دو (پھر یوں دعا کی) اے اللہ اس کی روح القدس کے ذریعے مدد فرما۔[3]

ایک مقام پر ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یوں مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَضَعُ لِحَسَّانٍ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ يُنَافِحُ

[1] مشکوٰۃ ۴۱۰ [2] مشکوٰۃ ۴۰۹ [3] مشکوٰۃ ۴۰۹

وَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان (رضی اللہ عنہ) کیلئے مسجد میں منبر رکھواتے جس پر وہ اچھی طرح کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخر کرتے یا مدافعت کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد کرتا ہے جب تک یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت یا فخر کرتے ہیں۔[1]

چنانچہ ایک روز ابوسفیان (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی ہرزہ سرائی اور بدزبانی کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ ۔۔۔ وَعِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذَاكَ الْجَزَاءُ

وَاِنَّ اَبِيْ وَوَالِدَتِيْ وَعِرْضِيْ ۔۔۔ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

اَتَشْتِمُهٗ وَلَسْتَ لَهٗ بِكُفْءٍ ۔۔۔ فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا الْفِدَاءُ

لِسَانِيْ صَارِمٌ لَّا عَيْبَ فِيْهِ ۔۔۔ وَبَحْرِيْ لَا تُكَدِّرُهُ الدِّلَاءُ

⊙ ...... یعنی اے ابوسفیان! تو نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے تو میں نے اس کا جواب دیا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھے اس کی جزائے خیر ملے گی۔

⊙ ...... تمہاری ہرزہ سرائی سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے دفاع کیلئے میرا باپ، میری والدہ اور میری بیوی بطور ڈھال کام دیں گے۔

⊙ ...... کیا تو ان کی جناب میں دشنام طرازی کرتا ہے جس کا تو ہم پایہ نہیں تم دونوں میں جو برا ہے وہ اچھے پر فدا ہو جائے۔

⊙ ...... میری زبان تیغ برّاں ہے جس میں کوئی عیب نہیں اور میرا فصاحت و بلاغت کا سمندر ڈول نکالنے سے گدلا نہیں ہوتا۔

---

[1] مشکوٰۃ ۴۱۰

تنبیہ:

واضح رہے کہ جب سالکین طریقت کے قلوب میں کینہ وکدورت، بغض وحسد اور ریا وشرک جیسی روحانی امراض موجود ہوں تو وہ توحید کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتے۔ بقول شاعر

گلِ توحید نروید بہ زمینے کہ در اُو
خار شرک و حسد و کبر و ریا و کین است

دفترِ اوّل مکتوب ۱۴۰

مکتوب الیہ

حضرت ملّا محمّد معصوم کابلی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

فقر، عشق و محبت کے مغتنمات میں سے ہے

درد کا اجمالی تذکرہ

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت ملا محمد معصوم کابلی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔آپ کے نام دو مکتوبات ہیں دفتر اول مکتوب ۱۴۰،۱۸۳۔آپ علوم حکمیہ کے بہت بڑے عالم تھے۔مخدوم زادۂ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق نے علوم حکمیہ آپ ہی سے پڑھا تھا۔۱۰۲۶ھ میں انتقال ہوا۔

مکتوب - ۱۴۰

متن رنج ومحنت ازلوازمِ محبّت است اختیارِ فقررا دردوغم لابداست بیت

غرض ازعشق توام چاشنئ دردوغم است
ورنہ زیرِفلک اسبابِ تنعّم چہ کم است

ترجمہ: رنج وغم محبت کے لوازمات میں سے ہے، فقر کے اختیار کرنے میں دردوغم کا ہونا ضروری ہے

چاشنی غم کی ترے عشق سے حاصل ہے مجھے
ورنہ دنیا میں تعیش کی کمی کوئی نہیں

شرح

زیرنظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ فقر، عشق ومحبت کے مغتنمات میں سے ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گذار ہوا اِنِّیۡ اُحِبُّكَ قَالَ اُنۡظُرۡ مَا تَقُوۡلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّیۡ لَاُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ اِنۡ كُنۡتَ صَادِقًا فَاَعِدَّ لِلۡفَقۡرِ تِجۡفَافًا لِلۡفَقۡرِ اَسۡرَعُ اِلٰی مَنۡ يُّحِبُّنِیۡ

مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مُنْتَھَاہُ یعنی میں آپ سے محبت کرتا ہوں فرمایا دیکھ لو کیا کہہ رہے ہو؟۔ چنانچہ اس نے تین مرتبہ کہا کہ قسم بخدا میں آپ سے محبت کرتا ہوں تو ارشاد فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو فقر کے لئے پاکھر تیار کرلو کیونکہ فقر، سیلاب کے اپنے منتہاء تک پہنچنے سے زیادہ جلدی اس شخص تک پہنچتا ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے۔[1]

دراصل اس میں یہ حکمت خداوندی کارفرما ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے محبوں اور دوستوں کو اپنی طرف ہی مائل ومتوجہ رکھنا چاہتا ہے اور مخلوق کی طرف سے ملامت واذیت کو اس کا سبب بنا دیتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا

یارب ہمہ خلق را ز من بدخُو کن
وز جملہ جہانیاں مرا یکسو کن
روئے دل من صرف کن از ہر جہتی
در عشق خودم یکجہت و یک رُو کن

اے رب! تمام مخلوق کو مجھ سے بدظن کردے اور تمام دنیا والوں سے مجھ کو یکسو کردے۔ میرے دل کا رخ ہر طرف سے پھیر دے اور مجھے اپنے عشق میں یک سمت و یک رُو کردے۔

چونکہ درد وغم اور رنج والم محبت کے لوازمات میں سے ہیں اس لئے حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس کی تصریح کرتے ہوئے ایک مقام پر رقمطراز ہیں کہ

جو چیز دوسروں کیلئے راحت وآرام کا باعث ہوتی ہے وہی چیز عارفین کے لئے موجبِ کلفت ہوتی ہے کیونکہ عامۃ الناس حظِ نفس کے لئے عیش وآرام، راحت وچین اور طغیان وعصیان میں سرگرداں رہتے ہیں جبکہ عارفین کی ارواح قدسیہ نفسانی لذتوں اور بشری کدورتوں سے پاک ہونے کی بناپر جسمانی تکالیف سے لذت گیر ہوتی ہیں نیز

---

[1] مشکوٰۃ ۴۴۸

دنیوی آلام ونوائب اور جسمانی تکالیف ومصائب روحانی ارتقاء اور باطنی نشو ونما کا ذریعہ ہوتے ہیں جو بظاہر تو تلخ معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں نفع بخش اور ماسوی اللہ سے انقطاع کا باعث ہوتے ہیں۔اس مقام پر پہنچ کر عارفین کیلئے آرام بے آرامی میں، ساز سوز میں، قرار بے قراری میں اور راحت، جراحت میں ہوتی ہے۔بقول کسے

ع مرغ آتش خوردہ کے لذت شناسد دانہ را

یہی وہ امانت درد ہے جس کے اٹھانے سے زمین وآسمان عاجز آ گئے اور انسان نے اسے بخوشی اٹھالیا جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...... وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[1] سے عیاں ہے۔اقبال مرحوم نے خوب کہا

سختیاں کرتا ہوں دل پر، غیر سے غافل ہوں میں
ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں جاہل ہوں میں

درد ہی وہ نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ قصویٰ ہے جو صاحبانِ درد، اہل اللہ سے محبت ونیاز، اخلاص وصحبت وملازمت اور وفاداری بشرط استواری سے میسر ہوتا ہے۔

اقبال مرحوم نے خوب کہا

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا

درد منداں دی سنگت رل کے کون رَہوے خوشحالی
درد میرے دا پیا پچھاواں رہیوں ناں دردوں خالی

دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی بزرگ نے فرمایا

---

[1] الاحزاب ۷۲

سعدی! بیا ترا قطبی دہم آپ نے عرض کیا اے شیخ ! مرا قطبی در کار نیست گر خواہی دادن چیزی مرا دردِ دل بدہ بزرگ نے فرمایا ایں کار برائی مدت در کار است یعنی اے سعدی آؤ میں آپ کو قطب بنادوں۔ تو شیخ سعدی نے جواباً عرض کی! مجھے قطبیت درکار نہیں۔ اگر آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو مجھے دردِ دل عطا فرمادیں۔ اس پر اس بزرگ نے فرمایا کہ دردِ دل کیلئے ایک مدت درکار ہے

قدوۃ الابرار حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے شاید اسی لئے کہا تھا

کفر کافر را و دین دیندار را ذرۂ درد دلے عطار را

درد کی عظمت کے پیش نظر کسی صاحبِ درد شیخ نے کہا تھا

مرا نہ مریدِ ورد خواں میباید نی زاہدنی حافظِ قرآن میباید
صاحبِ درد سوختۂ جاں میباید آتش زدۂ بہ خاناں میباید

جب کسی خوش قسمت کو درد و عشق کی دولت و نعمت میسر ہو جاتی ہے تو وہ بار بار مرتے اور مرمر کے جیتے ہیں۔ حضرت عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

از خار خارِ عشق تو در سینہ دارم خارہا
یکبار میرد ہر کسے بیچارہ جامی بارہا

بلینہ:

واضح رہے کہ سالک کو دوستوں کی کج روی اور لاپروائی سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ سب کچھ حق تعالیٰ کی طرف سے جاننا چاہئے کیونکہ بندوں کے دل اسی حق تعالیٰ کے تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ بقول شاعر

از خدا داں خلافِ دشمن و دوست
کہ دل ہر دو در تصرف اوست

یعنی دشمن اور دوست کی مخالفت کو خدا کی طرف سے سمجھ کیونکہ دونوں کے دل اسی کے تصرف میں ہیں۔

دفترِ اوّل مکتوب ۱۴۱

مکتوب الیہ

حضرت ملّا محمّد قلیج اندجانی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

اِخلاص و محبّت بشرطِ استقامت دلیلِ قبولیت ہے

مکتوب -۱۴۱

متن عُمدۂ این کار محبّت واِخلاص است اگر اَلحال ترقی مفہوم نشود غم نیست چون استقامت بر اِخلاص است امید است کہ کارِ سنین بساعات میسّر گردد

ترجمہ: سب سے عمدہ کام محبت واخلاص ہے، اگر اس وقت ترقی معلوم نہیں ہورہی تو کوئی غم نہیں، جب اخلاص پر استقامت حاصل ہے تو امید ہے کہ برسوں کا کام گھڑیوں میں ہوجائے گا۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز محبت واخلاص کو سلوکِ طریقت کی بنیاد قرار دے رہے ہیں۔ دراصل محبتِ شیخ، راہ طریقت کا پہلا زینہ ہے جو بالآخر فنافِی الشیخ پر منتج ہوتا ہے بعدازاں فنافی الرسول اور فنافی اللہ کے مراتب ومدارج طے ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ رومی قدس سرہُ العزیز فرماتے ہیں

گر تو ذات پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول
گر جدا بینی ز حق تو خواجہ را
گم کنی ہم متن ہم دیباجہ را

محبت واخلاص ہی دو ایسے بنیادی اور اہم ارکان طریقت ہیں جن کی بدولت سالک راہ طریقت کی پرخار وادیوں کو عبور کرتا ہوا اصل بحق ہو جاتا ہے وَهُوَ الْمَقْصُودُ نیز سالک حقیقی وہی ہے جو ہر قسم کی نفسانی خواہشات اور دنیوی اغراض سے کنارہ کش ہو کر اپنے شیخ کامل مکمل سے محض حق تعالیٰ کا طالب ہو جیسا کہ مقولہ اَلْمُرِيْدُ لَا يُرِيْدُ اِلَّا اللهَ اس پر دالّ ہے اور جب تک سالک محبت واخلاص سے خالی ہو وہ کبھی بھی منزل مقصود سے شاد کام نہیں ہو سکتا۔ بقول شاعر

میری روز و شب دعائیں جو نہیں قبول ہوتیں
میں سمجھ گیا یقیناً ابھی مجھ میں کچھ کمی ہے

اور جب کسی سالک کا سینہ محبت واخلاص سے معمور ہو اگر وقتی طور پر روحانی ارتقاء اور باطنی احوال نہ بھی محسوس ہوں تو اسے فکر مند نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس پر استقامت ہی دلیل قبولیت ہے جو ہزار کرامتوں سے بہتر ہے جیسا کہ مقولہ اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ سے واضح ہے۔ بقول شاعر

ما برائے استقامت آمدیم
نی پئ کشف و کرامت آمدیم

دفتر اوّل مکتوب ۱۴۲

مکتوب الیہ

حضرت شیخ مُلّا عبدالغفور سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

نذر و نیاز کی شرعی حیثیّت

تبرّکات کی شرعی حیثیّت

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت ملا عبدالغفور سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔آپ کے نام تین مکتوبات ہیں۔ دفتر اول مکتوب ۱۴۲، ۲۰۶، ۲۳۵۔آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ (روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۳۴۰)

مکتوب - ۱۴۲

متن نیازیکہ بدرویشان فرستادہ بودند نیز وصول یافت فاتحۂ سلامت خواندہ شد

ترجمہ: وہ نیاز جو آپ نے درویشوں کے لئے بھیجی تھی وہ بھی وصول ہوگئی اور سلامتی کی فاتحہ پڑھی گئی۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نیاز کے متعلق بیان فرمارہے ہیں۔ دراصل نیاز وہ ہدیہ اور عطیہ ہوتا ہے جو اصحاب حیثیت اور ارباب ثروت، مشائخ عظام اور علمائے اعلام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن سے اہل اللہ کے آستانوں اور مدارس میں مقیم علماء، صوفیاء، درویشوں اور مہمانوں کی خاطر تواضع ہوتی ہے جو کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس کا کام کرتے اور راہِ سلوک طے کرتے ہیں اور اپنے مشائخ کی تعلیمات وفرمودات کی ترویج واشاعت کے لئے شب وروز کوشش کرتے ہیں۔ اس قسم کے سفید پوش اور پرہیزگار لوگوں کے طعام وقیام اور دیگر اخراجات کا خیال رکھنا چاہیئے تاکہ وہ دل جمعی کے ساتھ شریعت وطریقت کا کام سرانجام دے سکیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ یَحۡسَبُهُمُ الۡجَاهِلُ اَغۡنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ [1] اور ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات لَا يَاۡكُلُ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ [2] اور

---

[1] البقرہ ۲۷۳ [2] ابوداؤد ٦٦۴

اَطْعِمُوْا طَعَامَكُمُ الْاَتْقِيَاءَ [1] سے واضح ہے۔ بنابریں اپنے شیخ کے لنگر خانے کی خدمت کرنا فرائضِ طریقت میں سے ہے جو نذرانہ پیش کرنے والوں کیلئے باعثِ طہارت وتزکیہ اور موجبِ صلوٰۃ وسکینہ ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ [2] یعنی وصول کیجئے ان کے مالوں سے صدقہ (عطیہ) تا کہ آپ انہیں پاک اور بابرکت فرمائیں اس ذریعہ سے نیز دعا فرمایئے ان کے لئے بے شک آپ کی دعا ان کے لئے تسکین کا باعث ہے۔

نذر کی اقسام

شارح بخاری حضرت علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے نذر کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں جو بتغییر یسیر قدرے اضافہ کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

نذرِ عبادت

جیسے نماز اس قسم کی نذر کا پورا کرنا ضروری ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ [3] سے عیاں ہے۔

نذرِ معصیت

جیسے زنا اس قسم کی نذر ماننا ممنوع ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوت لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللهِ [4] سے واضح ہے۔

نذرِ مکروہ

جیسے نوافل ترک کرنے کی نذر اس قسم کی نذر ماننا بھی ناجائز ہے۔

---

[1] کیمیائے سعادت [2] التوبہ ۱۰۳ [3] صحیح بخاری ۲/۹۹۱ [4] صحیح مسلم کتاب النذر ۲/۴۵

نذرِ مباح

جیسے مباح کھانے پینے، لباس پہننے کی نذر اس قسم کی نذر کو پورا کرنا بھی لازم نہیں۔

علمائے کرام نے نذر کے دو معنی بیان فرمائے ہیں

نذرِ شرعی اور نذرِ عرفی

نذر شرعی ایک عبادت مقصودہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص اور عبادات واجبہ کے قبیل سے ہے جیسے کوئی شخص نماز، روزہ، حج وغیرہا کی نذر مانے جبکہ نذر عرفی، عرف عام میں عبادت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتی بلکہ نیاز کے معنی میں استعمال ہوتی ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق رقمطراز ہیں:

لیکن حقیقت ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروح میت کہ امریست مسنون و از روئی احادیث صحیحہ ثابت است مثل ماورد فی الصحیحین من حالِ اُمّ سعد وغیرہ ایں نذر مستلزم می شود پس حال ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب ہذا القدر الی روح فلاں و ذکر ولی برائی تعین عمل منذور است نہ برائی مصرف و مصرف ایں نذر نزد ایشاں متوسلان آں ولی می باشند از اقارب و خدم و ہم طریقان و امثال ذالک و ہمیں است مقصود نذر کنند گان بلاشبہ وَحُكْمُهٗ اَنَّهٗ صَحِيْحٌ يَجِبُ الْوَفَاءُ بِهٖ لِاَنَّهٗ قُرْبَةٌ مُعْتَبِرَةٌ فِي الشَّرْعِ

یعنی اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ طعام کا ثواب اور مال کا انفاق میت کی روح کو ہدیہ کیا جاتا ہے جو امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کے کنویں کا ذکر صحیحین میں موجود ہے۔ اس نذر کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے پس اس نذر کا خلاصہ یہ ہے کہ اس ماحضر کا ثواب فلاں ولی کی روح کو پہنچے۔ ولی کا ذکر عمل منذور کے متعین کرنے کیلئے ہوتا ہے نہ کہ وہ ولی اس نذر کا مصرف ہوتا

ہے بلکہ اس نذر کا مصرف تو ان کے نزدیک اس ولی کے متوسلین ہوتے ہیں جو قریبی رشتہ دار، خدام درگاہ اور ہم مشرب وغیرہا لوگ ہوتے ہیں۔ بلاشبہ نذر ماننے والوں کا یہی مقصود ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذر درست ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ ایسی قربت وطاعت ہے جو شرع میں معتبر ہے۔[1]

متن فرجی کہ مکرر پوشیدہ شدہ است ارسال داشتہ شد گاہ گاہ آن را بپوشند و باَدَب نگاہ دارند کہ فوائدِ بسیار از ان متوقّع است

ترجمہ: وہ فرجی (قبا) جو کئی مرتبہ پہنی گئی، ارسال کی گئی ہے کبھی کبھی اس کو پہن لیا کریں اور ادب سے محفوظ رکھیں کہ اس سے بہت سے فوائد کی توقع ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز بزرگان دین کے تبرکات کے فیوض و برکات کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ درحقیقت اہل اللہ پر ان کے صفائے باطن کی بدولت انوار و تجلیات اور فیوضات وبرکات کا ہمہ وقت ورود ہوتا رہتا ہے بنابریں ان کے مساکن و ملبوسات متبرک ہوتے ہیں جو فیض رسانی اور شفا بخشی کا باعث ہوتے ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا[2] سے واضح ہے۔

قندھار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خرقہ مبارکہ تاہنوز محفوظ ہے۔ اس میں

---

[1] فتاویٰ عزیزی جلد اول [2] یوسف ۹۳

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات وبرکات وفیوضات منعکس ہونے کی وجہ سے وہ ابھی تک بوسیدہ نہیں ہوا۔ اسی بناء پر اقبال مرحوم نے کہا تھا

قندہار آں کشورِ مینو سواد
اہلِ دل را خاکِ او خاکِ مراد

بینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ نے جس طرح مختلف دواؤں میں حیرت انگیز تاثیرات رکھ دی ہیں ایسے ہی اس قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اپنے بندوں کی عزت افزائی کیلئے ان کے ملبوسات وتبرکات میں برکات وکمالات رکھ دیئے ہیں۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اہل اللہ کے تبرکات معتقدین کے لئے ہی فائدہ بخش اور باعث برکت ہوتے ہیں۔ اعتقاد سے محروم لوگوں کو کسی قسم کا کوئی فائدہ وبرکت میسر نہیں ہوتی بلکہ فیوض وبرکات سلب کر لئے جاتے ہیں جیسا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کیلئے اپنی قمیص مبارک عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا قَمِیْصِیْ لَایُغْنِیْ عَنْہُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا[1] سے واضح ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ

---

[1] تفسیر کبیر

دفترِ اوّل مکتوب ۱۴۳

مکتوب الیہ

حضرت مُلّا سید شمس رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے
غنیمت جاننا چاہیئے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت ملا شمس رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ کے نام دو مکتوب ہیں دفتر اول مکتوب ۱۴۳، دفتر سوم مکتوب ۳۳۔ آپ حسینی سادات سے تھے، عرصے تک تارک الدنیا ہو کر سیاحت کرتے رہے۔ جہانگیر کے انتقال کے بعد شاہجہاں کی ملازمت اختیار کی اور تین ہزاری منصب پر فائز ہوئے۔ بالآخر ۱۹ رمضان ۱۰۶۷ھ میں وفات پائی۔ (مآثر الامراء ۳/۴۱۴)

مکتُوب ۔ ۱۴۳

متن موسمِ جوانی را غنیمت شمردہ بلَہو ولعِب صَرف نکند وبجوزو مویز عوض ننماید کہ آخِر غیر از ندامت و پشیمانی امرے دیگر نخواہد بود و سُود نخواہد داشت

ترجمہ: جوانی کے موسم کو غنیمت جانیں اور کھیل کود میں صرف نہ کریں اور اخروٹ اور منقّٰی کے عوض وقت نہ گزاریں کیونکہ آخر کار ندامت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور کچھ نفع نہ ہوگا

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ ایام جوانی کو غنیمت جان کر احکام شرعیہ اور اعمال صالحہ بجالانے کی بھرپور کوشش کرنا چاہئے کیونکہ بڑھاپے میں ضعف وکمزوری کی وجہ سے صحیح طور پر انسان طاعات وعبادات نہیں بجالاسکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ یعنی پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت جانو۔

اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے...... صحت کو بیماری سے پہلے...... تو نگری کو مفلسی سے پہلے فراغت کو مشغولیت سے پہلے...... اور زندگی کو موت سے پہلے۔[1]

نیز سالک کو حیاتِ مستعار کے قیمتی اوقات کو لہوولعب میں ضائع نہیں کرنا چاہئے ورنہ کل قیامت کے روز پچھتاوے کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا مگر اس وقت کف افسوس ملنا بے سود ہوگا۔ بقول شاعر

وقت پر قطرہ بہت ہے ابر خوش ہنگام کا
جل چکا جب کھیت، برسا مینہ تو کس کام کا

بقول حضرت میاں بخش رحمۃ اللہ علیہ

جاں کھیتی دا ککھ نہ رہیا نہ سُکا نہ ہریا
کس کم دُھپ سکاون والی، کس کم بدّل ورھیا

---

[1] مشکوٰۃ ۴۴۱

دفترِ اوّل مکتوب ۱۴۴

مکتوب الیہ

حضرت حافظ محمود لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

سیورِ اربعہ کے تذکرہ سے مقصود سالکین میں شوق پیدا کرنا ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے حضرت حافظ محمود لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔آپ کے نام تین مکتوبات ہیں۔دفتر اول مکتوب ۱۴۴،۱۷۵،۲۸۰۔آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مخلص احباب میں سے تھے۔حضرت نے آپ کو مقام ولایت کے اعلیٰ درجہ کی خوشخبری سنائی۔

مکتوب - ۱۴۴

متن سیر و سلوک عبارت از حرکت در علم است کہ از مقولہ کیف است حرکتِ اَینی اینجا گنجایش ندارد پس سیر الی اللہ عبارت از حرکتِ علمیہ است کہ از علمِ اسفل بعلم اَعلا میرود و از ان اَعلا باعلائی دیگر اِلیٰ اَنْ یَّنْتَھِیَ اِلیٰ عِلْمِ الْوَاجِبِ تَعَالیٰ بَعْدَ طَیِّ عُلُوْمِ الْمُمْکِنَاتِ کُلِّھَا وَزَوَالِھَا بِاَسْرِھَا وَھٰذِہِ الْحَالَۃُ ھُوَ الْمُعَبَّرُ بِالْفَنَاءِ

ترجمہ: سیر و سلوک حرکت در علم (یعنی انتقال علمی) سے عبارت ہے جو کہ مقولہ کیف سے ہے۔ حرکت اینی (یعنی انتقال مکانی) کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ پس سیر الی اللہ حرکت علمیہ سے عبارت ہے جو کہ علم اسفل سے علم اعلیٰ تک ہوتی ہے اور اس اعلیٰ سے دوسرے اعلیٰ تک حتی کہ ممکنات کے علوم پورے طور پر طے کرنے اور کلی طور پر ان کے زائل ہو جانے کے بعد واجب تعالیٰ کے علم تک منتہی ہو جاتی ہے اور یہ وہ حالت ہے جو فنا سے تعبیر کی جاتی ہے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سیورِ اربعہ کی تفصیلات بیان فرما رہے ہیں۔ دراصل جب کوئی طالب طریقت کسی شیخ کامل ومکمل کے دست حق پرست پر شرف بیعت کے بعد اس کی نسبت میں گم ہوجاتا ہے تو قرب حق کے حصول کیلئے جن مدارج ومنازل سے اسے گذرنا پڑتا ہے وہ چار قسم کی ہیں جنہیں اصطلاح طریقت میں سیورِ اربعہ کہا جاتا ہے۔

سیر، حق تعالیٰ کی طرف سفر کرنے کا نام ہے اور طیر حق تعالیٰ کی طرف پرواز کا نام ہے آیہ کریمہ فَفِرُّوْا اِلَی اللہِ[1] میں حق تعالیٰ کی طرف سیر وطیر کا ہی حکم دیا گیا ہے۔ دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کا ذکر کرتے ہوئے خوب فرمایا

چوں از برج معنی پرد طیر او
فرشتہ فروماند از سیر او

یعنی جب کوئی بندۂ مومن اسپ شوق پر سوار، عشق ودرد کی مہمیز لگا کر عالم بالا کی طرف باطنی طیر اور روحانی سیر کرتا ہے تو فرشتوں سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔

بینہ نمبرا:

واضح رہے کہ سیر وسلوک سے مراد حرکت علمی ہے نہ کہ حرکت اینی وجسمی یعنی سالکین طریقت کو عالم بالا کی طرف پرواز کے دوران انتقال مکانی نہیں ہوتا بلکہ انتقال علمی ہوتا ہے بالآخر انہیں حریم قدس جل سلطانہ تک رسائی نصیب ہوجاتی ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

---

[1] الذاریات ۵۰

بینہ نمبر۲:

یہ امر مستحضر رہے کہ سیورِ اربعہ میں پہلی دونوں سیریں حصول نفس ولایت کیلئے ہوتی ہیں جنہیں فنا وبقا سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آخری دونوں سیریں حصول مقام دعوت کیلئے ہوتی ہیں۔ مقام دعوت انبیائے عظام علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے البتہ ان کے کامل متبعین کو نیابۃً ووراثۃً اس مقام سے حظِّ وافر نصیب ہوتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ [1] سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر۳:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ سیورِ اربعہ کی تفصیلات بیان کرنے سے مقصود حق تعالیٰ کا ذکر بلند کرنا اور طالبان حق تعالیٰ کے اندر شوق پیدا کرنا ہے بقول شاعر

بر شکر غلطید اے صفرائیاں

از برائے کوریٔ سودائیاں

سیورِ اربعہ کی مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب ۷ میں ملاحظہ ہوں۔

---

[1] یوسف ۱۰۸

دفترِ اوّل مکتوب ۱۴۵

مکتوب الیہ

حضرت مُلّا عبدالرحمٰن مُفتی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

طریقتِ نقشبندیہ میں سلوک کی ابتدا،
عالمِ امر کے لطائف سے ہوتی ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت ملا عبدالرحمٰن مفتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ کے نام دو مکتوب ہیں دفتر اول مکتوب ۱۴۵، ۱۸۶۔ ملا عبدالرحمٰن مفتی فقہ، اصول اور عربی ادب کے نامی گرامی علماء میں سے تھے۔ بہت نیک، صاحب ورع و تقویٰ بزرگ تھے، غالباً آپ ہی کو شہزادہ خرم (شاہجہاں) نے حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا تھا کہ آپ سجدۂ تعظیمی کرلیں تو میں ذمہ دار ہوں کہ آپ کو بادشاہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ شاہجہاں کے زمانے میں بھی آپ آگرہ کے مفتی رہے۔ (نزہۃ الخواطر ۵/۵۱۴)

مکتوب - ۱۴۵

متن مشائخِ طریقۂ نقشبندیہ قدّسَ اللہُ تعالیٰ اَسْرَارَہُم ابتداءِ سَیر از عالمِ امر اختیار کردہ اند و عالمِ خلق را در ضمنِ آن سیر قطع مینمایند بخلافِ مشائخِ سائرِ طُرُق کہ ابتداءِ سَیرِ ایشان از عالمِ خلق است بعد از طَیِّ عالَمِ خلق قدم در عالمِ امر می نہند

ترجمہ: مشائخ طریقت نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار فرمائی ہے اور عالم خلق کی سیر کو اسی سیر کی ضمن میں طے کرتے ہیں، بخلاف دوسرے مشائخ سلاسل کے کہ ان کی سیر کی ابتداء عالم خلق سے ہوتی ہے اور عالم خلق کی سیر طے کرنے کے بعد عالم امر میں قدم رکھتے ہیں۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فضائل کا تذکرہ فرمارہے ہیں۔ دراصل جملہ سلاسلِ طریقت، حق تعالیٰ تک سالکین کو پہنچانے والے ہیں مگر پہنچانے کا طریقہ ونصاب جدا جدا ہے۔ خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ عنہم طیِّ سلوک کی ابتدا عالم خلق کی بجائے عالم امر سے کرتے ہیں اور

عالم امر کے ضمن میں عالم خلق کے لطائف بھی طے کروا دیتے ہیں۔ نیز جذبۂ بدایت جو کہ خاصۂ نقشبندیہ ہے اس پر مستزاد ہے جو مہمیز کا کام کرتا ہے۔ بنابریں سالک کو سرعتِ سیر حاصل ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ نقشبندی مرید مجذوب ومحبوب سالک ہوتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

محبوبوں کو جلدی لے جاتے ہیں اور انتہائے قرب تک پہنچاتے ہیں جبکہ محبوں کو دیر سے لے جاتے اور راہ میں ہی رکھتے ہیں۔ بقول شاعر

اگر از جانب معشوق نباشد کششے

کوششِ عاشق بیچارہ بجائے نرسد

بلینہ:

واضح رہے کہ طریقت نقشبندیہ میں جب لطائف عالم خلق کے تصفیہ کے لئے علیحدہ اسباق ہیں تو لطائف عالم خلق کو عالم امر کے دوران کیوں طے کرواتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب طریقت نقشبندیہ میں ولایت صغریٰ کی تحصیل ہو جاتی ہے تو عالم خلق کی سیر کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی نیز ولایت صغریٰ میں لطائف عالم خلق، لطائف عالم امر کے ضمن میں جزوی طور پر طے ہو جاتے ہیں لیکن ان کا کمال، ولایت کبریٰ وولایت انبیاء کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ بنابریں اسباق نقشبندیہ مستقلاً مربوط بعالم خلق نہیں ہوتے کیونکہ نقشبندی سالکین وعارفین کو ولایت انبیاء وکمالات نبوت انبیاء سے حظ وافر نصیب ہوتا ہے۔

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

متن جمعی باشند از طُلّابِ این طریقۂ علیّہ کہ با آنکہ ابتداءِ سیر ایشان از عالمِ امر است بسُرعت متأثّر نشوند و التذاذ و حَلاوت کہ مقدمۂ جذبہ است بزودی پیدا نہ کنند وجہش آنست کہ عالمِ اَمر در ایشان نسبت بعالمِ خلق ضعیف افتادہ است وہمین ضُعف سَدِّ راہِ سرعتِ تاثیر وتاثُّر شدہ

ترجمہ: اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے بعض طالب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی سیر کی ابتداء عالم امر سے ہوتی ہے لیکن جلدی متاثر نہیں ہوتے اور لذت وحلاوت جو جذبہ کا مقدمہ ہے اپنے اندر جلدی پیدا نہیں کرتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عالم خلق کی نسبت عالم امر ضعیف واقع ہوا ہے اور یہی ضعف اثر پذیری میں سدراہ ہوتا ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ طریقت نقشبندیہ میں تقدم جذبہ کے باوجود بعض سالکین طریقت کو جلد لذت وحلاوت حاصل نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عالم امر، عالم خلق کی نسبت کمزور وضعیف ہوتا ہے۔ طریقت نقشبندیہ میں اس کا علاج شیخ کامل کی توجہات قدسیہ ہیں اور اگر توجہات قدسیہ کارگر ثابت نہ ہوں تو شیخ کامل تصرف سے کام لیتا ہے یہاں تک کہ سالک کے عالم امر کو عالم خلق پر تقویت وغلبہ میسر ہوجاتا ہے اور عالم بالا کی طرف سیر وطیر شروع ہوجاتی ہے جبکہ دیگر سلاسل طریقت میں ریاضات شدیدہ اور مجاہدات شاقہ کے ذریعے عالم خلق کو ضعیف کیا جاتا ہے۔

ع ہر گل پسرے را حرکات دگر ہست

دفترِ اوّل مکتوب ۱۴۶

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ شرف الدین حسین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

عہدِ شباب میں توبہ شیوۂ پیغمبری ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے حضرت شرف الدین حسین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ آپ کے نام آٹھ مکتوبات ہیں۔ دفتر اول مکتوب ۱۴۶، ۱۵۹، ۱۸۹ دفتر دوم مکتوب ۲۵، ۳۱، ۶۸، ۸۲ دفتر سوم مکتوب ۵۹۔ آپ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ اکبری دور میں امارت کے مرتبہ تک پہنچے، بعد میں اکبر کے الحاد کی وجہ سے اس کے خلاف ہو گئے آخرکار گرفتار کر لیے گئے۔ ایک عرصہ تک قید میں رکھ کر رہا کر دیئے گئے۔

(ذخیرۃ الخوانین ۱/۷۹)

مکتوب - ۱۴۶

متن فرصت راازدست ندہند مبادا کرّوفرِ فانیہ ازجا ببرد وطمطراقِ زایلہ بے حلاوت سازد بیت

ہمہ اندرزِ من بتو اینست
کہ تو طفلی وخانہ رنگین است

ترجمہ: فرصت کو ضائع نہ کریں ایسا نہ ہو کہ دنیائے فانی کا کرّوفر آپ کو بھٹکا دے اور چندروزہ شان وشوکت آپ کو بے مزہ کردے۔

بس یہی ایک نصیحت ہے تجھے   تو ہے نادان، خانہ ہے رنگیں

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اوقاتِ فرصت کو غنیمت شمار کرنے، دنیوی کروفر اور ظاہری شان وشوکت سے پرہیز کرنے کی نصیحت فرمارہے ہیں دراصل عہد شباب امنگوں اور ترنگوں کا دور ہوتا ہے جس میں ارتکاب معصیت سے بچنا اور حق تعالیٰ کے حضور توبہ وانابت کرنا شیوۂ پیغمبری ہے ورنہ جب جسمانی اعضاء اور بدنی قویٰ کمزور ونحیف اور لاغر ومضمحل ہوجائیں تو گناہوں سے بچنا کوئی کمال نہیں کیونکہ اس

وقت جسم میں ارتکابِ معصیت کی قوت ہی نہیں رہتی ۔ بقول شاعر

در جوانی توبہ کردن شیوهٔ پیغمبریست

وقت پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

بنابریں سالک کو بغیر تضیّعِ اوقات کے باطنی اسباق اور روحانی اوراد کے تکرار میں مصروف رہنا چاہئے تاکہ اسے عالم قدس کی طرف سیر وطیر میسر ہوسکے اور وہ تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کی نعمتِ عظمیٰ اور رضائے مولیٰ کی دولت قصویٰ سے سرفراز ہوسکے جو سعادتِ دارین اور سرمایۂ کونین ہے جیسا کہ آیات کریمہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى [1] اور رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ [2] سے عیاں ہے۔

---

[1] الاعلیٰ ۱۴ [2] التوبہ ۷۲

دفتر اوّل مکتوب ۱۴۷

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمد اشرف کابلی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

گسستن اور پیوستن کے متعلق اختلافِ صوفیاء
پیوستن کی دو قسمیں ہیں

مکتوب - ۱۴۷

متن جمعی از مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم گسستن را بر پیوستن مقدم داشتہ اند و جمعی دیگر ازین بزرگواران پیوستن را بر گسستن تقدیم دادہ اند

ترجمہ: مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی ایک جماعت نے گسستن کو پیوستن پر مقدم رکھا ہے اور دوسری جماعت کے بزرگوں نے پیوستن کو گسستن پر مقدم کیا ہے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز گسستن اور پیوستن کے متعلق صوفیائے کرام کا اختلاف بیان فرما رہے ہیں ۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں گسستن اور پیوستن کی قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تا کہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

گسستن اور پیوستن فارسی لغت میں صوفیاء کی دو اصطلاحیں ہیں۔ گسستن کا معنی توڑنا اور پیوستن کا معنی جوڑنا ہے یعنی دنیا سے اپنے قلبی وجبی تعلقات کو توڑ لینا گسستن کہلاتا ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ اپنا قلبی رابطہ جوڑ لینا پیوستن کہلاتا ہے۔

گسستن کو عروج، فنا، تجرید، انقطاع عنِ الخلق اور تبتّل جیسی اصطلاحات سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ تَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا [۱] میں اسی امر کا بیان ہے اور پیوستن کو نزول، بقا اور وصل بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارے آقائے ولی نعمت، زبدۃ الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی مجددی قدس سرہٗ العزیز خلیفۂ خاص آستانہ عالیہ آلومہار شریف نے گسستن اور پیوستن کو بزبان پنجابی یوں بیان فرمایا ہے۔

فقیراں دا کیہہ بھاناں اِیدھروں پٹنا اُودھر لاناں

گسستن اور پیوستن کے متعلق اختلاف صوفیاء

دنیائے طریقت میں یہ امر طے شدہ ہے کہ صوفیائے کرام کا باہمی اختلاف بر بنائے حال ہوتا ہے بنا بریں زیر نظر مسئلہ میں بعض صوفیائے کرام نے گسستن (فنا) کو پیوستن (وصل) پر مقدم گردانا ہے اور بعض دیگر صوفیائے کرام کے نزدیک وصل، فنا سے مقدم ہے۔ بہر حال یہ دونوں امور ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں ان میں تقدم زمانی نہیں پایا جاتا البتہ دونوں گروہوں کا اختلاف مبنی بر تقدم ذاتی ہے کہ آیا گسستن، پیوستن کی علت ہے یا پیوستن، گسستن کی علت ہے؟۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ گروہ اوّل کی نظر بلند ہے کیونکہ انہوں نے قلیل کو قابل اعتبار نہیں سمجھا اور اس توجیہہ کے مطابق تقدم زمانی بھی پیدا ہو جاتا ہے نیز یہ طائفہ پیوستن فی الجملہ (پیوستن ناقص) کو مدار اعتبار قرار نہیں دیتا اور ان کی مراد پیوستن کامل ہے اس لحاظ سے پیوستن (وصل) کی دو قسمیں ہیں۔

پیوستن تام اور پیوستن فی الجملہ

پیوستن فی الجملہ گسستن سے قبل ہوتی ہے اور پیوستن تام بعد از گسستن ہوتی

---

[۱] المزمل ۸

ہے جیسا کہ طلوع آفتاب سے قبل صبح صادق کا اجالا بمنزلہ پیوستن فی الجملہ ہوتا ہے جو کہ رفع ظلمات کی علت ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے رفع ظلمات مقدم ہے مگر طلوع آفتاب بمنزلہ پیوستن کامل ہے جو بعد از رفع ظلمات ہوتا ہے۔ ایسے ہی عارف کا قبل از گسستن، پیوستن فی الجملہ ہوتا ہے بقول شاعر ؎

اگر از جانب معشوق نباشد کششے
کوششِ عاشق بیچارہ بجائے نرسد

اور عارف کو پیوستن کامل، بعد از گسستن کامل ہوتا ہے اور اگر پیوستن فی الجملہ نہ ہو تو عارف کو گسستن کی نعمت عظمیٰ میسر نہیں ہو سکتی۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ

متن بہر حال مظہر گسستن و پیوستن باید شد کہ مرتبۂ ولایت منوط باین دو مرتبہ است و بدونہما خرطُ القتاد

ترجمہ: بہر حال گسستن اور پیوستن کا بیان ہونا ضروری ہوا کیونکہ مرتبہ ولایت ان ہی دونوں مرتبوں سے وابستہ ہے اور ان دونوں مرتبوں کے حصول کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے کی مانند ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز گسستن اور پیوستن کی تحصیل کی رغبت دلا رہے ہیں یعنی سالک کو چاہئے کہ مراتب فنا و بقا کو حاصل کرے۔ ان کے تقدم و تاخر کے اعتراضات و سوالات میں مشغول نہ ہو۔ اسی ضمن میں تحلیہ بفضائل اور تخلیہء رذائل

کا مقدم و مؤخر ہونا آ جاتا ہے۔ اس بارے میں مشائخ طریقت کے طریقے جدا جدا ہیں طریقت نقشبندیہ میں چونکہ تقدم جذبہ ہے اور ایک جذبہ، ثقلین کی نفلی عبادات کے مساوی ہے جیسا کہ امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہُ الساری کا ارشاد گرامی ہے جَذْبَةٌ مِنْ جَذْبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِیْ عَمَلَ الثَّقَلَیْنِ

اس لئے عالم وجوب کے انوار و تجلیات و انعکاسات کا وصول تخلیہ رذائل سے پہلے ہوتا ہے بنا بریں تحلیہ بفضائل، تخلیہء رذائل سے مقدم ہے اور ان عالم وجوب کے تجلیات و انعکاسات کے ایصال کا سبب شیخ کامل کی توجہات قدسیہ ہوتی ہیں جبکہ دیگر سلاسل طریقت میں چونکہ معاملہ ریاضات و مجاہدات کے ساتھ مربوط ہے لہٰذا ان کے نزدیک تخلیۂ رذائل، تحلیہ بفضائل سے مقدم ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ

دفترِ اوّل مکتوب ۱۴۸

مکتوب الیہ

حضرت شیخ مُلا صادق کابلی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

صاحبِ ریّ کم ظرف سالک کو کہتے ہیں

سالک کی توجّہات کا قبلہ اپنا شیخ ہی ہونا چاہیئے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت ملا صادق کابلی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ کے نام یہی دو مسلسل مکتوب ۱۴۸، ۱۴۹ ہیں۔ ابتداء میں آپ شاہزادہ ولی عہد کے ملازم ہوئے۔ حسن قسمت سے آپ کے اندر طلب حق کا جذبہ موجزن ہوا اور آپ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ چونکہ آپ عقل و فہم اور آداب و اخلاق حسنہ سے آراستہ تھے اس لئے جلد ہی مقامات سنجیدہ اور احوال پسندیدہ سے سرفراز ہو گئے۔ تکمیل سلوک کے بعد حضرت نے آپ کو خلافت و اجازت عطا فرما کر لاہور بھیج دیا۔ وہیں ۱۰۱۸ھ میں وفات پائی۔

مکتوب - ۱۴۸

متن صاحب ری بیحاصل است وآنکہ خودرا بیحاصل دانست واصل است

ترجمہ: سیرابی کا اظہار کرنے والا شخص بے حاصل ہے اور جو اپنے آپ کو بے حاصل سمجھے وہ واصل ہے۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جو سالک واصل باللہ اور کامل ہونے کے دعوے کرتے ہیں انہیں صاحب ریّ کہا جاتا ہے جو ان کے قصور استعداد و کم ظرف ہونے اور ظلال پر قانع ہونے کی علامت ہے جو کہ دلیل محرومی اور باعث ہلاکت ہے۔ بقول شاعر

دریں وُرطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نشد تختہء بر کنار

حالانکہ مراتب عشق ابد الاباد تک منقطع نہیں ہوتے جیسا کہ مقولہ مشہور ہے مَرَاتِبُ العِشْقِ لَاتُنْقَطَعُ اَبَدَ الاٰبِدِیْن جبکہ دنیائے طریقت میں وہی سالک کامیاب ہوتا ہے جو سراپائے عجز و انکسار اور مجسمہء ادب و نیاز ہو اور استقامت کے ساتھ راہ طریقت پر گامزن رہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات

والزاکیات اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ [1] سے عیاں ہے مزید برآں رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا کا نعرۂ مستانہ لگاتے ہوئے هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کا طلبگار رہے۔ یہی بندۂ مومن کی علامت ہے کہ وہ امورِ خیر سے کبھی بھی سیراب نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات لَنْ یَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَیْرٍ یَسْمَعُهٗ حَتّٰی یَکُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ [2] سے واضح ہے۔

بلینہ:

واضح رہے کہ یہ اشکال ہرگز پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ کوئی سالک واصل باللہ اور کامل ہوا ہی نہیں بلکہ یہ اس سالک کی بات ہے جو اس وہم میں مبتلا ہو جائے کہ وہ حق تعالیٰ کا مقرب اور کامل ہو گیا ہے اور وہ وصول وحصول کا دعویدار ہو جائے جو کہ بے حصولی اور بے وصولی کی علامت ہے نیز یہ اس سالک کے متوسط ہونے کا غماز ہے جس نے ظلال کو اصل سمجھ لیا ہے جو منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی رسائی کے دعوے شروع کر دیتا ہے حالانکہ وہ ابھی پہنچا نہیں ہوتا پیچھے ہی ہوتا ہے جبکہ بلند استعداد منتہی عارف کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہوتا ہے کیونکہ اس کی سیر اجمالی ہوتی ہے اور مراتب عشق کے عدم انقطاع کا قول سیر تفصیلی کے اعتبار سے ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ

متن زِنہار بتوسُّطِ روحانیات مشائخ و اِمداداتِ ایشان مغرور نشوید کہ آن صُوَرِ مشائخ فی الحقیقت لطائفِ شیخ مقتدا است کہ بآن صُوَر ظهور نموده است قبلۂ توجہ را

---

[1] بخاری ۲/۹۷۸ [2] مشکوٰۃ ص۳۴

وحدت شرط است توجہ را پراگندہ ساختن موجبِ خسران است عِیاذاً بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

ترجمہ: مشائخ کی روحانیات اوران کی امداد سے مغرور نہ ہوں کیونکہ مشائخ کی صورتیں حقیقۃً شیخ مقتدا کے لطائف ہیں جو ان شکلوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔قبلۂ توجہ کے لئے وحدت شرط ہے،توجہ کو پراگندہ کرنا نقصان کا باعث ہے۔ عِیاذاً بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز سالکین راہ طریقت کو ایک اہم نصیحت فرمارہے ہیں کہ جب کوئی سالک کسی شیخ کامل مکمل کے زیر تربیت راہ سلوک طے کرتا ہے تو دوران سلوک اسے مختلف کیفیات وواردات ومکاشفات میسر ہوتے ہیں بعض اوقات مراقبے یا خواب میں اسے دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ فیوض و برکات سے نوازتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی توجہ اپنے شیخ کی طرف سے ہٹ جانے اور دیگر مشائخ کی طرف مشغول ہوجانے کا خدشہ ہوتا ہے حالانکہ یہ ساری عنایات و نوازشات وفیوضات اسے اپنے شیخ کی بدولت ہی حاصل ہوئی ہیں ۔ بنابریں اسے بھٹک جانے اور اپنی منزل کے گم کردینے کا امکان ہوتا ہے اس لئے یک در گیر محکم گیر کے مصداق اپنی تمام تر توجہات کا قبلہ اپنے شیخ کو ہی رکھنا چاہئے۔

عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

دلبر دے دروازے اتے محکم لائیے جھوکاں
نویں نویں ناں یار بنائیے وانگ کمینیاں لوکاں

بلینہ نمبر ا:

واضح رہے کہ اپنے شیخ طریقت کے لطائف خمسہ کا مختلف مشائخ واشخاص کی صورت میں متمثل ہونا سالک کے امتحان کیلئے ہوتا ہے اور شیخ کا لطیفہ قلب...... کسی آدمی المشرب شیخ کی صورت میں، لطیفہء روح...... کسی نوحی المشرب اور ابراہیمی المشرب شیخ کی صورت میں، لطیفہء سر...... کسی موسوی المشرب شیخ کی صورت میں، لطیفہ خفی ...... کسی عیسوی المشرب شیخ کی صورت میں اور لطیفہء اخفیٰ...... کسی محمدی المشرب شیخ کی صورت میں متشکل ہو کر فیض دیتا ہے، بس فیض اپنے شیخ کا ہی ہوتا ہے۔

بلینہ نمبر ۲:

یہ امر مستحضر رہے کہ اہل اللہ کے لطائف وارواح کا مختلف اشخاص کی شکلوں و صورتوں میں متشکل و متمثل ہونا ایک حقیقت ثابتہ ہے جو ارباب کشف وشہود اور اصحاب وجد وقلوب سے پوشیدہ نہیں اور یہ از قبیل کرامت وخرق عادت ہے جو درحقیقت حق تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہے۔

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ارواح شہداء کے تصرفات وکرامات کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُعْطِی لِاَرْوَاحِھِمْ قُوَّۃَ الْاَجْسَادِ فَیَذْھَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّۃِ حَیْثُ یَشَاءُوْنَ وَیَنْصُرُوْنَ اَوْلِیَاءَھُمْ وَیُدَمِّرُوْنَ اَعْدَاءَھُمْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی یعنی اللہ تعالیٰ ارواح شہداء کو جسمانی قوت عطا فرماتا ہے پس وہ زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں، جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہے تو اپنے احباب کی مدد کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں[1]

---

[1] تفسیر مظہری جلد اول

ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

قَالَتِ الصُّوْفِيَةُ العَلِيَّةُ اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا وَاَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا وَقَدْ تَوَاتَرَ مِنْ كَثِيْرٍ مِنَ الْاَوْلِيَاءِ اَنَّهُمْ يَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَاءَهُمْ وَيُدَمِّرُوْنَ اَعْدَاءَهُمْ وَيَهْدُوْنَ اِلَى اللهِ مَنْ يَّشَاءُ اللهُ تَعَالٰى یعنی صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ہماری روحیں ہی ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہی ہماری روحیں ہیں اور کثیر اولیاء سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ (بعد از وصال) اپنے دوستوں کی مدد کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ چاہے اللہ کی طرف اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ [1]

(قدرے مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو مکتوبات شریفہ مکتوب ۲۳۹ دفتر اول)

---

[1] تفسیر مظہری جلد اول

دفتر اوّل مکتوب ۱۴۹

مکتوب الیہ

حضرت شیخ مُلّا صادق کابلی رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

حق تعالیٰ نے رزق رسانی کو اپنے ذمۂ کرم پر لے رکھا ہے

سالکین طریقت کیلئے لوگوں کی ملامت بلندئ درجات کا باعث ہوتی ہے

مکتوب - ۱۴۹

متن عجب است کہ این ہمہ خود را بعالمِ اَسباب واگذاشتہ است ہر چند مُسبّبِ الاَسباب تَعَالیٰ وتَقَدّسَ اَشیأرا براَسباب مترتّب ساختہ است امّا چہ درکار کہ نظر بر سببِ معیّن دوختہ شود ع

گردری بستہ شد ایدل دِگری بکشایند

ترجمہ: تعجب ہے کہ آپ نے خود کو مکمل طور پر عالم اسباب پر چھوڑ رکھا ہے۔ ہر چند مسبّب الاسباب تعالیٰ وتقدس نے چیزوں کو اسباب پر مرتب فرمایا ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ ہم اپنی نظروں کو اسباب معین ہی پر مرکوز رکھیں؟ ع

کھلے دوسرا در جو ہے ایک بند

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ سالک کو ہر وقت فکر معاش کے لئے ذرائع معاش اور اسباب معاش پر ہی نظر نہیں رکھنا چاہئے بلکہ مسبّب الاسباب (حق تعالیٰ) بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کیونکہ جہاں اس

نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت اس عالمِ اسباب کو اسباب کے ساتھ مربوط کردیا ہے وہاں بعض اوقات وہ اپنے قانون کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بغیر اسباب کے بھی اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمادیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ[1] سے عیاں ہے۔

اس لئے کہ اگر کوئی ذریعہ معاش مسدود ہوجائے تو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے کوئی اور دروازہ کھول دیتا ہے کیونکہ رزق رسانی کو اس نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا[2] اس پر شاہد عادل ہے۔ بقول شاعر

خدا ار بحکمت بہ بندد درے
کشاید بفضل و کرم دیگرے

متن در کسوتِ فقرا این ہمہ تلاش در تحصیل مَبغوضۂ حق جَلَّ شَانُہٗ، چہ بلا مستنکر است

ترجمہ: لباسِ فقراء میں حق تعالیٰ کی ناپسندیدہ دنیا کی تلاش میں لگا رہنا بہت بُرا ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ان دنیادار اور دوکاندار پیروں کی مذمت بیان فرمارہے ہیں جن کا کام ہمہ وقت لباس خضر میں لوگوں سے نذرانے بٹورنا اور مال و دولت اکٹھا کرنا ہوتا ہے حالانکہ پیری فقیری عیش و آرام کرنے اور اعلیٰ

---

[1] یٰس ۸۲ [2] ہود ۶

نعمتیں کھانے کا نام نہیں بلکہ ہر وقت امت مسلمہ کے غم میں رونے اور ان کے اصلاح احوال میں شب و روز جد و جہد کرنے کا نام ہے۔ جو حضرات ان امور کو اخلاص وللّٰہیت سے سرشار ہو کر انجام دیتے ہیں حقیقت میں وہی مشائخ طریقت اور علمائے شریعت، وارثان کتاب اللہ اور نائبان رسول اللہ ہیں۔ (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات و الزاکیات والتحیات)

متن از گفت وشنودِ مردم آزار نکشند چیزہائیکہ بشما نسبت می کنند ہرگاہ در شما نباشد ہیچ غم نیست چہ دولتی است کہ مردم کسی را بد دانند فی الحقیقت نیک باشد اگر عکسِ این قضیہ متحققِ شود محلِ خطر است

ترجمہ: لوگوں کے (برا بھلا) کہنے سے تنگدل نہ ہوں، وہ باتیں جو لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں اگر آپ میں نہیں ہیں تو کوئی غم نہیں۔ کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ لوگ اس کو برا جانیں جبکہ وہ حقیقۃً نیک ہے۔ اگر اس کے برعکس ہو تو وہ محل خطر ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی نصیحت فرما رہے ہیں کہ سالکین طریقت کو لوگوں کی ملامت و مذمت کی پروا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ لوگوں کی دشنام طرازی اور بہتان تراشی بر بنائے حسد یا معاصرانہ چشمک کا نتیجہ ہوتی ہے جو دلیلِ عظمت اور بلندیٔ درجات کا موجب ہوتی ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

نے کیا خوب فرمایا

نیک باشی و بدت گوید خلقت
بہ کہ بد باشی و نیکت بینند

کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

دفتر اوّل مکتوب ۱۵۰

مکتوب الیہ

حضرت شیخ خواجہ محمّد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

سالک کو مصائب و مشکلات کا مقابلہ
پامردی سے کرنا چاہیئے

مکتوب ۔۱۵۰

متن از تشتُّتِ اَوضاعِ دنیوی و تفرُّقِ اَحوالِ صُوری دل تنگ نشوند کہ کرای آن نمی کند زیرا کہ این نشأۃِ در معرضِ فنا است بمراضیِ حق سبحانہ و تعالیٰ می باید بسر بُرد درین ضمن عُسر باشد یا یُسر شایانِ مطلوبیّت را جز ذاتِ واجب الوجود نیست جلّ شانہ

ترجمہ: دنیوی پراگندگی کے حالات واسباب اور ظاہری احوال کی مختلف کیفیات سے تنگدل نہیں ہونا چاہئے، ان حالات کا کچھ خیال نہ کریں کیونکہ یہ جہاں محل فناء ہے یہاں حق تعالیٰ سبحانہ کی مرضیات کے مطابق گذر بسر کرنی چاہئے، اس کے ضمن میں تنگی ہو یا فراخی۔ مطلوبیت کے شایان شان سوائے ذات واجب الوجود جل شانہٗ کے کوئی نہیں۔

شرح

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی کی ترغیب دلا رہے ہیں۔ درحقیقت جب کوئی سالک راہِ طریقت پر گامزن ہوتا ہے تو اسے گوناگوں قسم کے مصائب و مشکلات اور قلت و ذلت و علت و

تہمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جواس کیلئے ظاہری اعتبار اور مالی لحاظ سے پریشانی کا باعث ہوتا ہے اس لئے وہ مال ودولت کے حصول کی طرف متوجہ ہوسکتا ہے جواس کیلئے باطنی انتشار اور روحانی پراگندگی کا موجب ہوتا ہے۔ بقول شیخ سعدی

مکن عمر ضائع بہ تحصیل مال
کہ ہم نرخ گوہر نباشد سفال
مبادا دل آن فرو مایہ شاد
کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

چونکہ دنیا دکھوں اور غموں کا گھر ہے اس لئے سالک کو پامردی اور جواں ہمتی کے ساتھ ان پریشانیوں کا مقابلہ کرنا چاہئے اور اپنی تمام تر صلاحیتوں اور توجہات کو دینی امور اور اخروی معاملات کی طرف متوجہ کردینا چاہئے اور ہر حال میں حق تعالیٰ کی رضا پیش نظر رکھنی چاہئے اور دنیوی رنج وآلام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آخرت کی فکر کرنا چاہئے۔ بالآخر حق تعالیٰ آسانیاں پیدا فرما دیتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ الْاٰخِرَةِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ[1] سے عیاں ہے۔

نیز سالک کا دنیوی مال واسباب اور اخروی تنعّمات کی بجائے حق تعالیٰ ہی مطلوب ہونا چاہئے۔ اس مقام پر کلمہ طیبہ کے تکرار کے دوران سالک پر لَا مَطْلُوْبَ اِلَّا اللّٰه کی حقیقت عیاں ہوتی ہے جو اسے ہر قسم کی دنیوی پریشانیوں اور مالی مشکلات سے بے نیاز کردیتی ہے۔ یہی درجہٴ محبوبیت خاصہ ہے جس پر فائز المرام عارف کامل آلام کو آرام، دکھ کو سکھ اور جراحت کو راحت سمجھتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهُ

اسی مفہوم کو عُرْوَةُ الْوُثْقٰى حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ السرمدی نے یوں بیان فرمایا ہے

---

[1]

لَیتك تحلوا والحیاۃ مریرۃ ولیتك ترضی والانام غضاب

یعنی اے کاش کہ تو شیریں ہو اور زندگی تلخ ہو اور اے کاش کہ تو راضی ہو اور لوگ غضبناک ہوں۔

نیز وہ گردش دوراں اور مظالم دوستاں کے گلے شکوے کرنے کی بجائے یوں گویا ہوتا ہے

تری بندہ پروری سے میرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایتِ زمانہ!

لیت الذی بینی وبینك عامر
والذی بینی وبین العالمین خراب
ذاصح الود منك یاغایت المنی
فکل ما فوق التراب التراب

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

دکھ سدا سکھ گاہ بہ گاہاں دکھاں توں سکھ وارے
دکھ قبول محمد بخشا راضی رہن پیارے